

وَلَا تَكُن مِّنَ الْفٰسِقِیْنَ  
وَلَا تَكُن مِّنَ الْمُنٰفِقِیْنَ

# تاریخ

1987

مرحوم مغفور مولوی حسن صاحب علم مشہوری لکھا

اور

جناب سیٹھ عبدالرحمن مدراسی مالک جن کمپنی نے

نجات بُس سیکلنگ میگزین اہتمام منشی غلام قادر فصیح چمن آباد

۱۸۶۹

عصر

نیت فیلد



## بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

سچے خیر خواہوں کے ساتھ ہمیشہ کیا سہا ک ہوا

اللہ علما ابے کلام پاک میں فرماتا ہے تَحْمَدٌ عَلَى الْعِبَادِ مَا نَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَفْزِفُونَ یعنی بندوں پر کیا ہی اسوس ہے کہ اس کے ماسک فی اس رسول اسر آیا جس سے انہوں نے بھٹھا اس کا اسکر سے دنیا داروں کا راکم سدا اہم افاون ہے کہ وہ اپنے سچے محسن اور ایے مخلص ہی خواہ کے ساتھ ضرور بدسلہ کی کہا کئے ہنس۔ انسا اور رسولوں سے بڑھ کر انسان کا حیر خواہ اور کون ہو سکتا ہے لیکن انبا اور رسول سے سچے عمری پر غور کیا جائے تو دل کو بڑا ہی صدمہ ہوتا ہے۔ کوئی تو اسے سے چیر لگا کسی کو رسولوں سے مار کر حیران اور زخمی کیا گیا۔ کسی کو حلا وطن کا آما۔ حب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم داتے ہیں کہ دسا میں سے ہی نے سب مائے گئے لیکن میں سب سے بڑھ کر سا لگا اور ہونا بھی لوں ہی چاہئے بھا کو نکالے بڑھ کر سی انسان کے حیر خواہ صبر صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں بہترین کے

سچے نائب و جانسن اولیائے کرام بھی خدا کے ناشکرے سردوں کے ہاتھوں سے سب کچھ  
 سائے گئے ہیں۔ اہل اسلام میں کوئی سادہ سہیسا ولی اللہ گنہگار نہ ہو جائے و دوسرا اہل  
 اسلام ہی نے ہمتا یا ہو۔ خلفائے راشدین جس سے کچھ کسر خواہ اسلام اسکا کوئی مس ہوا  
 اُس کو اسلامت خارج کرنے والے۔ اُن کو گالباں دینا کتبائے سمجھے والے ہموں لاکھوں  
 موجود ہیں۔ احمد اربعین سے کوئی ظلم و عدی سے بچا حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کو  
 کعبہوں سے جاہل۔ یعنی زندقہ کا دھوکہ دیا خدا سے منکر کے آب سے  
 اجنبٹ گئے کا کام لیا۔ آخر کو وہ خدا سے ہی ہیں رہے گئے ابو عبد اللہ امام محمد بن  
 ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو موزوںوں نے احترام انداس کہا۔ رافضی نام رکھا۔ اس  
 سے تعداد تک لے عربی کے ساتھ قدر کے بھیجے گئے۔ اس میں لوگ اہل کمالاں سے  
 جاتے تھے ابو عبد اللہ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ۔ یہ اس قدر ظلم کیا لاکھوں  
 برس تک حمہ جماع کے لئے ماہر بن گئے۔ زاب کے ساتھ قدر کئے گئے۔ اسی پر حمی  
 کے ساتھ لوگوں نے اُس کی تنگیں بادیہیں کہ ماہر بارو سے اٹھ گیا۔ اونٹ پر کھڑا کر کے پھر اگیا  
 اور ایک مسئلے سے انکار کرنے کی وجہ سے کوڑوں سے مارے گئے اور قید رکھے گئے حضرت امام  
 احمد حنبلؒ ۲۸ ماہ قید رہے۔ بھاری بھاری رعیتیں اُن کے پاؤں میں ڈالی گئیں۔ دسل کے لئے  
 کے لئے مجلسوں میں بلائے جانے اور لوگ اُن کو طایعے مارنے اور سہ ہضم کئے۔ ہشام کو حلقہ  
 سے نکال کر کوڑے مارے جاتے حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن  
 سے نکالے گئے۔ جب ہمرقند پہنچے تو ہمرقند والے بھی اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ وہ ہمرقند  
 میں رہیں تو اب نے تہجد کی نماز میں دعا کی کہ خداوند دنیا مجھ پر تنگ ہو گئی ہے اب مجھ کو اپنی  
 طرف بلا لے۔ میں اُنہوں نے اسی میں انتقال فرمایا قطب لاقطاب یزید بطامی قدس سرہ

تہ بظام سے سات مرتبہ نکالے گئے حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی  
 رحمت و قوم نے سلطان العازفین کا لقب دیا تھا کھنکری لکھی شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد  
 عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ حنفی الحسینی الحمیلانی کو فقہائے کافر کہا۔ ابن جریری نے اُن کے  
 خلاف میں ایک کتاب تصنیف کی شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ اکبر کملانی  
 ہیں اُن کو نہ صرف کافر بلکہ کفر کیا گیا بلکہ علماء زمانے نے فتویٰ دیا کہ اُن کا کفر بدو و مضارب کے  
 کفر بڑھ کر ہے اس پر بھی جبر کیا بلکہ اُن کے کُل ماننے والوں کو کافر قرار دیا پھر بھی اُن کو ٹھنڈک  
 نہ ہوئی تب لکھا کہ جو اُن کے کفر میں شک کرے وہ کافر اور پھر جو کفر میں شک کرنے والے  
 کے کفر میں شک کرے وہ کافر حضرت مولانا مولوی جلال الدین رومی صاحب  
 مشنوی تالیف مولانا جامی علیہ الرحمۃ شیخ فرید الدین عطار کے کافر کہنے والے مسلمان بنو  
 میں ابھی تک موجود ہیں حجت الاسلام مولانا ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ مصنف احیاء علوم الدین  
 و کیمیائے سعادت کافر ٹھہرائے گئے اور اُن کی کتابوں کو جلا دینا اور اُن کی رعیت کو زنا ثواب سمجھا  
 گیا۔ ایک شخص نے امام غزالی علیہ الرحمۃ کو لکھا کہ آپ کے بارے میں یہ یہ کہا جاتا ہے کہ اُس نے  
 جواب میں حضرت نے لکھا کہ حاسدوں کی باتوں پر خیال نہ کر اور جاہلوں کے لعن طعن سے بوجہ  
 ست ہوا سے براہِ ذلیل جان اُس آدمی کو جس کا لوگ حسد نہ کریں اور تفسیر سمجھ اُس شخص کو جس کا لوگ  
 کافر اور گمراہ نہ سمجھیں۔ غرض اس قصہ کو کہاں تک طول دوں مختصر یہ ہے کہ کوئی سچا خیر خواہ ہو ہی  
 نہیں سکتا جو ستایا نہ جائے۔ اہل اسلام کے اولیاء کے ساتھ خود مسلمانوں نے جس لوگ کہا  
 ہے اُس کو اگر لکھا جائے تو ایک بہت ہی بڑی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے پاک اور خالص بندوں کو ایسی تکالیف اور محبت  
 میں کیوں ڈالتا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جعفر رشتقی اور پرہیزگار ہوتا وہ ہینعد مقبول غلامین ہوتا



سب لوگ اُس کی قدر و عزت کرتے اور ہر طرح کے آرام اور عافیت سے اُس کی زندگی بسر کرتی تھی۔ سب کی آنکھوں میں سبکی کی علامت ظاہر ہوتی۔ ہر شخص کھلم کھلا دیکھ لیتا کہ خدا سے ڈرے والے دوزخ عالم میں خوش اور با عزت رہتے ہیں۔ کاملین اور قبولین کا نشانہ آفت و مصیبت و بدنامی و ذلت ہونا انسان کو وحوش کے میں ڈالتا ہے اور اس سے ایک قسم کی گمراہی پھیل جاتی ہے چھوٹی سمجھ کے آدمی سمجھنے لگتے ہیں کہ دعا بازی، رزق، بے ایمانی، ظلم، شرک و بدعت ہی عمدہ کام ہیں کیونکہ اُس قسم کے آدمی کو خیال ہے کہ اور دباوی کا مابائی انکو نصیب ہوتی ہے۔ اب اس اعتراض کے جواب پر خوب غور کرنا چاہئے۔

یہ جہان دار الامتحان ہے۔ اس عالم میں سب بامیں کھول کر دکھائی نہیں جاتیں سب چیزوں کی اصل حقیقت کے ظاہر ہونے کا عالم دوسرا ہے۔ یہاں کا کڑوا اُس عالم میں مٹھا ہوگا اور یہاں کا مٹھا وہاں کڑوا ہو کر ظاہر ہو جائیگا۔ یہاں سب چیزوں پر ایک قسم کا پردہ ہے۔ مالک نے بہشت کے اوپر پنج مصیبت کا پردہ ڈال رکھا ہے اور دوزخ کے اوپر خوشی اور جین کا غلاف چڑھا دیا ہے۔ مبارک ہیں وہ آنکھیں جو اسی عالم میں اس قدر تیز ہیں کہ پردہ و غلاف سے پار ہو کر بہشت اور دوزخ کو دیکھ لیتی ہیں۔ بے نصیب ہے وہ جو شراب کی چمک دیکھ کر دوزخ کے پوٹ ہو جاتا ہے اور مبارک ہیں وہ آنکھیں جو اسی عالم میں شراب میں دوزخ کی بدبو کو حس کرتا ہے۔ خدا کے پیارے بندے سنائے جاتے ہیں لیکن نہ اس لئے کہ وہ برباد اور غارت ہوں، صلح قوم عاد اور ثمود ہوئی بلکہ اس لئے کہ اُن کے روحانی قومی شگفتہ ہوں اُن کے مزاج کی ترقی ہو۔ اُن کے وجود میں جو خوبیاں چھپی ہوئی ہیں وہ کھل پڑیں۔ وہ رگڑے جاتے ہیں کہ طح جیسے صندل کہ اُس کی خوشبو پھیلے وہ پیسے جاتے ہیں لیکن کس طرح جیسے ہمدی کہ اُس کی عزت بڑھے اور مشرق کے ہاتھ میں لگائی جائے۔ وہ رنگون کئے جاتے اور ظاہری ذلت میں آلودہ ہوتے ہیں لیکن کس طرح جیسے گیہوں

زمین میں ڈال کر کسان اسکو گرد آلود کر دیتا ہے، اوہ بار و درخت ہو کر بڑھے اور سیکڑوں گھوٹوں کی صورت میں ظاہر ہوا۔ کسان کی آنکھوں کی ٹھنڈک نے۔ کل جدائی راہ پر چلنے والے بالانفاق ارباب کی شہادت دیتے ہیں کہ ریخ و مصبت اٹھانا۔ دنیا داروں کے ہاتھ سے دلس ہونا۔ ناحق کا ذکر کھلانا۔ مہستان اور خوشوں کا نشانہ بننا اُن کو خدا سے فریب کرنا رہا ہے۔ جن جن اپنی ناحق ظلم کباہانا تھا اُسے قدر وہ رحمت آئی کے جوش کو اپنی طرف دیکھنے تھے ہوئے ہونے سائیکس سمجھتی ہے کہ وہ کہتے ہیں

آنچه نفرت رحلت برادین است      نفع و نزن ہر عالم بر باشر بن است

ماں صبح ہے کہ دیا داروں نے اسدن نہایت بیرحمی سے کوڑے مارے ہیں لیکن اندرونی روحانی سرور اُن کو کوڑے کی چوٹ سے بے پروا کر دیا ہے۔ وہ دایرہ چھلے جلتے ہیں اُن کا ہاتھ کاٹا جا رہا ہے اُن کی زبان کاٹ ڈالی جاتی ہے لیکن ایسے محبوب انہی کی روحانی عسائتوں کو باش کی طرح اپنی طرف دیکھ کر رہتے ہیں اور ظالموں کے غصے کو اڑھڑکاتے ہیں۔ ظالم حیران ہوتے ہیں کچھ سمجھ نہیں سکتے تو کہنے لگتے ہیں کہ تیغ دلو انہ سے ماں بے شک دلو انہ سے لیکن کہیں کا دنا کا نہیں خدا کا۔ خدا وہ دیوانگی سب کو نصیب کرے۔

شاد باش اے عشق خوش سودا اے اے طبیب حمد علت اے ما  
غرض ظاہری ہیبتیں۔ بلائیں۔ قلتیں جو خدا کے برگردہ بندوں برآتی ہیں وہ سب اے اس کے کہ اُن کے جوش کو دبا دیں۔ اُن کی قومی ہمدردی وہی نوع انسان کی خبر خواہی کے ولولہ کو مردہ کر دیں اور بھی اُس جوش کو بڑھاتی اور اُجھانی ہیں۔ اُن کا پاک جوش وہ چرخ نہیں جو پھونک سے بچھ جائے بلکہ وہ ایک دھکتی ہوئی آگ ہے جسکو مخالفت کی ہوا اور تیز و تند کرتی ہے۔ مخالفین اپنی بیجا مخالفت سے اُس کی ہمت کو اور بلند کرتے ہیں مخالفین انہیں گندی گلابان دیکر اپنے ہستان ماندھ کر اُن کی تکفیر کے اُن بزرگوں کو دکھاتے ہیں کہ ہم دوسرے

کی بنا ہی اور ذلت کو پہنچ گئے ہیں جو ایسا ذلیل کام کر رہے ہیں اپنی قوم کی اس نازل حالت کو دیکھ کر ان  
 رحم دل بندوں کا دل اور گڑھ صاف ہے اور وہ خدا کے پاس اپنے ظالموں کے لئے رور و کر و دعائیں کرتے  
 ہیں آخر ان کی اندھیری راتوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور ارحمٰن بریں کر ساری قوم کو نئی زندگی بخشتا  
 ہے۔ وہ جو دشمن نہ بد تھے جان نثار دوست بن جاتے ہیں۔ اہل عرب کی حالت۔ اُن کا معاذانہ  
 جوش اور ان کی آخر کو ابک عجیب کا پلٹ ایک نہایت ہی قابل غور نمونہ ہے۔ پیغمبرانِ خدا  
 اور مصالحانِ قومِ خدائی حکیم و طبیب ہیں جو اس عالم میں روحانی امراض کے دور کرنے کے لئے  
 بھیجے جاتے ہیں۔ اگر مریض مکاری کا حامی پنکریہ جاثیں اور اپنے پچھے ہوئے زخموں کو نہ  
 دکھائیں تو وہ حکیم و طبیب سخت دھوکا میں رہ جاتیں اس لئے رحمتِ الہی مخالفین کی ہوا کو ایسی  
 تیز کر دیتی ہے کہ مکاری و بکاری کا رورہ اُٹھاتا ہے اور وہ جو بڑے مفلس کہلاتے تھے  
 اس ہوا سے نکل کر کھا کر اپنی چھپی ہوئی گندگی کو ظاہر کر دیتے اور اپنے باطنی کمینہ پن کو سارے جہاں  
 کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ مصالحانِ قوم کا دل اس افسوسناک حال کو دیکھ کر ایسا اکر طعتاب ہے  
 کہ اُسکا اندازہ وہ کہہ ہی نہیں سکتے جبکی طینت میں حملی اور شفقت کا مادہ نہیں۔ کیا ماں اپنے بچے  
 کے مہلک مرض کو دیکھ کر کچھ نیند سو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو جان لو کہ سچے مصالحانِ قوم  
 کے دلوں میں اشد پاک رحم و درمی کی طرح رحمت و شفقت علی الخلق رکھ دیتا ہے۔ یہ نیک  
 بندگانِ خدا قوم کے لئے اسی طرح روتے اور بقیار ہوتے ہیں جیسے ماں اپنے نہایت ہی  
 مریض بچے کے لئے روتی اور کلیتی ہے۔

ماں یہ سچ ہے کہ مصالحانِ قوم اپنی قوم کو بعض وقت بہت ہی سخت الفاظ میں مخاطب  
 کرتے ہیں۔ لیکن اُن سخت الفاظ کے اندر محبت و شفقت بھری رہتی ہے۔ کیا والدین اپنی  
 اولاد کو برا بھلا نہیں کہتے۔ لیکن کیا جس حالت میں وہ سخت الفاظ میں اولاد کو غیرت

دلانے اور دل دکھانے والی باتیں کہنے میں نوکیلا اُس وقت اُس کے دلوں سے درد و رندی دور ہو جاتا ہے ؟ نہیں ۔ بلکہ اُسی درد و رندی کی وجہ سے اُن کے الفاظ تیز ہوتے ہیں ۔ اُن کی زبان سے دوعصر بھرے ہوئے الفاظ نکلتے ہیں ۔ لیکن نزل اُن کا وقتا ہے ۔ بعض اوقات مصاحبان قوم عمدتاً سخت الفاظ استعمال کرنے میں بغیر انتقام بلکہ اُس پاک ارادے کی وجہ سے کہ شاید ان سخت لفظوں سے بھی کہیں مر وہ میں جان آوے ۔ بے غیرت میں غیرت پیدا ہو ۔ جب کبھی لوگ جو ان کے ریٹ میں زندہ بھا پیدا ہونے کے بعد مر وہ معلوم ہوتا ہے تو ڈاکٹر اُس نیچے کے اوپر پہلے گرم بانی کا چھینٹا اور پھر سرد بانی کا چھینٹا مارتا ہے اور اس طرح سے بار بار گرم و سرد بانی کے چہرے پر پڑنے سے اکثر لڑکے زندہ ہو جاتے ہیں مصاحبان قوم بھی قہقہے ڈاکٹر ہیں جو اپنے تیز اور دل دکھانے والے الفاظ کے گرم اور ٹھنڈے اور پیارے اور درد دہکے الفاظ کے سرد چھینٹوں کو مار کر اپنی مر وہ قوم کو زندہ کرتے ہیں ۔ مبدک میں مر وہ لوگ جو ان ڈاکٹروں کے ذریعے سے زندہ ہوتے ہیں ۔ ڈاکٹروں کا جلا یا ہوا بھرا ایک بن جاتا ہے لیکن ان روحانی ڈاکٹروں کا زندہ کیا ہوا انسان کبھی نہیں مٹتا ۔ وہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہو جاتا ہے ۔

پیغمبرانِ خدا اور مصاحبانِ قوم مثل گتے کے و زنت کے ہیں ۔ آفت و بلا کے کو لہو پٹن لے جاتے ہیں ۔ لیکن جان میں شیرینی جو کچھ پھیلی ہوئی ہے سب ان ہی کی ذات سے ہے ۔ اس جہان میں گمراہ انسان کی ہدایت کے لئے اگر کوئی ایک مختصر سی بھی نصیحت ہے تو وہ ضروری دُوی برحق کی پھیلائی ہوئی ہے ۔ نور زمین سے نہیں نکلتا ۔ نور آسمان سے اُترتا ہے پس اس تند جبری دنیا کو اوجھلا بنانے کے لئے آسمان سے اُترنے والے خدا کے بندوں نے نور لا کر ہدایت کو پھیلا دیا ۔ خدا اپنی محنت ان پاک بندوں پر نازل کرے یہ اس جہان کے

حق میں محبت ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ اگر یہ لوگ پیدا نہ ہوتے تو اللہ جبار نہ ہوتا۔  
کو بھی پیدا کرتا۔

مخالفین اسلام کا ایک بہت بڑا اعتراض یہ ہے کہ اگر انبیاء خدا اور صلحان قوم انسان کی امراض روحانی کے طریب یا ڈاکٹر ہیں تو کیا اس حبان میں کوئی مرض روحانی نہ رہا جو سلسلہ نبوت کو اللہ نے ختم کر دیا۔ اگر گمراہی باقی ہے تو ہادی کی بھی ضرورت ہے اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ نبی ہادی سے کام نہیں چلتا اس لئے کہ گمراہی کی گھنا گورتا رہی کو دور کرنے کے لئے آسمان سے نازل ہونے والے ہادی کی ضرورت ہے جو آسمانی نور لاکر زمین کو روشن کرے پھر پیروں کا سلسلہ کیوں بد کیا جاتا ہے۔ کیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اللہ اپنے بندوں پر مہربان تھا جو ان کی ہدایت اور ان میں روحانی زندگی کی روح پھونکنے کے لئے اپنے پاک بندوں کو آسمان سے بھیجا کرتا تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد وہ اپنے بندوں پر رحیم نہ رہا؟

اب اس اعتراض کے جواب پر غور کرنا چاہیے۔ ختم رسالت سے سمجھنا کہ اللہ اپنے بندوں کی ہدایت نہیں کرنا چاہتا ہے اور اب وہ جہن و رحیم نہ رہا سرسبز غلط ہے۔ دین اسلام میں اسکی غلط فہمی جگہ نہیں ہے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ان اللہ یبعث لہذا الایۃ علیہ راس علی مایۃ سنۃ من یحید ولہاد ینہا یعنی اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر ایک صدی کے سرے پر بالضرور ایک ایسے شخص کو مبعوث کرے گا جو ان کے دین کی تجدید کرے گا اس بات کی صاف دلیل ہے کہ ہادیان قوم و صلحان بنی آدم کے باکرت وجود سے کبھی نہ مایوم نہ رہیں گے۔ ان ختم رسالت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ وہ ہادی جنوبی اور رسول کہلاتے ہیں جو ہر امت کے لئے ہیں۔ جن پر کتاب نازل ہوتی ہے وہ اب نہ آئیں گے اور اسکی وجہ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ

ناراض ہو گا ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد ایسے مادیوں کی اب ضرورت نہیں ہے۔ اللہ پاک نے اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ایسی کتاب بھج دی جس میں کل عمدہ مابین جو اسان کے لئے درکار ہیں موجود ہیں جس میں حکمت اور دانائی کی سب مابین بھری ہوئی ہیں اور جو ہر ہر اہمیت و قابلیت کے آدمی کے لئے کافی مادی ہے۔

عرب کا ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کا بدو جس طرح اس کتاب پاک سے فائدہ پاسکتا ہے اُسی طرح اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کا حکیم یا فلاسفر اُس سے نفع اٹھا سکتا ہے بلکہ وہ اُس کے کمال و خوبیوں کا عاشق و راز ہو سکتا ہے۔ کوئی صداقت اُس کتاب سے باہر نہیں۔ وہ ایسی کتاب ہے جو روحانی تاثیر سے بھری ہوئی ہے جو آدمی اُس کو ادب و غور سے پڑھتا ہے وہ اُس کے دل پر ایک بری اثر پیدا کرتا ہے اور اس طرح اُس کے اخلاقی قوی میں ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ بخلاف اسلام بھی قابل میں کہ قرآن کریم نے عرب کی اخلاقی حالت پر ساحرانہ اثر پیدا کیا تھا بلاشبہ کہ کتاب اسان کے باطن سے خباثت اور پیدی کو دور کرتی ہے اور اُس کو تاریکی سے نور کی طرف لیجاتی ہے۔ اُس پاک کتاب میں ہر شے کی تفصیل موجود ہے۔ ہر بات کے لئے اس میں دلیل بھی ہے۔ عرض وہ ایک ایسی بے نظیر و بے مثل کتاب ہے کہ اگر سارے جہان کے آدمی بائبل و کتاب بھی ویسی کتاب بنانا چاہیں تو ہرگز نہ پاسکیں۔ غرض جب اللہ نے ایسی کتاب نازل فرمائی جس میں اسان کے لئے جتنی روحانی نعمتیں درکار تھیں سب موجود ہیں اور جس میں میں کامل ہو کر نظر آتا ہے جو اسان سمجھتے ہیں کہ جس میں ہر روحانی مرض کے لئے شفا ہے تو اب کسی نبی اور رسول کی ضرورت ہی کیا رہی جو کام تھا وہ پورا ہو گیا۔ لیکن آسمانی کتابوں میں انسانی تحریف و بدخلت سے جو خرابیاں پڑتی ہیں اُس کے لئے کیا انتظام کیا گیا۔ ورنہ میں اسکا تذکرہ بھی موجود ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ ذُنُوبًا الَّذِیْنَ عَصَوْا وَاَنَّا لَمُخْلِطُوْنَ یعنی ہم نے اس کتاب کو نازل فرمایا اور ہم اس کی حفاظت کریں گے

اللہ پاک نے اپنے وعدے کو کسایا اور کہا: کیا اس بارے میں جہان میں کوئی کتاب بھی ایسی موجود ہے جس میں زبور سورس کے عرصہ میں ایک لفظ اور ایک حرف بھی بدلا ہو؟ اللہ تعالیٰ نے تو انہی کتاب کی ایسی حفاظت کی ہے کہ نہ سو نہ لکھا تبصرہ ہزار بلکہ تیرہ لاکھ برس بھی گزر جائیں تو اس پاک کلام کا ایک حرف بھی بدل نہیں سکے گا۔ یہ کتاب صرف کا عددوں پر لکھی ہوئی ہمس ہے بلکہ لاکھوں اعلیٰ درجہ کے سببوں میں محفوظ ہے۔ سبحان اللہ کیا ہی بے مثل طور پر اللہ نے اپنے وعدے کو پورا کیا ہے نہ صرف قرآن کریم کے الفاظ ہی تحریف و تبدیل سے محفوظ ہیں بلکہ اللہ نے اسے رسول کریم صلیم کے درجہ سے کمزور یا خود بخود بھی مٹا دی ہے کہ ایسے بندے برابر پیدا ہوتے رہیں گے کہ اگر قرآن کی تعلیمات میں انسانی، داخل ہو جائے تو وہ اس حجاب کو بھی دور کریں گے۔ یہ خدا کے برگزیدہ بندے نبی و رسول تو نہ ہوں گے لیکن محمد اکملہ امی عابدین اسرائیل کے قرآن کے مطابق اپنے کمالات اور روحانی مراتب میں ایمان اور اس کے میں ہونگے۔ جب ہم ان اولیائے کرام کے حالات پر حوسل یا محرومان اہل اسلام میں غور کرتے ہیں اور ان کی بے مثل تصنیفات کو پڑھتے ہیں تو مولینا جہاں کی طرح بے ساختہ کہنا پڑتا ہے ۛ

من جہ گویم وصف آن عالی جناب نیست پیمبر و لے دار و کتاب

ۛ اولیاء اللہ صرف مکالمہ الہی سے بھی سرفراز ہوتے ہیں اور ان کی تعلیم الہامی ہونی کی وجہ سے زمینی نہیں ہونی بلکہ اُس میں آسمانی نور بھرا ہوا ہے۔ ۛ اللہ کے پاک بندے مثل انبیاء بنی اسرائیل کے اسے وجود میں ایسے روحانی کمالات بھی رکھتے ہیں کہ دوسروں پر انکا اثر پہنچا کر ان میں ایک نئی روح بھونک سکیں۔

ۛ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسلمان الہی و صحابان انسان ہرگز بے ضرورت اس عالم میں نہیں آتے۔ جب زمین کو یابی کی محنت ضرورت ہوتی ہے تو ابرہمت برس کر دوسے نباتات کو

بھرنے کے لئے اس طرح جب روحانی خرابیاں پھیل جاتی ہیں اور انسان مردہ دل ہو جانے میں نو  
 اسوقت بہ خدا کے خاص بندے ابرحمت کی طرح اس عالم میں تشریف لائے ہیں۔ مردوں کے زندہ  
 کرنے ہیں۔ زندوں کو موت دینے ہیں اور روحانی عالم میں ایک نئی کیفیت پھیلنا دے ہیں گویا  
 تجدید دین کرتے ہیں۔ اسی لئے وہ مجدد کے لقب سے بکارسے جانتے ہیں۔

کیا ہمارے زمانہ میں کسی مجدد کی ضرورت ہے؟ اگر ہے تو اس مجدد کو کس رتبہ دیا جائے گا؟  
 اس سوال کے جواب میں یہ گزارش ہے کہ اگر ضرورت محسوس ہو گئی ہے تو ضرور مجدد بھی اُنہی کی طرح سے  
 بھیجا جائے گا اگر خرابی پھیلی ہے تو مصلح بھی آئے گا اگر خرابی چھوٹی اور کم زور ہو تو نبی کی جگہ تو اُنسی تر کا  
 مجدد بھی آئے گا اور اگر خرابیاں عظیم الشان ہیں تو مجدد بھی اُنسی بنے اور درجے کے لائیں ہوگا۔ چھوٹی  
 بیماریاں چھوٹے چھوٹے ڈاکٹروں سے بھی اچھی ہو جاتی ہیں لیکن بڑی سخت بیماریوں کے لئے  
 بڑے ڈاکٹر اور بڑے طبیب کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ ہم اہل اسلام کی حالت پر  
 غور کریں اور انصاف سے دیکھیں کہ ہماری کیا حالت ہے۔

## موجودہ اہل اسلام کی روحانی حالت

اے ناظرین یہ ایک مشکل کام ہے کہ سارے جہاں کے مسلمانوں کی روحانی حالت و ضرورت  
 وغیرہ کا پورا پورا اندازہ کیا جائے۔ ہم اس بات پر قادر ہو سکتے ہیں کہ اپنے حیاروں طرح حالت ہے  
 اُسکو غور سے دیکھیں اور اُسکا کچھ صحیح اندازہ کر سکیں۔ اس لئے ہم یہاں پر ہندوستان کے مسلمانوں  
 کی اخلاقی و روحانی حالت پر غور کرنے ہیں اور دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہماری کیا حالت ہے اور  
 ہماری کیا ضرورتیں ہیں؟

۴۔ اگر ہندوستان کے مسلمانوں کی روحانی حالت کا پورا اندازہ لگایا جائے گا۔ اگر ہندوستان میں جو روحانی امراض پھیلے



اسلام پر بیروہ سوہرے سے زیادہ گذر گئے ہیں اس عرصت میں ہر طرح کی آفتیں اور مصیبتیں دوڑتا  
 فوجتاً مسلمانوں پر پڑی ہیں۔ کبھی کوئی اندرونی جھگڑے ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ ہزاروں لاکھوں  
 جانیں تلف ہو گئی ہیں۔ کبھی کسی سرورنی دشمن نے آکر حملہ کیا ہے اور ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے  
 گھروں اور خاندانوں کو برباد اور برباد کر ڈالا ہے کبھی اسباب بھی ہوئے کہ دشمنوں نے مسلمانوں کے  
 مفتوحہ ملکوں کو چھین لیا اور انہیں اپنے گھروں سے نکال دیا اور جلاوطن کر دیا ہے۔ اُن کج کار  
 مال اور اسباب لوٹ لئے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں کو غلام بنایا ہے۔ زمانہ دراز تک مسلمان قبیلوں  
 کو غلامی کی ذلت و تکلیف اٹھانی پڑی ہے عرض اس تیرہ سوہرے کے عرصہ میں انواع و اقسام  
 کی تکلیفیں اور مصیبتیں مسلمانوں پر پڑی ہیں۔ جن سے مسلمانوں کو سخت سے سخت مالی و مالی  
 نقصان اٹھانا پڑا ہے لیکن جو مصیبت و بلا اچکل ہندوستان کے چھکر ڈر مسلمانوں پر ہے اُسکی  
 نظرباک بھی نہیں ملتی ہے۔ سابق میں جو بلا و مصیبت آتی تھی اُسکا صدر صرف جان وال پر ہوتا  
 تھا۔ لیکن آج جان وال نہایت اس زمانہ میں ہیں مگر جان وال سے بڑھ کر مادی اور قابل قدر  
 جو چیز ہے اُس پر حملہ ہوتا ہے اگلے زمانے میں لاکھوں مرگے لیکن وہ مر گئے شہید ہو کر۔ مرنا تو ب  
 کو ایک دن ضرور ہے لیکن الحمد للہ وہ بہادر مرے۔ وہ اللہ کے عاشق مرے۔ وہ ایسا مرے

ہیں انہیں ہم سختی سمجھ جائیں گے تو ہم حقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہی حالت اور ملکوں کی بھی ہوگی اگر ہندو ہی  
 ہے تو ہونے والی ہے کیونکہ اسٹیمر ریل گاڑی۔ چھاپہ خانہ۔ ڈاک خانہ۔ تار رقی۔ اخبار وغیرہ اسات کو توسل  
 سے ہر قسم کی مبادیاں ایک ملک سے دوسرے ملک میں پھیلتی ہیں گو ایک ملک دوسرے ملک سے بہت  
 دور واقع ہو لیکن مار سو حودہ کے علوم و فنون کی برکت سے سب قومیں ایک ہی سطح پر جمع ہوتی ہوئی نظر  
 آتی ہیں۔ حوزنگ ڈھنگ ایک قوم کا ہوا ہے وہ دوسری کا ضرور ہونے والا ہے۔ ایک میدان  
 میں مدھکر مک ایک دوسرے سے مغائر حالت میں تفریق قومیں رہ سکتی ہیں اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے

کہ اُن کو مردہ کہنا حرام ہے۔ وہ ایسا مردے کو اُس مردے کی ہر مسلمان ایماندار کو دلی تناسب ہے۔ وہ  
 ایمان سلامت لے گئے۔ کہا جان وال۔ عزت و ابرو۔ آرام و مافت ان سب سے بڑھکر پیار  
 کے لایق جزا ایمان کے سوا اور بھی کچھ ہے۔ اگلے زمانہ میں اگر حیوانی مصیبتیں مسلمانوں پر پڑیں تو وہ  
 صابر رہے اور صبر والوں کا بدلہ حجاب ہے۔ عرض اگلے زمانہ کے مسلمان ظاہر تباہ و برباد معلوم  
 ہوتے تھے لیکن اُن کا ایک جی بھی برباد نہیں ہوا تھا کیونکہ اُن کی اصل چیز سلامت رہی تھی۔  
 مسلمان غلام بن گئے لیکن ابی ایمانی نور سے اپنے کا و قافوں کو اللہ کا غلام بنا چھوڑا حقویت  
 میں وہ مستح ہو کر بھی فاتح ہی ہے۔ سبحان اللہ مومن ہونا بھی کہا نہیں ہے یہ پوچھو تو مومن کامل  
 مصلح ہونا ہی نہیں ہولی کو اگر کچھ میں بھی ڈالو تو وہی ہی ہے۔ لیکن ہم ہندوستان کے مسلمانوں پر  
 جو تباہی آئی ہے جس بربادی میں ہم گرفتار ہوئے ہیں اگر خدا ہی اپنی قدرت سے ہمیں سچا نہ لے تو ہلاک ہیں  
 بھی تہہ لگتا ہوا اظہر میں آتا۔ اے ہم بڑے جو طوفان آبا ہے کہ ہم سب کا ایمان ہی ختم ہوا  
 نظر آتا ہے۔ ہمارا ایمان اب محاصرے کی حالت میں معلوم ہوتا ہے۔ چاروں طرف سے  
 اُسپر دشمن ٹوٹ پڑے ہیں۔ اب ہم مختصر طور پر اُن متفرق دشمنوں کا کچھ حال بیان  
 کرتے ہیں \*

### پہلا دشمن یورپین علوم و فلسفہ

جب یورپ میں علم کی روشنی پھیلی تو عیسائی مذہب کے بودے ماعقول عقیدے مثلاً خدا کا  
 ایک بھی ہوا میں بھی ہونا۔ سارے جہان کے لئے ایک معصوم شخص کا مکر کفرارہ ہونا وغیرہ  
 وغیرہ ایسی زبل عقائد سمجھ و ادراک اور ذہنی علوم کو مسلمہ نور معلوم ہوئے۔ پادری صلیبوں نے

بقیہ حانتبہا کہ جس قسم کے مصلح کی حکومت ہے اُسی مصلح یا اُسی رنگ ڈھنگ کے مصلح سے  
 ہر ملک کے اہل اسلام کی اصلاح ہوگی۔

بچپن ہی سے اسلام کی طرف سے سب کو برے درجے کا بدظن کر رکھا تھا۔ بچارے کرتے کیا ناچار  
 سوچ بچار کر مذہب ہی کو نڈل سمجھ لیا ڈارون۔ ہکسلی۔ ٹنڈل۔ کو مٹی وغیرہ نے عقلی گھوڑے  
 سہت کچھ دوڑائے لیکن جیسا مسکند شاہی کو دربار الہی سے ذلت اور نا کامیابی کا خلعت عنایت ہوتا  
 ہے ویسا ہی ہوا۔ کوئی دہرہ نہ ہو گیا۔ کوئی شک کے اٹھاہ کوئیں میں جاگرا۔ کسی نے اپنے دل سے  
 ایک مذہب گھڑ لیا عرضِ محبِ عدنان نے تمہاری پیدا ہو گیا۔ سارے یورپ میں اسے بابین اسے گمراہ  
 ابک دونہیں میں لاکھوں ملکر روڑوں میں۔ ان گمراہوں کی ہضف کردہ کتابیں سارے جاں میں  
 پھیلتی جا رہی ہیں۔ ان لوگوں نے ماہواری رسالے جاری کئے ہیں جن میں نہایت آزادی کے ساتھ  
 اپنے گھڑے ہوئے فلسفے کو چھاپتے ہیں امان کی ان باتوں پر حوصلہ اصول میں سخت سے سخت  
 حملے کرتے ہیں ان ہونڈیوں میں غلبہ طبع کی فرعونیت ہے۔ ہر اک اپنے کو بقراط وسقراط سے بڑھ کر  
 سمجھتا ہے سارے جہان کے آدمیوں کو نہایت نفرت و حقارت سے دیکھتا ہے۔ ان کی تحریروں  
 میں شیخی اور گھنڈ بھری رہی ہے ادیان بابقہ کی دھجیاں اڑانی۔ خدا کے ماننے والوں کو سحر کی راہ سے  
 بھولا بھلا لائے ووقوف قرار دینا ان کا روزانہ شعلہ ہے۔ اسی قسم کے معلم اکثر ہمارے کالجوں میں  
 ستر لکھ رکھتے ہیں مسلمانوں کے بچے ان سے تعلیم پاتے ہیں جو قوم پر حکومت ہوتی ہے اسکی  
 غفلت عوام خواہ محکوم کے دلوں میں ہوتی ہے۔ پھر طالب علم اپنے استاد کو کسر وقعت کی نگاہ سے  
 دیکھتے ہیں ظاہر ہے غرض ہماری قوم کے نوجوان طالب علم پڑھتے ہیں ایف۔ اے۔ بی۔ اے  
 لیکن حاصل کرتے ہیں بیدی اور دہرت۔ اپنے استادوں کے رنگ میں پورے رنگے جاتے ہیں  
 اللہ اللہ مسلمانوں کے ہزاروں بچے اسلام سے الٹا نکل گئے ہیں کہ ان کے دلوں کو اللہ اور اس کے  
 حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ بھی تعلق ہی نہ تھا۔ اب علی العموم زمین کچھ ٹپسے  
 نوجوان محرزِ عدول پر متاثر ہوتے ہیں۔ کوئی نصف ہے۔ کوئی ڈیڑھ ٹپسے ہے۔ کوئی ٹپسے ٹپسے

ہے۔ کوئی زنج ہے۔ کوئی ہاشکورت جج ہے۔ کوئی وکیل درجہ اعلیٰ ہے۔ کوئی بیرٹر ہے چھوٹے  
 لڑکے کو ابھی خلی کلاسوں میں بڑھتے ہیں ان کے بڑے بھائیوں کو برسرِ عزت دیکھ کر ان کی دل  
 سے عزت کرتے ہیں عظمت بھرے ہوئے دل میں جوابت ڈالو وہ کھٹ سے بیٹھ جاتی ہے۔  
 بڑے بھائی ایسے چھوٹے بھائیوں کو ایسی علی حالت سے انگریزوں کا نقل اور سترابی بہاتے ہیں  
 اور اپنی گفت گو اور فلسفیانہ تقریروں سے دہریہ اور منکر خدا و رسول مارے ہیں اور یہ سلسلہ بڑے  
 زور و شور سے جاری ہے۔ آزادی کا زنا نہ ہے۔ کسی کو روکنے ٹوکنے کا کوئی مجاز نہیں۔ ابک  
 بھلے آدمی کے گھر دو لڑکے ہوتے ہیں۔ ابک نہیں دوسرا بھتا۔ تو ضرور وہ دین کو کالج میں داخل  
 کرنا ہے۔ اور بھتے کو کسی مدرسے میں علم دین سکھنے کے مصل میں لگا دیتا ہے۔ ایک بھائی  
 صاحب یورپ کا فلسفہ۔ یورپ کی منطق پڑھ کر اپنے دہریہ پروفیسر کے راک میں رنگیں بکے۔ ادھر ہمارے  
 مدرسوں کی جیسی ٹیڑھی آئی معلوم۔ دوسرے بھائی عربی کی کتابوں کی دھن گردانی نوکر گئے۔ فضیلت  
 کی بگڑی بھی منہ دکائی۔ لیکن مولوی صاحب کو عقل ہے نہ سمجھ۔ اعتراضوں کا معقول جواب سوچنا  
 ہی ہمیں صرف غصے میں لال سیلا ہونا چاہئے ہیں۔ گردن کی رگوں کو پھیلا بھلا کر باتیں کریں گے۔  
 زیادہ تنگ کرو۔ قابل کرنا چاہو تو فذل کفر کی گولی تلخ ہی دیں گے۔ ان دو بھائیوں کی تقریروں کو  
 سنکر چھوٹے چھوٹے لڑکے جو اسکول کلاسوں میں پڑھتے ہیں آپس میں کہتے ہیں ہمارے انگریزی ان  
 ماموں یا چچا (غرض جو رشتہ ہو) باتیں ہلکت معقول کہتے ہیں لیکن ہمارے مولوی ماموں یا چچا (غرض  
 جو رشتہ ہو) صرف غصہ ہونا جانتے ہیں ٹھکانے کی ایک بات بھی نہیں کہتے۔

اسے ظہرین غور کا مقام ہے۔ جو نقشہ زمانہ موجودہ کا ہم نے کھینچا ہے صحیح ہے نہیں۔  
 فوائے اگر بھی سلسلہ جاری رہا تو اس کا آخری نتیجہ کیا ہوگا۔ اگر دل میں کچھ بھی سلام کی ہمدردی ہے تو  
 دیکھو کہ جتنا تک آفت کا ہکوسا منا ہے۔ یہ سلسلہ تعلیم ہمارے روکے رک نہیں سکتا۔ حاکم کی زبان سے

رہا یا کب تک نصرت کر کے ڈلت گوارا کر سکتی ہے۔ یورپ کے فلسفے کے دہریے اثر سے ہماری ہندو  
نسل بیچ جاوے۔ یہ تو اسباب ہے کہ پانی میں رہ کر ہم گمان کریں کہ ہمارا کپڑہ خشک ہی رہے۔ اس  
خاکسار نے ایک بہت ہی بڑے اعلیٰ درجے کے تعلیم یافتہ نام کے مسلمان سے کتے سنا ہے کہ  
فلسفہ یورپ کے آگے اسلام ٹھہر نہیں سکتا۔ ایک بہت ہی بڑے اندھیر کی بات یہ ہے کہ اگر کوئی  
عیسائی ہونا چاہے تو وہ گرجا میں بیٹھا لیتا ہے۔ اتوار کے دن گرجا جاتا ہے۔ اکثر اپنا نام وضع  
بھی بدل لیا ہے۔ اگر ہم مسلمانوں سے بھی کوئی شکم کا بندہ اسامہ و دود و ملعون ہو جاتا ہے تو ہماری  
جماعت سے نکل بھی جاتا ہے اسکا برا اثر ہماری قوم پر کچھ نہیں پڑتا لیکن یورپ کے دہری فلسفے  
کے گرجا میں جو بیٹھا لینا ہے وہ عجیب غضب کا منافق ہوتا ہے وہ نہ نام بدلتا ہے نہ اپنے کو  
مسلمان کہنے سے شرماتا ہے۔ نام ہے آپ کا احمد۔ محمود۔ علی۔ حسین۔ اور نام مبارک میں اکثر  
سید کا لفظ بھی لگا ہوا رہتا ہے۔ پوچھئے حضرت آپ کا مذہب کب ہے تو جواب دیں گے کہ مجھ میں  
ہوں یعنی محمدی ہوں۔ دریافت کجئے عیدہ آپ کا؟ تو آپ کا وہ عقیدہ ہے کہ دجال کے باپ کا  
بھی نہ ہوگا۔ محاصرے کی حالت میں جو فروج پڑ جاتی ہے اسکو بیرونی دشمنوں سے اتنا خوف نہیں  
ہوتا ہے جتنا گھر کے باغیوں سے +

اگر کوئی یہ کہے کہ مانا یورپ کا دہری فلسفہ اگر رفتہ رفتہ پھیلا جائیگا تو اس سے صرف ہندوستان  
کے چھ کر ڈر مسلمان ہلاک ہو جائیں گے تو کب مسلمان صرف ہندوستان ہی محدود ہیں اور ممالک کے  
مسلمان تو دین و ایمان پر قائم رہینگے اللہ کی ترش کسے والوں سے دنیا خالی تو نہ ہو جائیگی۔ تو یہ جواب  
نہایت بھلا جواب ہے۔ اولاً اگر ہمارے دل میں بین اسلام کی ذمہ بھر بھی ہمدردی باقی ہے تو ہم کس طرح اتنے  
بھائیوں کو بدالاباؤ کی تباہی میں دیکھ کر چین سے سو سکتے ہیں۔ کیا کل مسلمان بھڑک جاتی نہیں، کیا انہیں بھائیوں  
کا برابر ہر جانا ہمارے دل پر صدمہ پیدا نہیں کرتا؟ ایذا ہمارے دل کیسے پتھر ہو گئے ہیں کہ ہم اپنے

کھائوں کو ہمیشہ کی ہوب مرستے دیکھ کر آمیدہ نہیں ہوتے ہیں۔ اے خدا ہمارے دل گناہوں کے سب قہر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں۔ سمجھا کہ یورپ کے دہری فلسفے کا بد اثر صرف ہندوستان ہی میں محدود رہ جائیگا انہیں لوگوں کا کام ہے جو زمانہ موجودہ کی چال برغور سے نگاہ کرنے والے نہیں ہیں۔ اس زمانے میں جو کلیں ایجاد ہوئی ہیں اُن کے ذریعے سے دوری مرگئی ہے۔ ہندوستان ہی میں کچھ کلکتہ سے دہلی جو درہ سو میل ہے مگر صرف ۴۴ گھنٹوں کی راہ ہے کلکتہ سے لاہور سو میل ہے مگر صرف ۵۲ گھنٹوں کی راہ ہے بمبئی سے کلکتہ ۱۹۰ میل ہے مگر صرف ۶۱ گھنٹوں کی راہ ہے۔ یہ حساب بھی ٹھیک نہیں ہے۔ اسی طرح سحر کو منظر اب کئی مہینوں کا سفر نہیں ہے بلکہ صرف کئی دن کا ہے۔ کماں لندن اور کماں بمبئی ۱۸ دن میں آدمی پہنچ جاتا ہے۔ سفر کے وسائل آسان اور محفوظ ہو جانے کی وجہ سے ایک قوم دوسری سے ملتی ہے ایک کے خیالات دوسری میں پھیلتے ہیں۔ چھاپ خانے کے ذریعہ سے کتابیں بہت جلد ایک سے لاکھ ہو جاتی ہیں۔ جہاز اور ریل ایک کتاب کو دوسرے ملک میں پہنچاتی ہیں۔ کباب کی تجارت میں نفع کی صورت دیکھ کر مترجم لوگ بھی ہند کھڑے ہیں۔ غرض اس آزادی و امن اور ترقی علوم و فنون کے زمانے میں یہ خیال کرنا کہ دور ہنر و فلسفیت کا بڑا انزیر میں کے کسی خاص ٹکڑے میں محدود رہ جائیگا سمجھدار کا کام نہیں ہے +

اے پیارے ماضی یورپ کا فلسفہ جس تعدی کے ساتھ ہمارے ایمان کے قلعہ پر گولہ بار کر رہا ہے کبائے اسکو اپنی روحانی آنکھ سے دیکھ سکتے ہو۔ جس ٹھپڑی کے ساتھ پیادے سلمان بھائی اس فلسفے کو دیکھتے نہ صرف جسمانی موت بلکہ ابدی موت میں گرفتار ہو کر جہنم میں جا رہے ہیں۔ اگر دیکھ نہیں سکتے تو توجہ کیونکر دیتے ہو +

دوسرا دشمن عیاشی اور می صاحبان ہیں۔ ایک زمانہ اس قوم پر ایسا بھی گزرا ہے کہ لوگ

منکسر المراح رحمہ اللہ اور خدا ترس تھے بعض رہبان تو کچھ کچھ روحانی کمالات بھی رکھتے تھے۔ اسوجہ سے  
 یہودیوں کی سبب عسائی ہی عرب میں اہل اسلام کے دوست نظر آئے۔ لیکن جب مسلمانوں کو  
 صحابی کے مبداء میں سرحد کہا اور عسائیوں کے ممالک بکے بعد دیگرے مسلمانوں کے قبضے  
 میں آئے لگے وجہاً منفرج قوم کو اپنی فلاح قوم سے لعنت و عذو ۱۰ ہوئی ہے اس قوم کو بھی مسلمانوں  
 سے عداوت پیدا ہوئی وہ عداوت اس درجہ برتری کر گئی کہ کوئی جھوٹا سانپ نہیں ہے جسکو اس قوم کے  
 یادربوں نے دین اسلام کے بدنام کرنے کے لئے اٹھا رکھا ہو۔ قرآن کریم کا مزید غلط کیا۔ حاشیہ  
 جھوٹ سے بھرا ہوا جڑھا با۔ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں استزایا جھٹی رہا  
 مشہور کس عرض اس قوم نے اسلام کے رد و افروں ترقی کے رد کے لئے ان ہی پانچ طریقوں  
 کو اختیار کیا۔ پادریوں نے اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ نفرت و عداوت کا نغمہ اس طور سے بویا کہ  
 و نسلاً بعد نسل منسل بہناتہوا چلا آتا ہے اسوقت یورپ والوں کے دلوں میں اسلام سے انتہاد چکی  
 نفرت و عداوت ہے اور اُس کے بانی ہی پادری لوگ ہیں۔ جب یورپ میں علم کی روشنی پھیلی اور  
 اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو اقبال مند بنایا اور دامن میں برابر ترقی ہوتی چلی تو پادری صاحبوں نے سوسائیاں  
 قائم کیں۔ اپنے ہم وطنوں سے چندہ طلب کرنا شروع کیا۔ علی برحسب نے اتفاقی قوت کو پیدا کر دیا  
 مٹھا۔ دولت کے زیادہ ہونے کی وجہ سے چندہ جمع ہوتا گیا۔ پھر کیا تھا پادری لوگ ڈبل ڈبل مشاہیر  
 لیکر غیر ممالک میں دین عیسوی پھیلانے کے لئے مقرر ہونے لگے۔ یورپ اور امریکہ کی عورتیں  
 جن میں مذہبی جوش کا مادہ کچھ زیادہ ہے جی کھول کر حیدہ دیتی ہیں۔ اسوقت صرف ہندوستان میں  
 لکھو کہ کماروپے دین عیسوی کی اشاعت میں صرف ہو رہے ہیں بیٹھٹ مشن عیسائیوں میں ایک  
 ایسا فرقہ ہے جسکو صاحب حکومت نہیں کہہ سکتے لیکن پھر بھی جب میں نے اس فرقہ کی سالانہ رپورٹ  
 کو کلکتہ سے منگو کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک سال میں ۵۰ ہزار پٹنڈ چندہ جمع ہوا تھا۔ ایک پٹنڈ موجودہ

پنج کے رو سے اٹھارہ روپوں سے زیادہ ہوتا ہے اس حساب سے سواڑے نو لاکھ کی آمدنی صرف  
 ایک وقت کے شن کو حاصل ہے۔ اب بھوبلی اس باب کو لوگ حمال کر سکتے ہیں کہ استفادہ کیر آمدنی  
 سے کامیابی کی کیا صورتیں نکل سکتی ہیں۔ بارہلوں کو مسافر و ملا ہے اُن کا وہ مرض منہی ہے کہ  
 جس طرح ہر عسائوں کی بعد اوکو بڑھائیں اسی پر اُن کے مشاہد کی ترمی اور اسی یران کی کامیابی  
 گنی جاتی ہے۔ اب پچاسے اور سی لوگ پیٹ کی آمدنی کے لئے کا کچھ ٹانھہ یاؤں ہیں مارتے ہیں  
 مذہب اب سامع کہ ہندوستان میں کیا ہندو کیا مسلمان سب ہی اُپر ٹھٹھا مارے ہیں پھر بھٹانہ کس  
 طرح پھیلے۔ جب سیدھی ترکیب سے کامیابی نہ دے تو ٹھٹھی ترکہوں کو استعمال کر اس طرح کا الجا کر  
 پھیلانے کے ذریعہ اور عام ذریعوں کو استعمال کر کے لگے کامیابی چاہے۔ جو بھجھار ہندو مسلمان  
 اُن کے جال میں پھنسا ہے تو اسی طرح پھنسا ہے۔ ہاں جھٹکی اور نہایت روٹل قوموں میں اُن کو  
 کچھ کامیابی ہوتی ہے۔ قحط سال کے زمانے میں روٹل کا ٹکڑا دکھا کر سکڑوں ہزاروں کو اپنے دام  
 تندر میں لاتے ہیں۔ جا بجا مینم خانے قائم ہیں۔ لاوارث بچوں کو مینم خانے میں داخل کر کے سنی  
 پرست قوم کی تعداد بڑھاتے ہیں ۱۸۸۴ء کی رپورٹ میں حسابوں نے لکھا تھا کہ جب سر عیسیٰ ایسا  
 نے ہندوستان میں قدم رکھا ہے تب سے ایک لاکھ بیرو ہزار مینم بچے عیسائی متیم خانوں میں داخل  
 ہو چکے ہیں۔ اللہ اللہ ان میں کتنے مسلمانوں کے بھی لاوارث بچے رہے ہوں گے۔ بقول ماوری  
 سیکر صاحب کے اس وقت اُن لوگوں کی تعداد جو غیر مذہب سے نکالکر دین عیسوی میں خاص اہل ہندوستان  
 میں داخل ہوئے ہیں ۵ لاکھ ہے اور ہر بار ہویں سال ایک لاکھ اوپر بڑھ جائے ہیں۔ دین اسلام کے  
 خلاف میں اس قوم نے سات کروڑ کتابیں شائع کی ہیں بڑے بڑے ٹریف غلطان کے لوگ ان  
 گمراہ کرنے والی کتابوں کو پڑھ کر اُن پادریوں کی تحرائیم یا توں کو متنازعہ پناہ مذہب کو کھو بیٹھے  
 ہیں یہاں تک کہ وہ جو آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتے تھے عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمن



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گئے ہیں سیکڑوں من سکول جاری کئے گئے ہیں۔ جہاں مشاہدہ ہوئے  
 کی وجہ سے مسلمانوں کے بچے علم انگریزی حاصل کرنے کے لئے پڑھتے ہیں انہیں روزانہ گھنٹہ  
 بائبل بھی پڑھنی پڑتی ہے۔ اگر صرف بائبل ہی پڑھنی ہوئی تو کیا عذر تھا نہیں اُس گھنٹے میں بائبل صبح  
 نہ صرف بائبل ہی پڑھاتے ہیں بلکہ اسلام کی جو بھی کرنے ہیں۔ نادانوں اور سادہ دل مسلمان کے  
 بچوں کے دلوں میں اسلام سے نفرت پیدا کرتے ہیں ان ہی تن سکولوں اور تن سکولوں کے سیکڑوں  
 بلکہ ہزاروں تعلیم یافتہ بچے دین اسلام سے منحرف ہو گئے ہیں۔ جب عیسائیوں نے دیکھا کہ مسلمان  
 مردوں میں پوری کامیابی نہیں ہوتی ہے تو مسلمان عورتوں میں دین عیسوی کی ترقی کے لئے سرمایہ  
 قائم کی۔ ولایت سے ہزار نامیم باورسی آتی ہیں جو سلامی کا کام سکھانے کے بہانے مسلمانوں کے  
 گھر جاتی ہیں اور موقع یا کر بے سمجھ اور بے علم عورتوں کو دین عیسوی سکھاتی ہیں چنانچہ اچھے اچھے شریف  
 خاندان کی عورتوں نے ان ہی زناہ مشن کی سیم پادریوں کے فریب سے پردے سے نکل دین  
 عیسوی کو قبول کر کے اپنے سادے خاندان کی ناک کٹا ڈالی۔ ان پادریوں نے شفا خانے  
 قائم کئے ہیں جہاں اکثر بے کامغت علاج ہوتا ہے۔ غریبوں میں اکثر مسلمان ہی ہوتے ہیں جمع  
 ہوتے ہیں اور ان کو دوا بھی مفت دی جاتی ہے لیکن اُس کے ساتھ ہی دین عیسائی کے سچے  
 ہونے کا وعظ بھی سنا دیا جاتا ہے۔ خدا کی نیاہ اس قوم کو فریب دینے کے کتنے ڈھنگ مائے ہیں  
 میلے جاؤ۔ بازار جاؤ۔ ریلوے اسٹیشن جاؤ غرض جہ جہ جاؤ وہاں دیکھو گے کہ کوئی عیسائی بصورت  
 کتابیں نہایت ہی کم قیمت پر فروخت کر رہا ہے کوئی نہ کوئی اُن کتابوں کو خرید ہی لیتا ہے ان  
 کتابوں میں اسلام کی جو ہے ہمارے عقاید پر مضحکہ ہے۔ ہمارے سروار اور پیشوا رسول اکرم صلی  
 اللہ علیہ وسلم کے نام پر ایسے نامائیم اور ناگفتہ بہ الفاظ ہیں کہ انہیں ٹپھکڑ ٹپھکڑے ٹکڑے ہوتا ہے۔ اے  
 مسلمانوں تیرے سو برس کے عرصہ میں کسی نے اور کسی ملک کا پتہ نہیں بتاؤ کہ اُس ملک اور اُس

زمانہ میں چھکڑ مسلمان زندہ تھے اور ہر تہر اور ہر پہلے اور ہر کھلے میدان میں عیسائی کھڑے ہو کر  
 جناب پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو گندی گالیاں دیتے تھے اور مسلمان جاسے  
 بھی تھے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شان کے خلاف میں ایسی بے ادبیاں ہو  
 رہی تھیں اور صرف سلطنت عیسوی کے رعب کی وجہ سے چپ رہ جاتے تھے۔ اگر کوئی  
 زمانہ اور ملک یاد ہو تو ضرور بتاؤ۔ میں دعویٰ کر کے کہتا ہوں کہ ہرگز نہ بتا سکو گے۔ پس سوچو جس  
 دلیل حالت کو اب ہم پہنچ گئے ہیں کیا اُس سے بڑھ کر کوئی ذلیل حالت ہوتی بانی ہے پنجاب  
 میں ایک بہت بڑے پارسی نے اپنے نکلچھ میں کہا کہ پچاس برس کے بعد ہم سارے چابکے  
 مسلمانوں کو عیسائی بنا چھوڑیں گے اور اگر عیسائی نہ بنا سکیں تو اتنا ضرور کریں گے کہ وہ مسلمان  
 نہ رہیں گے۔ ہم اُن کے عقیدوں میں ایسا فساد ڈالیں گے کہ کسی طرح اُن پر فقط مسلمان صاف  
 نہ آوے گا۔ اشد کی پیادہ! حال میں ولیم نامی پارسی نے ایک ایسی کتاب حضرت رسول اکرم  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف شان چھاپی کہ مسلمانوں سے ضبط نہ ہو سکا۔ لاٹ صاحب کے  
 پاس دوڑے لیکن کیا ہوا صرف پارسی صاحب کی مہل اور نہایت ہی زل معدلرت کر دینے پر  
 سدا قصہ گاؤں خور ہو گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ادنیٰ سے ادنیٰ اور ذلیل سے ذلیل چارٹکے کے  
 عیسائی کی ہتک عزت کی جاتی تو گورنمنٹ ہتک عزت کرنے والے کو معقول سزا دیتی۔  
 لیکن سب مسلمان کے پیشوا اور سردار جبکہ جان وال اور عزت و آبرو سے بڑھ کر بارگزا ہر  
 مسلمان کا ایمان ہے اُن کے خلاف شان جس طرح کے نامالیم الفاظ گندی گالیاں ایک  
 ادنیٰ عیسائی چھاپے۔ نہیں چھاپا کہ اسکول میں بچوں کو پڑھاوے بھی تو کوئی مضامین نہ ہو۔  
 مذہبی آزادی ہے۔ سب کچھ جانتے ہیں۔ بہت بڑی پریشانی تو یہ ہے کہ عیسائی ہمارے  
 سردار صلح کو بڑا کہیں کیونکہ اُن کا موجودہ گندہ مذہب اُن کو ایسی گندی باتوں کی تعلیم کرتا ہے

لیکن ہم کہا کریں۔ کیا ہم کسی طرح سے بھی جواب رکی بہ ترکی دے سکتے ہیں۔ کیا ہم جناب حضرت عیسیٰ علی سنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف سنان کچھ زبان کھول سکتے ہیں۔ ہمارے پاک مذہب نے نو ہجو ہندوں کے خمالی اور وہمی دیوتاؤں کو بھی بڑے نغظوں میں یاد کرنے سے روک دیا ہے  
 دیکھو اللہ اپنے ایک کلام میں کیا ارشاد فرما ہے۔ وَلَا تَسْأَلُوا لَهُمْ مَدْعُوْنَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَسَوْفَ  
 اللّٰهُ عَذَابٌ اَلَمٌ (سورہ انعام پارہ ۷، رکوع ۱۹) یعنی اُنہیں جو خدا کو بھیڑ کر گھبراتے ہیں  
 عزامت کہو۔ پھر وہ خدا اور نادانی سے اللہ کو برا کہیں گے۔ ان گالیوں اور کینہ پن کے اظہار کو  
 دیکھ کر تمہارے دلوں پر ہوتا ہے اُسکو مسلمانوں کے اکابر سپھے حیر خواہ سنے ان  
 درو آمیز الفاظ میں بیان کیا ہے :

”اسفندہ بدگوئی اور امانت اور دست نام ہی کی کتابیں ہی کہ ہم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے  
 حق میں بھائی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سُننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر مہرہ  
 گواہی دینا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرنے اور ہمارے  
 جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں کٹے کھڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی نیت سے  
 جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس  
 فدا کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم کی گئی دکھا۔“

کیا اس رنج و تکلیف سے رٹائی کا کوئی ذریعہ بھی ہے۔ ہاں ہے اس کتاب کو آخر تک  
 جی لگا کر پڑھ جائے سب باتیں معلوم ہو جائیں گی۔ انشاء اللہ آئینہ کی طرح کھل جائیگا کہ ان  
 سب غم و مصیبت سے رٹائی کی بھی اللہ نے راہ بتائی \*  
 تیسرا دشمن آریہ سماج ہے۔ ہندوں کو جب سے مسلمان فاتح ہند ہوئے ایک طرح

کی لغت و عداوت مسلمانوں سے بھی مسلمانوں کو جو ان (نفس پرست) برٹش (تادم شدہ) پلمچ (ناباک و نجس) وغیرہ نام سے وہ پکارا کرتے تھے۔ لیکن چونکہ مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ بہت اچھا سزاؤں رکھا۔ جن سلوک سے یہ بتا کرتے رہے اور ہندو مسلمان میں ہیں گئے اور یوں برس تک ایک ساتھ رہنا ہوا بہت کچھ لغت و عداوت کم ہو گئی تھی لیکن انگریزی تعلیم نے اس جرانی عداوت کو بڑے سوت سے اُبھارا ہے۔ انگریزی موزوں نے اس خیال سے کہ ہندوستان اسے دور دراز ملک میں قیام سلطنت انگلستان پر ہی ہے کہ اس ملک کی وہ بڑی قومیں ہندو مسلمان میں ملوث اتفاق نہ ہو اس طور سے پہنچ ہندو تصنیف کی کہ مسلمان بادشاہوں کے سلوک کا تذکرہ بہت کم کیا لیکن مسلمانوں کے ظالم بادشاہوں کے ظلم کو ایسی اب و تاب سے لکھا کہ اُس کے پڑھنے کے شروع ہندوؤں کے بچوں کے دلوں میں مسلمانوں سے سخت عداوت پیدا ہو جاتی ہے خدا کی پناہ یہ آگ اب بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے اور چند روزی طبع مفسد فطرت ہندو اڈیشن ان اخبار نہایت زور و شور سے اس آگ کو دھونک رہے ہیں۔ خدا حافظ اسکا اثر بھی ختم کیا ہوگا۔ مسلمانوں سے عداوت و دشمنی کے رنگ میں لگا ہوا ایک شخص پنڈت باندھوونی نے آریہ سماج کی بنیاد ڈالی۔ یہ فرقہ اب روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ اپنے مافی مذہب کے تعلیمی اثر اور انگریزی تعلیم کے اثر سے خوب نگیں دکرا کر آریہ سماج والے بھی اہل اسلام کے سخت دشمن ہو گئے ہیں ان کی کاس جس مسلمانوں کے خلاف میں چھی ہیں۔ اُن میں ذلیل عقلی سے اسلام کا مقابلہ بہت کم کیا گیا ہے۔ لیکس گائیوں کی بڑی بھڑا رہے۔ اس فرقہ کا پنجاب میں بہت زور و شور ہے۔ لیکن اگر کوئی واقف مسلمان اُن کی کتابوں کو پڑھ جائے تو ایمان کو کمزور کرے یعنی شیطانی دوسرہ پیدا کرنے کے لئے یہ بھی کافی ہیں۔

چوتھا دشمن برہمن سماج ہے۔ اس جدید مذہب کا بانی راجہ رام موہن رائے ہے۔ یہ راجہ

نہایت ذہین اور ہوسیار شخص ہندوستان میں گزرا ہے۔ ملک بنگالہ کو اس شخص کے وجود پر فخر ہے۔  
 اس شخص میں مختلفات مذہبی کا اثر اشوق تھا۔ اس نے علم فارسی و عربی کو خوب اچھی طرح حاصل  
 کیا۔ دین اسلام سے پورا دافہ ہو گیا۔ اپنی باریک بین نظر سے اس فاضل شخص نے دیکھ لیا تھا  
 کہ انگریزی تعلیم و پورہ بین علوم و فنون کے آگے ہندو مذہب قائم نہیں رہ سکا۔ ہندوؤں کو جو مسلمانوں  
 سے نفرت و عداوت ہے وہ دین اسلام کو قبول کرنے سے مانع ہے پس اُس نے دین اسلام اور  
 ہندوؤں کے وید و صہم سے ملا کر ایک نیا مذہب قائم کیا جس کا نام برہمہ سماج رکھا۔ اس سماج میں آگے  
 چل کر ایک شخص داخل ہوا جس نے اپنی پُر جوش تقریروں اور تحریروں سے ایک ہل چلا دی۔  
 اس شخص کا نام بابو کیتب چندر سین تھا۔ اس شخص نے اپنی زیر کی سے دیکھ لیا کہ ہندو مذہب کا  
 جو ٹھیکہ نہیں ہے پس جس مذہب کو اُس نے رواج دیا وہ یورپین فلسفہ اور دین اسلام کا جوڑ ہے  
 یعنی یوں سمجھئے کہ دین اسلام اگر ارباب قرار دیں اور فلسفہ یورپ کو ماں تو ان دونوں کے توسل سے جو  
 یوریشین بچ پیدا ہوا اُس کا نام ہے برہمہ سماج۔ اس وقت سارے ہندوستان میں چار ہزار برہمہ سماج  
 کے ممبران ہوں گے۔ بابو کیتب چندر سین ایک نہایت پاک طینت اور محقق شخص گندرا ہے۔ اگر  
 اس بندہ خدا کو کسی کامل مسلمان کی صحبت نصیب ہوتی تو بہت ہی اعلیٰ درجے کا ویدوار مسلمان اور  
 ولی اقتد ہوتا۔ برہمہ سماج والوں کے دماغ میں یکٹرا پیدا ہوا ہے کہ سارے جہان میں آخری مذہب برہمہ  
 سماج ہی ہوگا اس لئے یہ اپنے مذہب کے قیام کو مسلمانوں میں پھیلا نا چاہتے ہیں۔ بہتر سے وہ مسلمان  
 نوجوان جو دین اسلام کی اعلیٰ درجہ کی خوبیوں سے ناواقف ہیں اُن کے قریب میں آ جاتے ہیں اور قوت  
 جہاں تک میرا علم ہے تیس چالیس نوجوان مسلمان برہمہ سماج میں یا تو داخل ہو گئے ہیں یا اگر داخل  
 نہیں ہیں تو دل سے داخل ہیں۔ برہمہ سماج والے آپس ہی کی نا اتفاقی سے کچھ ایسا چور چور ہیں کہ  
 اُن کی محبت بالکل دبی ہوئی معلوم ہوتی ہے اس لئے اس دشمن سے ہم لوگوں کو چندان خوف نہیں ہے۔

پانچواں دشمن جو قلعہ کے اندر تشریف رکھنا چاہتا ہے نیچری مذہب ہے اس کے بانی سید احمد خان کے سی۔ ایس۔ آئی ہیں۔ سید احمد خان صاحب کی تصانیف کو دیکھ کر سید صاحب کے لکچروں کو سنکر سید صاحب سے خود بحث کر کے جو کچھ مجھ کو اس مذہب جدید کے بارے میں معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ سید صاحب پر یورپ کے فلسفے کا خوب گہرا اثر ہوا ہے۔ ان کی روح اس فلسفہ جدید کو بوجہی ہے۔ سید صاحب کی سمجھ میں یہ بات طے ہو گئی ہے کہ نہضت اسلام بلکہ ہر دین و مذہب انسانی ترقی کا ارج ہے بس اس کو مٹانا چاہتا ہے لیکن چونکہ کیا لگی ملامت حکم کرنے سے کچھ اثر نہ ہو گا اس لئے آہستہ آہستہ اسلام کی ایک ایک اینٹ کو اکھاڑنا چاہتے اپنے زعم میں بہت کچھ اٹھا رکھا ہے اب تھوڑی کسر باقی رہ گئی ہے بہت کچھ مت کر کے کہنے باقی ہیں۔ تہذیب الاخلاق میں یہاں تک کہ گئے کہ مفکر خدا بھی مسلمان ہے۔ لیکن پھر بھی خوف معلوم ہوتا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول بھی کہنے جاتے ہیں۔

سید احمد خان صاحب کو اس خاکسار کے ساتھ پرلے درجے کی نفرت و عداوت ہے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ یہ ناجیز انگریزی جانتا ہے ایچ جی بھی کر لیتا ہے۔ ایچ جی دیکھو اسکا اشد اوجہ ہوتا ہے اسکا انگریزی لکچر اس درجہ اور تہہ کا ہوتا ہے کہ ایک بار گورنر مدراس بھی شکریہ ہو کر صدر جلسہ رہا ہے۔ ایسے انگریزی دان کا طلبہ پر ضرور اثر ہو گا پھر افسوس یہ ہے کہ یہ کجخت ناشدنی عداوت رسولِ صلح کی محبت ہی کا دھواں ہے پھر لوگوں کو دوزخ بہشت کے جال میں پھنسانا چاہتا ہے پھر یہ چاہتا ہے کہ مغربی فلسفے کی روشنی سے دماغ منور ہونے کے بعد بھی مسلمانوں کے دھواں ایسے غیر مذہب ہو جائیں کہ لگیں اٹھا بیٹھی کرنے اور خدا کے پاس نہ۔ میں پکار پکار کر سید صاحب سے کہتا ہوں کہ میں آپ کے پیارے کالج کا دوست ہوں لیکن سید صاحب نے اس خاکسار کو باوجود باضابطہ ممبر ہونے کے بھی کانفرنس کے جلسے میں تفریق کرنے سے نہایت غیر موزون

طوری پر روک دیا۔ بد واقعہ ۳۰ دسمبر ۱۸۹۹ء آوارہ کے کانفرنس میں ہوا۔

کچھ مجھ کو دیکھ کے ساتی کے یہ جواس گئے شراب پیچہ ڈالی کباب بوتل میں

میری پگڑی اور جبہ وغیرہ خوشیانا اور غیر مہذب لباس کو دیکھ کر سید صاحب کی گھبریلٹ اور بھائی قابل یادگار تھی۔ ۱۸۹۳ء کے ایک خوش حال کانفرنس میں مجھ کو ایک دوست کی خاطر پچانکر شراب پینا ہی پڑا۔ چاہا کہ کانفرنس میں زبان بند رکھوں لیکن مدرستہ العلوم علیگڑھ کی مسجد میں کانفرنس کے خلاف وقت میں معظ بیان کر دیں لیکن سید صاحب کو جو خبر پہنچی تو سانس نیچے اوپر آنے لگا دے خوف کے جواس ہو گئے کہ اس شخص نے وعظ کیا اور نیچری طلسم لڑا۔ فوراً مجھ پر حکم امر صادر ہوا کہ خبردار وعظ نہ کرنا۔ میں نے خیال کیا کہ اگر خدا کی مسجد ہے تو روکنے والا کون ہے۔ اس خیال کو میں نے نکال کر کہ دیا۔ چند نیچری صاحبان غصہ صاف چند عاشقان سید نہایت برا فروختہ ہوئے بلکہ میاں برکت علی خان صاحب سکریٹری انجمن اسلامیہ لاہور لپک کر میری طرف بڑھے اگر دواک بھلے مانس پیچ بچاؤ نہ کر لے تو وہ مجھ پر ضرور ہاتھ پھیر دے۔ یہ غیظ و غضب کیوں۔ صرف اس لئے کہ میں خدا کی مسجد میں خدا اور رسول کے فرمودہ کا بیان کرنا چاہتا تھا۔ اسے خدا میری قوم کی روحانی تباہی کر دے جسے کو پہنچ گئی ہے۔ اسے بیارے ناظرین ذرا سوچو اور غور کرو۔ سید صاحب کے عزت اور رتبے کا آدمی اس غریب فقیر سے اس قدر کیوں ڈرتا ہے۔ سید صاحب کے ایسا آزادی کا دم بھرتے والا کہوں اس عاجز اسلامی واعظ کے منہ میں لگام چڑھانا چاہتا ہے۔ سید صاحب ہیں روپے والے میں ہوں نہایت ہی مفلس و غریب۔ سید صاحب ہیں اہل زبان اور میں ہوں بنگالی۔ سید صاحب کو ہے عربی فارسی میں عمدہ لیاقت اور میں ہوں ایک اسی محض۔ سید صاحب ہیں نامی فلاسفر اور میں ہوں ایک نہایت معمولی سمجھ کا آدمی پھر کس چیز کا یہ خوف ہے میں سچ کہتا ہوں یاد رکھو۔ ہمیت حق است اس از خلق نیست۔ ہمیت اس مرد صاحب وطن نیست۔

آج سید صاحب اللہ کی طرف سیاح جمع کر لیں تو واللہ وہ مجھ کو بہت مبارک کرنے لگے وہ مجھ سے  
منتیں کریں کہ تو صرف ایک دو ماہ کالج میں رہ کر محض ان اینگلو اور نیشنل کالج کے طالب علموں کو دینی  
لکھیا انگریزی وار دو میں سنایا کر۔ اسے خدا تو سید صاحب کو بھی نوبت نصیب کر۔

اس شجرہ بناب سے بھی اسلام کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ سیکڑوں فوجوان اس جدید مذہب کے  
زنگ میں رنگین ہو کر اسلام سے دور جا پڑے ہیں۔ اللہ کی غفلت ان کے دل میں بھی نہ حضرت  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت۔ نماز روزہ سے بالکل نا آشنا اس دنیا کے کیڑے اور  
انگریزوں کے محل نقال بن گئے خدا رحم کرے!

چھٹا دشمن مولوی صورت شیطان سیرت قوم ہے جو اہل نعل حرات الاصل کے نکل  
پڑی ہے یہ قوم دعویٰ کرتی ہے خدا پرستی کا لیکن بہت ہی کمیت میں دیت اور نفس پرست  
اس قوم کے مقدس لباس پہننے والے بات بات میں اپنی عربی دانی کی نشانی بگھلنے والے عمر یہ  
چڑھ کر بھوم بھوم کر عطا کرنے والے حضرات جس قدر اہل اسلام کے دشمن ہیں کوئی دوسری قوم نہیں  
میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ان بے رحموں کے دلوں میں ایک رتی برابر محبت اہل اسلام کی نہیں ہے۔  
ان کی تو وہی حالت ہے کہ مردہ دوزخ میں جلے یا بہشت میں اپنے حلوے اندھے سے کام  
ہے۔ بیرونی حلوے سے تو اہل اسلام پریشان ہی تھے لیکن ان کم محبت دنیا پرستوں نے گھڑی  
میں ایسی خاد جنکی پھیلا رکھی ہے کہ خدا کی پناہ! اسلام کا ہر بھرا باغ لٹا جا رہا ہے لیکن ان ہونڈیوں کو  
چھوٹی چھوٹی باتوں کے فضول جھگڑوں سے فرصت ہی نہیں ہے۔ مسلمان کے انسانی قوت کے  
جیسے یہ مسلمان صورت شیطان سیرت نام کے مولوی دشمن ہیں کوئی دوسرا نہیں ہے۔ واللہ یہ  
لوگ نائب رسول صلعم گر نہیں یہ نائب شیطان ہیں۔ ان کے ناپاک دلوں میں حسد کینہ۔ بغض  
عداوت۔ کبر۔ پندار وغیرہ صفات ذمیرہ کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔ خدا مسلمانوں کو ان کے



شر اور فتنے سے بچا دے۔ جس شہر کے مسلمانوں پر اُن کا غضب جما رہا ہے۔ وہاں بچا رہے  
 ان ٹیڑھے مسلمان ان کے دام میں پھنسے رہتے ہیں۔ پھر کیا ہے وہ جی کھو لکر کھاتے ہیں۔ لڑکا  
 پیدا ہوا نام رکھنے کا اتنا فیس۔ لڑکا جب کھانے لگا تو مولوی صاحب کے دست مبارک سے کھائے  
 تو اتنا فیس۔ کہیں مر جاوے تو بھی ہاتھ سے نہ جاوے اتنا فیس۔ غرض کہاں تک گنوں۔ ان  
 کبختوں نے اتنی ترکیبیں کیا کھانے کی نکالی ہیں کہ بہمن میلاد کو بھی یاد نہ ہونگی۔ جب کبھی ایسا ہوتا ہے  
 کہ کوئی خدا کا متقی بندہ اور حقانی عالم ایسے شہر میں جا پڑتا ہے جہاں ان شیطانوں کا قبضہ ہوتا  
 ہے تو اس وقت ان کی گھبراہٹ دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ اس حقانی عالم کو بنام کرنے کے لڑکوں کی  
 دقیقہ باقی نہیں رکھتے۔ اس قسم کے شیطانوں کا دستور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک خیالی فرقہ یا گروہ  
 قائم کرتے ہیں اور اُس کی طرف عقاید بد کو تراش تراش کر منسوب کرتے ہیں۔ بڑے جوش میں  
 آ کر کہتے ہیں اے مسلمانو! میں تم کو محض دو تانہ ایک فرقے کے شر و فساد سے آگاہ کرتا ہوں  
 اُس فرقے کا یہ عقیدہ ہے کہ ہم لوگ رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر  
 ہیں اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت کی شفاعت کوئی چیز نہیں ہے۔ اس فرقے کے عقیدہ میں  
 حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعتی ہیں۔ اس گروہ کے آدمی ائمہ اربعہ سے سخت عداوت رکھتے  
 ہیں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شان میں گالی دینے کو ثواب سمجھتے ہیں۔ غرض اُس خیالی فرقے کے  
 خلاف جب قدرے عقاید یمن میں منسوب کر کے اپنے سامعین اور معتقدین کو برا بھلا کہتے ہیں  
 مولوی صاحب سے کوئی بھلا آدمی یہ سوال نہیں کرتا کہ بھلا اُس فرقے کا وجود کہاں ہے سب بے بوجھے  
 سمجھے آمناء و صدقنا کہتے ہیں۔ پھر جب کوئی عالم حقانی آگیا جسکے بیان سے اُن کے بازار کے ٹھنڈے  
 ہرنے کا غروب ہے پھر کیا دیا سلامتی تو پہلے سے تیار تھی رگڑنے کی دیر تھی اپنے عقیدت مندوں  
 سے کہہ دیا کہ میں جس گروہ کے فساد سے تمہیں بڑا یا کرتا تھا وہ آگیا غرض لوگوں کی اس عالم

باطل سے سخت بظن کر دیا۔ بعض اوقات تو ایسا بھی ہوا ہے کہ اپنے جبوں سے اُس خدا کے نیک  
 بندے کو پریٹ کر شہر سے نکلوا چھوڑا ہے لیکن اگر کبھی ایسا دیکھا ہے کہ یہ ترکیب کار گرہ ہوگی تو صرف  
 لوگوں کو کان میں روئی ڈالے رہنے کی فہمائش کر دی ہے۔ اگر کسی نے جھوٹے چوکے اُس نے ریا  
 صاف دل عالم کا وعظ سنا لیا اور اگر مولوی صاحب سے کہا کہ جناب عالی وہ وعظ میں تو کوئی  
 جبری بات نہیں کہتا ہے پھر کیا ہے آپ نے فوراً کہا کہ تم نے غضب کیا۔ ایسے جبر سے جلسہ میں  
 شریک ہو گئے تو بکرو تو بکرو ان کی میٹھی میٹھی باتوں پر نہ جاؤ اس فرقے کا کام ہے تفتہ کرنا پہلے  
 یہ دام میں پھنساتے ہیں پھر آہستہ آہستہ اپنا متر پڑاتے ہیں۔ جو قدر بدعتیں اور شرکانہ رسوم کا  
 رواج ہو گیا ہے سب کے قیام رکھنے والے ہی حضرات ہیں۔ ان پڑھ مسلمان جب ان سوال  
 کرتے ہیں کہ حضرت محمد میں تعزیر بنائیں یا نہ فوراً جواب ملتا ہے اِجی بناؤ اور اچھی طرح بناؤ یہ تو  
 عین دینداری ہے کس کجنت سے منع کیا ہے جب تک ہم زندہ ہیں کوئی تم کو گمراہ نہیں کر سکتا  
 (ٹھنڈی سانس لیکر) ہاں ہمارے بعد خدا حافظ۔ اِجی حضرت مجلس میلاد شریف میں مارونیم  
 باجا بجا کر غزلیں گائیں تو کچھ مضائقہ نہیں؟ جواب۔ مضائقہ کیا یہ تو عین محبت رسولؐ ہے غرض  
 کہاں تک گستاخا جاؤں۔ ہندوستان میں جو اکثر مسلمان ٹھیک ہندوؤں کے ایسے ہو گئے  
 ہیں کوئی اسلام کی خوبی ان میں نہیں دیکھی جاتی اس کے بہت بڑے باعث یہی حضرات نام کے  
 مولوی لوگ ہیں۔ بعض محض تہروں میں ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ اس قسم کے مولوی کو کئی برس  
 مولوی سے رنجش ہو گئی تو اُس وقت کوئی مسکد گڑھا جاتا ہے۔ جس چیز کو مخالف مولوی جانز سکے۔  
 دوسرے مولوی صاحب اُس کے توڑنے کے لئے اُسکو ناجائز کہیں گے۔ پہلے بحث کی نوبت  
 ہوگی پھر اگر چھاپہ خانہ قریب ہے تو رسالہ بازی کی نوبت ٹھہر گئی۔ غرض بڑھتے بڑھتے باتیں تک  
 بڑھ جاتی ہے کہ شہر میں دو جماعتیں قائم ہو جاتی ہیں۔ آپس میں سلام بند کھانا پینا بند میل و ملاقات

شفع۔ مسئلہ کیا ہے ضالین کا لفظ ظ کے ایسا ہو یا دال کے اسما۔ سارے شہر میں یہی سنت  
 جماعت میں خفی ذہب میں لیکن فرق اسی نال اور ظ کا ہے ایک فرق سے پوچھئے آپ کس فرقہ  
 کے ہیں تو جواب بنگا ہم دالین ہیں اور دوسرے سے سوال کیجئے تو وہ کہیں گے ہم ظالین ہیں۔ خدا  
 کی بناء۔ حیرا اگر تفریق میں المسلمین ہی ایک بات رہ جاتی تو ایک آفت سمجھی جاتی اسوس تو یہ ہے  
 کہ ایک فرقہ دوسرے کی عزت و ابروریزی کا خوناں ہو جاتا ہے۔ اریٹ تک نوبت پہنچتی ہے  
 مسجدوں میں لڑائیاں ہوتی ہیں۔ مسلمانوں کی دینی جھگڑا کفار کے اجلاس میں پہنچتا ہے۔ اہلک  
 پر مبولاجران جھٹا چارجی یا کر مشن چندر چٹرجی ڈپٹی مجسٹریٹ فریقین کے مولوی صاحبوں سے سوال  
 کرتا ہے۔ آپ لوگ کس اہت کا واسطے دنگا فساد کرتا ہے۔ بد معاش کا مچھاک (موافق) کام  
 کرنے سے ہم بھاگ میں بھیجیگا۔ مولوی صاحب جواب دیتے ہیں حضور خداوند بجا و درست  
 اے خدا ہماری ذلت کہاں تک پہنچی۔ شامت اعمال سے حکومت کی عزت گئی اب ایک عزت  
 اتفاق میں المسلمین کی تھی وہ بھی ان ہوزی نفس پرست نام کے مولوں کے ہاتھوں برباد ہوتی جاتی  
 ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ باوجود غربت اور افلاس کے نہایت ہی ادنی باتوں پر لڑکر مسلمانوں نے  
 ہزار مارو پے برباد کر ڈالے لیکن ان مولویوں کو مسلمانوں پر رحم نہ آیا۔ رحم آو سکے کیونکہ وہ تو خوشامند  
 ہوتے ہیں کہ ایسے جھگڑے پھیلیں اور روپیہ کمانے کا ذریعہ بنکے۔ جب ایسا جھگڑا خوب  
 پھیلتا ہے تو اُسوقت جوش اور ہمدردی (لعنت اس جوش اور ہمدردی پر!) سے بھرے ہوتے  
 مولوی صاحب چندہ جمع کرنے کے لئے کاسہ گردائی ہاتھ میں لئے برسے گلی گلی کو چوک چھرتے  
 ہیں اور برٹے جو شیلے نفلوں میں مسلمانوں کو چندہ کے لئے اُتھارتے ہیں جب چندہ ہزار  
 پانسو جمع ہوا تو مولوی صاحب کے سوا دیا نہ دار خازن کون ہو کہ تاسے دو تین سو روپے تو مقدمہ  
 میں صرف سو روپے وکیلوں خماروں کی نذر ہوئے۔ باقی دو سو روپے مولوی صاحب اپنی بی بی صاحب کے

پاس بیجا کر رہا ہے جس خدا بیوقوف کو زندہ رکھنے تکونزیادت کی کمی ہوگی۔ اس قسم کے نفس پرست مولویوں کی ایک خاص علامت یہ ہے کہ جس طرح اگلے زمانے کے شقی اور صالح کو کافروں کے مسلمان بنانے کی خواہش تھی ویسی ہی بلکہ اس سے بڑھا ہوا ستوق ان کو کلر گو کے کافریا بننے کا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت کا وعظ کئے نو کر دیں گے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَهْوُلُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ يَوْمَئِذٍ يُبْعَثُ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ مِنْ تَحْتِهَا يَنْبُتُ شَجَرٌ يَخْرُجُ مِنْهَا نَاقُورٌ مَاءٌ كَالْهَيَّاجِ فِيهَا خُضْرٌ وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَسَبُهُمْ وَلَا يَلْزَمُهُمْ مِنْ ثَمَرٍ غُلٌّ فِيهَا خُضْرٌ وَلَهُمْ فِيهَا زَوْجٌ مِمَّا يَشَاءُونَ وَلَهُمْ فِيهَا جَنَّتَانِ أَلْفَاظٌ مِثْلُ النُّعْمِ وَمِنْ ثَمَرِهِمَا نَاقُورٌ مِثْلُ الْمُهَيْمَنِ فِيهِ كُنُوزٌ لَا يَحْسِبُهَا النَّاسُ يَصْنَعُونَ أَلَمْ يَجْعَلْ لَكُمْ فِي الْحَدِيثِ مَثَلًا لِيَتَذَكَّرُوا وَأَعِذُوا مِنْ يُضِلُّهُمْ أَصْحَابُ الْأَنْحَادِ لَمَّا كَانُوا فِي السُّبُلِ وَمَتَلَ لَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ذِكْرًا وَمَنْ يَعْزِزْكُمْ اللَّهُ فَكُلُّ شَيْءٍ يُصِيبُكُمْ يَكُنْ مِنْ تَحْتِ يَدَيْهِ وَمَنْ خَلَّصْكُمْ مِنْ يَدَيْهِ فَلَا كَلِمَ تَصُدُّكُمْ عَنْهُ لَمَّا كُنْتُمْ فِي السُّبُلِ وَمَتَلَ لَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ذِكْرًا وَمَنْ يَعْزِزْكُمْ اللَّهُ فَكُلُّ شَيْءٍ يُصِيبُكُمْ يَكُنْ مِنْ تَحْتِ يَدَيْهِ وَمَنْ خَلَّصْكُمْ مِنْ يَدَيْهِ فَلَا كَلِمَ تَصُدُّكُمْ عَنْهُ لَمَّا كُنْتُمْ فِي السُّبُلِ

الذی لہ ذمہ اللہ وذمۃ الرسول ولا خفۃ اللہ فی ذمہ یعنی جس نے مسلمانوں کی سزا و فیلہ کی طرف ٹیڑھی پس وہ مسلمان ہے وہ اللہ و رسول کی ذمہ داری میں ہے پس جو ایسی ذمہ داری میں ہوا اسکو ذیل نکڑا۔ وعظ میں حضرت پر بھی فرمایں گے کہ جس شخص کی زبان پر اخیر وقت کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہوگا وہ عرصہ جنت میں جایگا۔ لیکن جو فوت حمد کی آگ تیز ہوتی ہے جو قوت کافر بنانے والا مادہ جو ش میں آتا ہے تو نہ قرآن یا و پڑتا ہے نہ حدیث۔ اگر اپنے بھائی میں ایمان و اسلام کی نشانیاں دیکھتے ہیں اور ابک نشانی بھی اپنے خیال مابل میں کفر کی پاتے ہیں تو اسکو بے کافریا بنانے چہن نہیں لیتے ہیں۔ واللہ یہ ایسے بخیل ہیں کہ اگر ان کی رائے کے مطابق اللہ جل شانہ لوگوں کو دہل جنت کرنا شروع کرے تو سو اسے معدودے چند کے یہ حضرات کسی کے جنت میں جانے کے روادار نہ ہوں گے۔ گو اس رحمان و رحیم نے ایسے ناپاک دلوں کو جنت کا دار و فہ نہیں بنایا ہے لیکن ان کی یہ قلع ہے کہ ان زمان میں تیرا مہان گویا جنت کا ٹھیکہ لئے بیٹھے ہیں۔ جو شخص ان کے ہاں میں ٹاں ملاوے ان کی ہندگی کا قایل نہو پھر وہ جانا کہاں ہے کھکھائی تیار ہی تو ہے۔ ان کم جنوں کو پوچھو کہ اجمی حضرت آپ نائب رسول ہوئے کا دم بھرتے ہو خدا کے لئے یہ تو بتاؤ کہ آپ نے عمر بھر میں کتنے شراب پیوں شراب چھوڑا ہی۔ کتنے زانی آپ کی سعی و کوشش سے

زمانہ سے بانٹائے۔ کتنے گمراہہ پر آئے۔ کتنے کافر مسلمان ہوئے تو جواب نہ دارو۔ جو خود گمراہ ہو  
 وہ دوسروں کی کیا ہدایت کرے جو خود گمنا ہوں کے پناہ میں گرا ہو وہ دوسرے کی کیا ہدایت کرے  
 جس کے مولیس ذرہ بھرا ایمان نہ ہو وہ کیونکر کسی کافر کو دوسنمیں بھاسکے۔ بات بھی ٹھیک ہے جس کے  
 پاس جو چیز ہوتی ہے وہ وہی دوسروں کو بانٹتا ہے۔ اگلے مسلمان کے پاس زندہ ایمان تھا۔ وہ  
 کافروں کو ایمان دے سکتے تھے۔ ان کے قول و فعل کو دیکھ کر۔ ان کی پاک زندگی کا متغنا طبعی اثر  
 ایسا تھا کہ بے ایمان مشرف بہ ایمان ہوتا تھا لیکن اچھل کے نام کے مولویوں پر پٹ کے بدووں کے  
 پاس ہے کیا؟ جو کسی کو تقسیم کریں۔ ہاں سپٹ میں منوں کفر بھرا ہوا ہے اسی لئے تو وہ آجکل اُسکو بڑی  
 دیر ادلی سے تقسیم کرتے ہیں۔ ان زیر پرستوں نفس کے بندوں شکم کے کنتوں کے پاس جو کچھ ہی انگریزی  
 دان مسلمان اپنے شکوک رفع کروانے جاتا ہے تو بجاے اسکے کہ وہ خود بھی خلق محمدی کے آئینہ کھیتا  
 صرف حضرت کو لالچیلہ ہوتا ہوا دکھیتا ہے اگرچہ کھولکر بچاؤ افت کا مارا کوئی سوال کرے تو کفر کی گولی  
 سے بچکر گھڑانا محال ہوتا ہے۔ حضرت جی اُن بچارے معرئی تعلیم اور یورپین فلسفے کے زخمی کا علاج شفقت  
 و محبت سے کرتے جس طرح کوئی شریف طبیب یا ڈاکٹر مریض کے قابل شرم مرض سے واقف ہو کر  
 پردہ پوشی کرتا اور جی لٹکا کر علاج کرتا ہے حضرت اُن بچارے انگریزی دان سایل کے جانی دشمن ہو جاتے  
 ہیں ہر کس نے ناکس سے یہی بیان ہوتا ہے کہ سنا معاذ اللہ فلان ابن فلان کم نبت ملعون و مرو و ایسا  
 بے ایمان و دہریہ ہو گیا ہے۔ اب فرمائیے کیا اس انگریزی دان بچارے کو ایسے مولوی مباحوں سے  
 محبت ہو سکتی ہے؟ میں سچ کہتا ہوں اسی قسم کے مولویوں نے ہزاروں انگریزی دانوں کو اسلام سے  
 نفرت پیدا کرادی ہے۔ جب وہ برہم دیا پادری سے بحث کرتے ہیں تو تہذیب کے ساتھ بات  
 ہوتی ہے اور یہاں تہذیب چہ کتنی ست کہ پیش مردان بیادیں مولوی صاحب نے  
 شمس ازبغہ میر تقی میر۔ ہدایہ۔ شرح وقایہ تو بہت کچھ پڑھا لیکن تہذیب کا ایک سبق بھی نہیں سیکھا

اسے خدا یہ ممکن ہے کہ یہاں رہو میں اُڑ جائے دریا اُٹھ چال انھیں کرے۔ گو نگے جانور بولنے لگیں لیکن مجھ کو ممکن نہیں معلوم ہوتا کہ یہ نام کے مولوی صاحبان بدل جائیں لیکن چونکہ تو ایسا ہی فلور ہے کہ تجھ سے سب کچھ ممکن ہے اس لئے تیرے یاس عاری یہ وعاسے کہ ان لوگوں کو بد ڈال ما اپنے پاس رہا ہے۔ تاکہ دُعا خالی ہو جائے اور اسن وصلح کی صورت نظر آئے اور مسلمانوں میں کھج تفاق دکھائی دے۔

اسے بارے ناظرین اس چھٹے دتھن کے بیان میں میرا قلم کچھ سیر ہو گیا ہے لیکن جان فرمائیے گا۔ ان ظالموں کے ظلم و فساد کو سارے ہندوستان میں دیکھ دیکھ کر میرا دل پاک گیا ہے۔ بگر کام ہو گیا ہے۔ کیا کروں جب ان کی سرارتوں کو یاد کرنا ہوں تو سارے خون میں ایک سخت حرارت پیدا ہو جاتی ہے لیکن میرے بیان مرقومہ بالا سے کوئی نہ سمجھے۔ معاذ اللہ میں کل علیا ہند کو بڑا کتا ہوں۔ جو دیندار متغی عالم کو بڑا کسے اُسکا سوا سے دوزخ کے کہاں ٹھکانا ہے میں تو ان ہونڈیوں کو کتا ہوں جن پر مولوی کا نام زبردستی سے لگا دیا گیا ہے جن میں ربانی حملہ کی ایک بات بھی نہیں پائی جاتی ہے۔ احمد شہ ہندوستان میں ابے خدا پرست علما زندگیوں میں جھک کر دیکھ کر صحابہ یا د پڑتے ہیں۔ خدا جانتا ہے ان حد کے پاک بندوں کا جب نام یاد آتا ہے نودل کو عجب قسم کا سرور حاصل ہوتا ہے۔ یہ لوگ خدا کی محبت میں یہی بچے نائب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں۔ خدا جانتا ہے میرا ایمان ہے کہ اگر یہ جہاں ایسے پاک دل نرم مزاج خدا ترس عالموں سے خالی ہو جائے تو ابھی قیامت ہو جائے۔ اسے خدا تو ابے بزرگ عالموں کی تعداد بڑھا اور اُن کو ہمتیہ ہمارے سروں پر فایم رکھ۔ آمین \*

ساتواں دشمن ہیکے اور بگڑے ہوئے صفوفی اور شلخ نہیں جب گناہوں سے کسی قوم پر زلت و اہار کی سزا نازل ہوتی ہے تو ہر فرقے کے لوگ بگڑ جاتے ہیں۔ یہی حال ہم

مسلمانانِ ہند کا ہوا ہے۔ ہمارے امر اور وسا، عینِ سرسب میں ڈوب گئے ہیں اُنکے دلوں سے نوحی و جہر دی نکل گئی ہے۔ علما جو ہمارے رہنا تھے، الاما نثار اللہ دنیا کے کپڑے اور قوم کے لڑانے والے بن گئے ہیں۔ مشائخ جو دلوں کے سوار تھے اور اخلافِ درست کرنے والے اور سرارِ انہی کے خزان تھے وہ مسلمانوں کے گمراہ کرنے والے اور گناہوں پر دلیر بنانے والے سلطان کے شاگرد و شاگرد ہو گئے ہیں۔ ان مکاروں کی دات سے بھی اہل اسلام کو سخت صدمہ پہنچ رہا ہے۔ مشائخ جو گذشتہ اسی بزرگواروں کے جاسن ہیں جس کی عظمت ہر ایک دل میں موجود ہے۔ یہ کون ہیں؟ صاحبِ یحضر تاج عبد الغفار جیلانی فیس سرہ کی اولاد ہیں۔ کون ہیں؟ حضرت خواجہ بہاؤ الدین علیہ الرحمۃ کی اولاد ہیں۔ یہ کون ہیں؟ حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کے جانشین ہیں علیٰ بن الفیاس۔ فرمایئے اسے بزرگوں کے جانشینوں کے ساتھ لوگوں کو عظمت نہ ہو تو کس کے ساتھ ہو۔ خواہ مخواہ دل ان کی طرف مڑے گا جانا ہے۔ لیکن اب اُن کی حالت کیا ہے۔ ظاہر صورت مشکل تو استاء اللہ بہت عمدہ ہے لباس کا کیا کتنا ہے سب ٹھیک نہایت درست لیکن اخلاق و ایمان کی کیا حالت ہے اُسکا حال نہ پوچھئے حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان باؤا جانا ہے۔ کوئی خوبی کوئی کمال آپ میں نہیں۔ ہاں کمال کون نہیں ہے۔ شرطِ پنج بہت اچھا کھیلتے ہیں۔ چوسہ میں بھی کوئی بات نہ کر سکتا رمل میں بہت کچھ دخل ہے۔ سمرزم کی اچھی مشائی ہے۔ اچھے خوش آواز ہیں۔ گاتے بہت اچھا ہیں۔ غزل ٹھمیراں نہراؤں آکھو باؤ ہیں۔ حالِ قبال کی مجلسوں میں گھنٹوں آکھو و جہر رہتا ہے جب وجد آتا ہے اُسوقت کس خوبصورتی سے اور کس انداز سے خراماں خراماں چلتے ہیں کہ دیکھ کر دل لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے۔ غرض یہ سب کمالات ظاہری آپ کے ہیں۔ باطنی کمالات کے بیان کرتے ہوئے شرم و حیا مانع ہوتی ہے۔ ان کمالات کو حضرت کے چار دیواری کے

یہ دے ہی میں بند رہنے دو اگر اس سوال کیجئے کہ ان کی عربی دانی کیسی ہے کو کچھ بھی نہیں کہو۔ آپ کا علم قرآن کہ سب سے سو سوا طوطی کی طرح پڑھنے سے سکے اور کچھ نہیں جانتے اور جاہل کہہ کر؟ کیا اسرار و معارف قرآنی کہی بدکاروں کی ٹھکانی ہے؟ لا یمسہ الا المطہرون قرآن محمد کے اسرار اور اکیسوں پر رہتی انفقار ہو سکتے ہیں اور اللہ صاحب بھی اُن ہی لوگوں کی برائیوں کو کھولتا ہے جن کے دل گناہوں سے آلودہ و صاف نہیں۔ مومن کامل کی برائی ساری ہے کہ اُس کے خواہے کفر کے ہوئے ہیں دیکھنا صاحب کہ ان حضرات کے خواہے کیا ہے جس سے جواب بریانی کے سچے جواب نہاد ہی کبھی نظر آئے ہوں۔ سچا جواب دیکھئے وہ حوال کا سچا معاملہ کا سچا اور دبا بند ہو بہاں یہ سب خوبیاں مفقود۔ اچھا مومن کامل کی دعائیں اگر قبول ہوتی ہیں ان حضرات کی دعاؤں کا کمال حال ہے، ہر دعاؤں میں سے نادمہ دعا قبول ہوتی ہیں۔ اور ہوں کیونکہ اللہ جل جلالہ کو لو بہار سے لگتے ہیں وہ دعا کرنے والے عورتوں اور گھڑاڑتے ہیں جن کے دلوں میں فروسی اور اکساری ہے۔ اللہ پاک مغفروں اور سخی باروں کی طرف کب نظر رحمت سے دیکھتا ہے؟ مومن کامل اور عارف کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اُس کو کمال الہی کی عزت حاصل ہوتی ہے۔ شاید بر حضرات اس سرف سے مسترف ہونگے لیکن سوائے خطرات شیطانی کے خطرات جہانی کا گدہ ہی کہاں ہے۔ خیر یہ پرادے گدی متین ایسی ہی بد اعمالیوں میں گرفتار ہوتے تو مجھ لیا جانا کہ جس طرح جھڑے تیار اوسے۔ نواب زادے بدکاری اور شیطانیستی میں گرفتار ہو کر قوم کے لئے بُرے، مومن اور مثال میں سے ہی بہ بھی ہیں۔ اوجھک کچھ ضرور نہ تھا کہ دشمنان اسلام میں اکوٹھا کرتا لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ان کی تفرامین ان کی بدکاریاں ان کی حالت تک ہی محدود ہیں بلکہ ان کے دعوہ دلوں کی روج سے محبت صدر اسلام کو پہنچ رہا ہے۔ ان میں اکثر کا عقیدہ ایسا ہے کہ اُس سے شرکوں کو ہی نکال دیا ہے عیسائی متین ہی خدا پر فراعنت کرتے ہیں۔ ہندو متین گر ڈھدا بنا کر راضی ہو گئے ہیں لیکن ان



بچڑھے ہوئے صوفیوں کے خداؤں کی گنتی کو ان کا شیطان ہی حاسے۔ کل ابنیا خدا کل اولیا خدا  
 کل انسان خدا۔ کل جوان خدا۔ غرض سب کچھ خدا۔ یہ صوفی لوگ شیطان ملعون کو بہت ہی اعلیٰ درجے کا  
 خدا سمجھتے ہیں۔ ہنود۔ دربار۔ بہار۔ ورجت وغیرہ کو بھی خدا جانتے ہیں لیکن اپنے کو خدا کہنے میں شائے  
 ہیں لیکن یہ صوفی لوگ من خدا ایم من خدا ایم کے گنت پر اسہ مست ہوتے ہیں کہ فرعون بھی کبھی ہنوا  
 ہو گا۔ آجکل یہ صوفی لوگ واعظ بھی سے ہیں مسجدوں میں اسی قسم کے مسائل کا وعظ ہوتا ہے واللہ میں نے  
 شہر کلکتہ کی ایک بڑی مسجد میں ایک اسی قسم کے واعظ کو کتنے شاکر مرے کو سامنے رکھ کر خزانہ کی  
 نماز کبوں پڑھتے ہیں۔ لو اس باریک بھید کو ہم سے سمجھو اجمی وہ خدا نہ ہو گیا اس لئے۔ اسے ناظر یہ آپ  
 سمجھ سکتے ہیں کہ اس قسم کے عقاید جو سراسر خلاف تسلیم قرآن مجید ہیں اور جو کیا رنگی دین اسلام کو زبردور  
 کر ڈالنے والے ہیں ان کے پھیلنے سے کیا کسا خرابیاں مسلمانوں میں نہیں پھیلیں گی۔ وہ آدمی جو خود  
 کو خدا سمجھے گا اس کو کسی گناہ کے ارتکاب سے مانع کیا چہر ہو سکتی ہے۔ اللہ کی نیاہ آجکل اس قسم کو دہریہ  
 عقاید کی اتاعت بڑے رور و شور سے ہو رہی ہے۔ ان صوفیوں میں سے اکثر کا عقیدہ یہ ہے  
 کہ معاذ اللہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چکا۔ خود خدا تھے۔ اس لئے مصنف قرآن مجید  
 آپ ہی تھے۔ یہ بد معاش و عظول میں جھوٹی حدیث سناتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے  
 خود فرمایا ہے کہ میں احمد بایم بھی ہوں یعنی احدا یا خدا ہوں۔ ایک واعظ صاحب اسی قسم کے وعظ  
 میں فرماتے گئے ۷

ظاہر میں ہنود اور ہر اشکل عرب میں باطن میں نہیں فرق ہے کچھ رب یعرب میں  
 ایک صوفی صاحب جن کے مریدوں اور معتقدوں کی تعداد بہت بڑی تھی واللہ مجھ سے کہنے لگے  
 کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ اللہ سے زیادہ ہے۔ کلکتہ کی ایک نامی مسجد میں ایک  
 عرصے تک اسی کا وعظ ہوتا تھا کہ محمد رسول اللہ پہلے ہونا چاہئے اس کے بعد لا الہ الا اللہ کیونکہ محمد ہی نے

اللہ کو ظاہر کیا جسکا ثبوت پڑا اسکا ذکر مقدم ضرور ہے۔ حضرت واعظ صاحب کے اس بیان پر سبکدوش مرید اور معتقد وجد کرتے تھے۔ پیارے ناظرین کیا اسلام پر کوئی زمانہ ایسا بھی گذرا ہے کہ جب اس قسم کے عقاید کا وعظ مسجدوں میں ہوتا رہا ہے۔ واللہ مجھے کلکتہ میں چند دیندار مسلمانوں نے رورور کر کہا کہ جب سے موزی صوفی نے وعظ شروع کیا ہے سیکڑوں نمازی بے نماز ہو گئے اور گناہوں اور شرارتوں پر بہت ہی دلیر ہو گئے ہیں اے خداؤ! ان موزی صوفیوں کے قحطے سے اسلام کو بچاؤ! واضح رہے کہ میں آجکل کے کل سجادہ نشینوں اور صوفیوں کو برا نہیں کہتا۔ اللہ کے فضل سے بعض ان میں سے نہایت متقی اور پرہیزگار بھی ہیں۔ مجھ کو خود ایسے صوفیوں سے بہت بڑا فیض حاصل ہوا ہے اللہ نے مجھ کو ایسے صوفیوں سے بھی ملایا ہے جن کی وجہ سے میں اسلام پر مضبوط ہو گیا ہوں جن کی تعلیمات کا اثر میں ابھی تک ہے میں ناپا ہوں۔ ایسے ہی پاک باطن صوفیوں کے پاک کلام کو سنکر میں نے سمجھ لیا ہے کہ کل مسلمانانِ دہر کو وہ مجملہ مسلمانی در کتابہ نہیں ہے بلکہ اس کتابی اور پریشانی کے وقت میں بھی مخلص بے یابے نفس اسلام کے سچے عاشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے سچے فدائی سے دنیا خالی نہیں ہے۔ واللہ علیٰ دلالت۔

اے پیارے ناظرین غور کرو آج ہندوستان میں اسلام کا کیا حال ہے۔ وہ دین اسلام جس کے رواج دینے میں ہمارے سردار دیشوا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کڑی تکلیفیں اٹھائیں آپ کا سارا جسم مبارک زخموں سے چور چور ہوا۔ آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ آپ کا جسم اطر ہوا لہا مان ہوا۔ آپ کے پیارے عزیز دوست دشمنان اسلام سے لڑا کر کعبے بعد دیگرے شہید ہوئے۔ وہ دین اسلام جس کے رواج دینے کے لئے صحابیوں نے اپنے خون کے لئے بہائے وہ اسلام جسکو ہمارے اگلے بزرگ ہزار تکلیفیں و مصیبتیں اٹھا کر ہندوستان میں لائے تھے اسلام کا بلوغ آج لٹ رہا ہے۔ اے خدا! آج ہمارا دین ایسے سخت محاصرے میں پڑ گیا ہے کہ

ایسا محاصرہ شاید کسی زمن کے ماساء کو دیکھنے کا موقع ملا ہوگا۔ جارڈنٹس تو ابھر سے حملے کر رہے  
ہیں اور تین تین ملے کے اندر اسکی ساہی کی فکر کر رہے ہیں۔ ہے کوئی جو اس سکیل اسلام کی  
فریاد کو سنے۔ اے خدا کا اسلام ہندوستان سے رخصت ہو جائے گا۔ اے اکا کبا ہمارے  
اقبال کا زمانہ پھر۔ ٹوٹیکا۔ اے خدا ہمارے دمس کسے ہیں کہ اب اسلام مر گیا کیا خضعت میں بچھ  
کو ہی منظور ہے۔ اے۔ بولی کون ہی ذلت کون سی رسوائی باقی ہے جو ہم ہندوستان کے مسلمانوں  
کے لئے اٹھا رکھی گئی ہے۔ ہمارے کوئی ہے جو اس عجز اور اسلام اس مخمری آدم صلم کے اس اڈکر  
حاما اور ہمارے حال زار کی خبر نہ لے۔ خدا کیا تیرے فوشنے ہندوستان کے مسلمانوں کے حال زار  
کی اطلاع حضور علیہ السلام کو نہیں کرنے۔ کیا حضور ہکھو بھول گئے ہیں کیا ہماری بد اعمالیوں کا حال انکر  
حضور بھی بخندہ ہو گئے ہیں۔ کیا رحمتہ اللعالمین ہے ہکھو دل سے بھلا دبا ہے۔ اے خدا کیا ہم  
میں کوئی بھی دل الازندہ مہبن جو ہماری مغموم و برتبان حالت یراب کو اٹھ اٹھ کر قوا اور اسکی گریہ و  
نالہ پر بچہ کو اسے رحمن رحیم رحم تا اور پھر تو اڑے ہو کے باغ اسلام کو دوبارہ لانا۔ ہمارے اب اسلام  
کی یہ حالت ہے تو کلیجہ پھاڑا اور جلاؤ۔ اگر اہل اسلام سے کچھ بھی انجوت و محبت ہے تو چلی میدان  
میں سب نکل چلیں سرخاک ڈالیں۔ ذلیل صورت بنائیں خاک پناک رگڑ رگڑ کر روئیں اور اللہ سے  
رور و کر التجا کریں کہ اب وہ ہم پر رحم کرے۔ صاحبو پانی نہیں برتا ہے تو جماعت کے ساتھ نماز  
پڑھتے ہو۔ میدان میں نکل جاتے ہو۔ لیکن ایک عرصے سے رحمت الہی کا برنا بند ہو گیا ہے اسکے  
لئے کچھ بھی نہیں کرتے ہو۔ اے خالق۔ اے حی و سیوم خدا تو ہم میں چند آدمیوں کو تو لایا کچھ نہیں  
دے کہ ہماری پریشانی اور اسلام کی تباہی پر روئیں۔ اے خدا تو ہم میں چند ایسے آدمیوں کو  
تقاکم کرجن کو ہماری حالت زار پر سچا ترس آوے اور ان میں صحابہوں کے ایسے درمندانہ دل  
پیدا کر دے کہ ان کو ہماری روحانی حالت دیکھ کر رات کو نیند نہ آوے۔ ہاں وہ مرثیہ جس کو

میں پڑھ کر تمہیں روئے اور جہانے کے لئے کہا ہوں یہ ہے۔

## ہر شب

سر بر نساں عالی اسلام و فخط المسلمین  
سخت شورش اعدا و اند جہاں از کفر و کس  
مے زانند عیب ما و ذاب جبر المسلمین  
ہست و زمان امام پاک بازان کسہ حس  
آسمان را می سوزد رنگ بار و بر زمین  
حیث عند سے میتیں حق اے مجمع المنعمین  
دیں حق ہمار و بکس میجو زین العباد بن  
دیں چنین ابر شما و حبیبہ دنیا رہیں  
عالمے را و امانید اندرہ و یو یسین  
از سفاقت می کنند کدی باس و بن متین  
مدد ہاراں جاہل گشتند صید الماکر بن  
شومی اسال شاں آورد اما حم نہیں  
باز چون آہ ساد ہم ازین رہہ بالقبین  
باز کے ہمیں اُن فرخندہ ایام و سنین  
کثرت اعداے ملت ملت الصاد دین  
بامرا بردار یارب زیر مضام آتینین  
مگراں را حیت کم کن رویتن نہایت بہین

مے سوزد گزخوں بیار و دیدہ ہر اسل و تر  
دین حق را گروس آمد صغباک و سہلبس  
آنکہ نفس اوست از ہر جہ و حوی بے نصیب  
آنکہ در زندان ناباکی اس مجبوس و اسیر  
تیر بر معصوم می بار و جیت بدکھر  
بر جنبہاں سما اسلام در خاک اوقتا  
ہر طرف راست جوتال میجو افواج زینہ  
اے مسلماناں جہاں انا مسلماناں جہاں ست  
یاد ابامیکہ ایں دین مرجہر کسیتس بود  
ایں زمانے آنچنان آمد کہ ہر ابن الجہول  
صد ہاراں بلہاں اند دین برین و نذر خست  
اں زبان دولت و اقبال انیاں در گزشت  
اندرہ دین پروری آمد عروج اندر خست  
یا آئی مار کے آید ز تو و منب مدو  
ایں و فکر دین احمد مغر جان لگدخت  
اے خدا زود آو برا ابر نصرت ہمار  
اے خدا فورہ ہی از مشرق رحمت برآر

اسے ناظرینِ اشد پاک کو مسلمانانِ ہند کے حالِ زار پر رحم آیا۔ اللہ سے وعدے کو یور کیا  
اُس نے کہا تھا انا احسب ان لا یخلفون یعنی قرآن مجید کے اتارنے والے ہم ہیں  
اور ہم اسکی حفاظت کریں گے یعنی تحریف و تبدیل سے بچائیں گے اور اس کے یہ بھی حصے ہیں کہ قرآنی  
تعلیمات کو بھی عارت ہونے نہیں گے کہ چونکہ صرف کاغذ و روشنائی کی حفاظت اگر ہوتی تو  
کون سی بڑی امت غبی اللہ کو یہ بھی کہنا ہے کہ نہ صرف قرآن مجید کے ظاہری الفاظ ہی محفوظ رہینگے  
بلکہ مطالب قرآن یعنی دین اسلام بھی براب ہونے سے محفوظ رہیگا اور کیوں نہ ہو جب اللہ پاک نے  
فرمادیا کہ ان الدین عند اللہ الاسلام یعنی اللہ کے پاس مقبول دین اسلام ہی ہے۔ جب مقبول ہے  
تو اسکا غلبہ اور ایوان پر ہونا ضرور ہے۔ پھر اللہ جل شانہ نے یہ بھی فرمایا کہ هُوَ الَّذِي ارْسَلَ رَسُولَهُ  
بِالْهُدٰى وَذِيْنَ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلٰى الدِّیْنِ كَلِمَةً یعنی اللہ تعالیٰ نے جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی  
اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ دنیا میں بھیجا تا آپ دین اسلام کو سب ادیان پر غالب  
کر کے دکھادیں۔ سو الحمد للہ اہل اسلام ہر زمانے میں ہر میدان میں غالب رہے سب ادیان پر اسلام  
کی فوقیت ظاہر کرتے رہے۔ جس زمانے میں جنگ و جدال کا زور شور تھا اور جنگی بہادر ہی بل  
عزت و توقیر تھے اسوقت مسلمانوں نے سارے جہان پر دکھادیا کہ وہ اپنے دین کی صداقت کو طہر  
سے ثابت کرنا شروع میں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل ہونیکلی وجہ سے دس سے سو کا اور سو سے ہزار  
کا مقابلہ کر کے فتح حاصل کرنا کو طیار میں چنانچہ سارے جہاں نے اُن کے اس دعویٰ کے آگے سر  
مجھک دیا۔ پھر زمانہ ایسا علمی تحقیقات اور کتابوں کی تصنیف کا۔ الحمد للہ مسلمانوں نے سارے جہاں پر  
اس میدان میں بھی اسلام اور اہل اسلام کا غلبہ ثابت کر دیا۔ اب زمانہ ہے عقلی اور فلسفی دلائل کے  
زور کا۔ اب زمانہ ایسا ہے سخت گمراہی اور وہم پرست کا۔ انشا اللہ اس زمانے میں قرآن کریم کے  
باطنی اسرار و لطایف کے ظہر کا وقت ہے اور قریب ہے یہ معجزہ قرآنی ظاہر ہو کر سارے جہان کے

فلسفہ کو دلیل و رسوا کر دے انشا اللہ تعالیٰ اب مسلمانوں سے حرق عداوت کے طور پر وہ کرامات  
ظاہر ہونے والی ہیں کہ سب دہریوں کو ساکت و سترنگون کر دیں گی۔ اب وہ زیادہ آگیا ہے کہ حضرت  
مسیح موعود علیہ السلام آسمان سے یاہوں کئے آتی امید کے ساتھ شرف لائیں اور برائیں اور  
دلیل قرآنی سے اُس قوم کو روحانی سکس دیں جو عیسائی ہونے کا دعویٰ کرتی ہے لیکن حضرت  
عیسیٰ علیہ السلام کی ایک خوبی بھی ایسے میں نہیں رکھتی۔ اب وہ رملہ آگیا ہے کہ حضرت مہدی  
علیہ السلام ہر ایک کو نکل ادیان والوں کے پاس پہنچا کر مسیح اسلام کا تقارہ جو آئیں۔ لاکھ لاکھ شکر اُس  
رحمن رحیم خدا کا ہے کہ اُس نے عین ضرورت کے دم ہماری شکری کی اور ایک ربر دست  
مجدد سے ہماری کمک کی۔ لیکن قبل کہ اس متحدہ ریسمان کے کچھ حالات بیان کروں کہ وہ کہاں  
ہیں اور کہاں رہے ہیں۔ ناظرین معاف فرمائیں گے اگر بہترین مختصر طور پر کچھ اپنا حال سنائے۔ گو  
اس وقت کچھ حالات ذالی کا بیان ظاہر اے موفع معلوم ہوگا لیکن ذرا غور سے ٹیٹھنے سے ظاہر  
ہو جائیگا کہ جو کچھ بیان کرنا ہوں وہ ہرگز بے موقع نہیں بلکہ نہایت ہی ضروری ہے ۛ

## کچھ حال اس خاکسار کا کہ خستہ مہمٹی کو کیوں کر ڈھونڈھا اور کس طرح پایا

اے ناظرین اس کترین کی حالت عجیب و غریب ہے۔ یہ حقیقت میں عجائبات عالم سے ہوں  
اللہ مجھ کو ایک عجیب حیرت انگیز رحمت دکھانا ہے۔ وہ خود میرا معلم بنا اپنی رحمت و عنایت  
کو عجیب طور سے ظاہر کرتا رہا۔ میرے ہر وطن جب کہ کسی اُس پر غور کرتے ہیں تو خدا کی قدرت کے  
قابل ہو جائے ہیں اکثر تو مولانا دوم کا یہ شعر پڑھنے لگتے ہیں ۛ

شکر از نئے میوہ ارچوب آوری از می مردہ بتے خوب آوری

میری پیدائش بروز جمعہ تیر ۱۲ اکتوبر ۱۷۵۷ء مطابق ۸ محرم ۱۱۶۹ھ ہجری النبوی ایک ایسے شہر میں ہوئی جو جہالت و گمراہی میں ہندوستان کے سب شہروں پر غالباً سبقت لیکھا ہے۔ شرک و بدعت کفر و ضلالت کا جیسا بازار یہاں گرم تھا کسی نہر میں نہ تھا۔ جس علما میں مجھ کو امداد نے پیدا کیا وہ شرک و کفر بدعت اور ہر قسم کی مصیبت میں نے متل تھا۔ جب میں نے اس حمان کو دیکھا نہ شروع کیا تو اپنی چاروں طرف گمراہی کے سوا اور کچھ نہ دیکھا۔ لیکن بہری طبیعت میں بیکزاجی اور زناہت کو غیر معمولی طور پر دیکھ کر لوگوں کو ہمیشہ حسرت ہوا کرتی تھی۔ سارے خاندان میں کوئی لکھا پڑھا نہ تھا تھے سب نام کے مسلمان اور اسلام کی ساری ہدایتوں سے کوسوں دور۔ مجھ کو نہیں معلوم کہ کسی سحر کا یہ میرے رشتہ داروں نے مجھے کتب میں بٹھا دیا۔ مکتب میں میری زناہت کا شہرہ ہوا اُس غیر معمولی ذہن کی وجہ سے تھوڑی بہت اُردو فارسی عربی سیکھی پھر اسکول میں انگریزی پڑھنے لگا۔ ہر امتحان میں کامیاب ہوتا گیا۔ انعامات کے پانے میں سب سے بڑھا ہوا رہتا تھا۔ میرے محلِ ساتھی سوا چند شریف طبیعت کے مجھ پر رشک اور حسد کہا کرتے تھے۔ یہ بلا بھی تک میرے ساتھ ہے جب مر جاؤں گا تو اس بلا سے نجات ہوگی ۱۵ اسی رشوائی طبع تو بر من بلا شدی غور و فکر کا فطرتی مادہ تھا انگریزی تعلیم نے اس کو اور بھی تیز کر دیا۔ دین کی باتوں کی طرف جب غور کیا تو ہزاروں اعتراض پیدا ہونے لگے۔ میں اُن بیوقوفی دشمنوں کے (جن کا میں نے اوپر تذکرہ کیا ہے) محنت حملوں میں گرفتار ہو گیا تھا اگر خدا کی عنایت شامل حال نہ ہوتی تو بس کہاں سے کہاں چلا گیا ہوتا۔ انٹرنس پاس کرنے کے بعد مجھ کو نکتِ بچپنی پیدا ہوئی اور کئی روز تک میرے دل سے از خود یہ دعا نکلتی رہی کہ اے خدا تو میری مدد کر اور میری روحانی تکلیف کو دور کر۔

مصعبہ ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو۔ خود اداک نے دعا کر دائی اور خود قبول کی۔ ایک باخدا درویش سے ملاقات ہوئی۔ اُس کی ملاقات سے مجھ کو بہت بڑا فائدہ ہوا۔ اس بزرگ

سے مجھ کو دو بین انہیں حاصل ہوئیں۔ جس سے میں ابھی تک فائدہ اٹھا رہا ہوں۔ سچی دعا کس کو کہتے ہیں۔ میں نے عملی طور پر اُس سے سیکھا ہے۔ اللہ کے پاس رونا اور کلپنا بھی اُسی سے سیکھا ہے۔ اور خدا کی رحمت و عنایت کا ہاں اُس زندہ دل درویش سے سُنا کر اُسکے چہرے پر محبت کی جھلک چمک اُس کے محبت آمیز غزلوں اور گیتوں کو سُنا کر میرے دل میں خدا کی محبت کا دانہ لو با گیا۔ مجھ کو اب سا معلوم ہونے لگا کہ وہ حقیقی و قیوم ہر وقت میرے ساتھ ہے اور ہمیشہ اُسکی عنایت میرے ساتھ ہے۔

خدا کی سچی محبت نے مجھے تیغیت علی الخلق کا مادہ پیدا کیا۔ میں اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے لئے جناب باری میں بہت الحاح و زاری کیا کرتا اور اپنے کل موطنوں کی حالت زار پر رویا کرتا تھا۔

الحمد شہ میرے مہربان الہام نے میری عاؤں کو قبول کیا اور میرے عزیزوں اور رشتہ داروں کی اخلاقی حالت میں عجیب و غریب تبدیلی کر دی۔ سوا ایک کے کوئی بھی اُن میں نمازی نہ تھا لیکن الحمد شہ اب سات برس کے عمر کے لڑکے سے لیکر ستراتی برس کے بوڑھے تک چنگاہ سار کا پابند ہے اور سب کے سب گناہوں سے تائب نظر آئے ہیں جہاں علم کا نام و نشان نہ تھا وہاں صبح کو ہر مکان سے قرآن مجید کی تلاوت کی آواز آنے لگی۔ میں کن زبان سے اپنے مالک کا شکر ادا کروں اُس نے میری اتنی دعاؤں کو قبول کیا ہے کہ اگر میں اُن کو شمار کرنا چاہوں تو واللہ میں نہیں کر سکتا۔ تصنیف کی خواہش میرے دل میں اُس وقت پیدا ہوئی کہ جب مجھ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کتاب چھپتی کس طرح ہے۔ تیرہ برس کی عمر میں میں نے ایک کتاب تصنیف کی بھی ۱۲۸۷ھ کی تصنیف کی ہوئی کتاب میرے ماتھے کی لکھی ہوئی موجود ہے جس کو دیکھ کر مجھ کو سخت حیرت ہوتی ہے کہ خداوندِ احب میں اتنا بڑا تھا کہ مجھ کو مچھو ڈاٹھی بھی نہیں نکلی تھی اُس وقت میں اپنے موطنوں کے لئے روتا تھا اور اُن کے ایمان کے لئے اور اخلاقی اصلاح کے لئے دعائیں کرتا تھا۔ عین اُنہی کا مادہ کچھ ایسا زور آور ہوا کہ الف۔ اے کا پڑھنا مجھ سے چھوٹ گیا۔ سرکار سے



مجھ کو ولیف بھی ملتا لیکن میں سب کو چھوڑ چھاڑ آزاد بیٹھ گیا۔ اُس وہ سہری عجب حالت تھی۔ دو چیزیں میں نے پائی تھیں۔ خدا پر توکل اور دُعا۔ سن یہ دو دوسرے بند ہو گئے تھے ان دونوں باندوں کے درمے میں کسی سے نہیں ڈرتا تھا۔ بغیر تحقیقات و تجسس ہندو پنڈتوں کے ساتھ ملتا تھا۔

گر جا میں بہن تھا برہمنوں میں بہن تھا۔ تہر میں میں تھا۔ جنگلوں میں میں تھا۔ مجھ کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب ہرے ایمان کے بیڑے کو کسی طوفان کا خوف نہیں تھا۔ ایک رس تک میں سرگردان بھر رہا تھا۔ متفرق مذاہب کی سیر مجھے الاک نے اس لئے کرائی کہ اُس کے علم میں میرے لئے دعا کا کام مقدر تھا۔ احمد علی زالاک <sup>۱۸</sup> عیس میں نے اپنے وطن شہر جھانگلپور میں عجمی شری کیا۔ سناج کے بنی طلب معاش کی ضرورت ہوئی۔ پٹنہ شہر کے ایک سکول میں ڈپٹی ماسٹر کی عہدہ ملا۔ غرض <sup>۱۹</sup> عیس میں ٹپن میں ڈپٹی ماسٹر کی حیثیت سے رہنے لگا۔ یہاں مجھ کو اُس بزرگ سے ملاقات ہوئی جس کو صوبہ بہار کا مہتاب کہنا جاتا تھا۔ مجھ کو اس بات کا غور ہے کہ جناب قاضی حاجی سید رضا حیدر صاحب مرحوم و مغفور سابعی منل عنایت فرما اور دوست اللہ یادگار نے مجھ کو عنایت فرمایا تھا۔ جناب قاضی صاحب مرحوم مجھ سے بہت راضی ہے۔ قاضی صاحب کو ظاہر ایک نیندا اور خوشحال رہیں تھے لیکن انہوں نے اپنی درویشی اور فقر کو بالکل چھپا رکھا تھا۔ قاضی صاحب کو علم عربی میں اچھی لیاقت تھی۔ قرآن مجید اور مولانا روم کی مثنوی سے انکو خاص محبت تھی۔ قرآن مجید کے درس کے لئے تو انہوں نے ایک خاص جلسہ جاری کر رکھا تھا۔ جناب قاضی صاحب نہایت ہی ذہین اور باریک فہم آدمی تھے۔ مجھ سے اور قاضی صاحب سے اکثر سیال میں مباحثہ رہا آخر ہوتے ہوتے جو اعتراض و شکوک میرے دل میں تھے۔ سب ایک ایک کر کے میرے دل سے دور ہوئے اور میں سچا اور پکا مسلمان ہو گیا۔ صوفیہ طریقہ کی ریاضتوں میں بھی قاضی صاحب سے میں نے بہت کچھ حاصل کیا۔ قومی ہمدردی کے کام بھی جو کچھ ممکن تھے میں اُن میں نہ کبھی کوتاہی کرتا تھا

سرٹپہ میں فاد عام کوئی ابا جلسہ نہ تھا جس میں میرا بیان نہ ہوتا ہو کتابیں بھی ہیں بھنسنے کی  
کیں دوسرے ہندوستان میں پھیلیں۔ فوت فیصلہ تھریک۔ سیرنوی وغیرہ اسی زمانہ کی  
تصنیف ہیں۔ پٹنہ میں کئی اخبار کا اڈیٹر بھی رہا۔ سکول کی ملازمت میں رہنے سے اور قاضی  
صاحب کی صحبت ہانے سے فائدہ تو ہوا لیکن میری محبت کا دلور جو خدا کے ساتھ تھا وہ بہت  
کم ہو گیا۔ یہاں تک کہ میں نماز کا بھی پورا پورا بند نہ تھا۔ پٹنہ میں میں ایک فلاسفر کی زندگی بسر کرتے  
لگا۔ لیکن اس قسم کی زندگی سے میں راضی نہ تھا۔ اندرونی پلیدی اور گناہوں سے مخلصی پانے  
کا اضطرابی جوش لاحق حال تھا تھا۔ مشائخ عریں اشد پاک کی عنایت خاص کا نزول ہوا۔ میں  
تین دن رات اپنے گناہوں پر روتا رہا اور اللہ سے بتا ہمد کیا کہ اب نماز پورے طور سے قائم  
رہو گنا اور گناہوں سے تائب ہو گیا۔ یہ زمانہ بھی ایک عجب تبدیلی کا زمانہ گذرا ہے۔ میں ایسا  
بدلتے لگا کہ میرے ساتھیوں کو حیرت تھی۔

اُسے رحم کرتے نہیں لگتی بار نہ ہو تجھ سے یا یوس امیدوار  
گناہوں سے دل پاک ہو جانے اور رات دن ذکر الہی میں مشغول ہونے سے اور سچ پوچھو تولو  
تعالیٰ کی خاص عنایت کی وجہ سے دل میں شوق ہوا کہ ایسی کتابیں نیا کروں کہ جن میں اس  
طرح سے اسلام کی خوبیاں لکھی جائیں کہ جس سے مغربی تعلیم و یورپین فلسفہ کے بد اثر سے بچکر  
مسلمانوں کے نوجوان تباہ ہونے سے محفوظ رہ جائیں۔ پہلی کتاب معراج المؤمنین  
لکھی۔ یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ میں خدا کا کسبان سے شکر کروں۔ پنجم جماعت اسلام کی  
دسی کتابوں میں اس کا انتخاب درج ہے۔ بنارس میں ایک صاحب نے اسکو چھاپ کر تقسیم  
کیا۔ بنگلور میں انجمن سیٹھ صاحب نے چھپوا کر تقسیم کیا۔ نماز پنچگانہ کی خوبیاں اس سے  
میں کچھ اس طرز سے اللہ نے مجھ کو سمجھائیں کہ بہت سے بے نمازی اسکو پڑھ کر نمازی ہو گئے۔

۶۔ درہی مشاعرہ کو مغرب کے وقت یکایک اللہ جل شانہ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ اب تو اسکول کی ملازم سے دست بردار ہو جا اور باقی عمر واعظ اسلام کی جنبش پس کر پس میں نے اس نہایت ربانی کے بموجب ہڈ مارٹری سے استعفا پیش کر دیا۔ اسکول کیٹی کے سکریٹری میرے شاگرد و دوست تھے مجھ کو بہت سمجھاتے رہے۔ پٹرے کے کئی شفیع دوست نہایت محبت سے مجھ کو ہدایت کرتے رہے کہ لگی نوکری کو چھوڑنا نہیں چاہئے۔ جو لگی وزی کو لٹ مارتا ہے وہ غضب الہی میں گرفتار ہوتا ہے۔ لیکن میں ان پیارے دوستوں کو کیا کہتا۔ حالت برہمی کہ خدا ہی کی ہدایت سے خدا کے واسطے نوکری چھوڑنا تھا تو میں کیونکر دل میں یہ شک لاتا کہ اللہ میرے رزق کو بند کر دینگا۔ میں نے ایک ماہواری رسالہ نام لاسلا جاری کیا۔ پہلے تو پٹینہ میں کئی وعظ بیان کئے اُس کے بعد کلکتہ گیا یہاں پہلا انگریزی وعظ ہوا جس میں ایک نامی شخص بن چند پال پروفیسر سیٹی کالج قریب تھا کہ دین اسلام قبول کرے اور انگریز پادریوں نے بڑے جوش کے ساتھ اسلامی صداقت کی تائید کی۔ اس دھوم کے جلے کا ستھرہ ہوا۔ انگریزی اخباروں میں اُسکا چرچا ہوا۔ ڈھاکہ کے نوجوان مسلمانوں نے مجھ کو ڈھاکہ بلوایا۔ ڈھاکہ میں ایسی نصرت آئی میرے ساتھ ہوئی اور لکچروں کا ایسا اثر ہوا کہ ہمیشہ کے لئے اُس شہر میں باوجود کار ہے۔ اس زمانہ میں روحانی برکات کا نزول تھا۔ لیکن میری مالی حالت نہایت بری تھی۔ وعظ کی نئی زندگی میں مجھ کو پہلے سال پندرہ روپیہ ماہوار ملا بھلا جس شخص کی ماہوار آمدنی سو روپیہ ہو وہ پندرہ روپیہ ماہواری میں کیا کر سکتا۔ قرضدار ہو گیا۔ یہ میرے اوپر خدائی امتحان کا زمانہ تھا۔ الحمد للہ کہ اللہ نے مجھ کو اس امتحان میں پاس کیا۔ خدا کی ایک عنایت کو بیان کر کے اُس کے شکر کرنے کو بیاختہ بھی چاہتا ہے۔ میرے خلی کو ۱۱ برس گندہ چکے تھے لیکن مجھ کو ایک اولاد بھی نہ ہوئی۔ میری اہخانہ کو پورا یقین ہو گیا کہ وہ قادر ہیں

لیکن جب میں نے اشد کی نوکری اختیار کی تو اس نے میلے سال میں ہی ایک لڑکا عنایت کیا جس کا نام احمد رکھا ہے اور اس وقت سات برس کا ہے۔ اردو فارسی پڑھتا ہے اور قرآن مجید حفظ کرتا ہے۔ رسالہ نور اسلام کے خریدار ٹرہتے گئے۔ قریب پانسو کے خریدار ہو گئے۔ میرے رسالوں کے مضامین پڑھ کر میرے غلطوں کو سن کر منیچے کے کئی صاحب کہنے لگے کہ ہر جہی میں ایک مجدد ہوتا ہے۔ جن علی معلوم ہوتا ہے کہ اشد کی طرف سے مجدد پیدا ہوا ہے۔ ہو گئی مدرسے سے ایک مشہور عالم نے مجھ کو لکھا کہ حضرت امام غزالی نے جو کام اپنے زمانہ کے لئے کیا وہ کام تو اس زمانہ کے لئے کر رہا ہے۔ گو چاروں طرف سے تحسین و اور بن کی صدائیں آ رہی ہیں لیکن میں اتنی تھی لیکن میں خوب سمجھتا تھا کہ میں وہ نہیں ہوں جس کو یہ لوگ تلاش کر رہے ہیں اشد پاک نے میرے دل پر اس بات کو کھول دیا تھا کہ مسلمانوں میں کوئی بہت بڑے رتبہ اور پایہ کا مجدد ہونا چاہئے۔ چنانچہ جب میں لاہور گیا اور میرے لاہور کے دوستوں نے مجھ کو ایک منصف صاحب کے مکان پر آنا سمجھا تو میں ایک تب اپنے لاہور کے دوستوں سے کہنے لگا کہ مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانان ہند کی امداد و نصرت کے لئے اشد غزالی ایک بہت بڑے شخص کو پیدا کر آیا ہے۔ میرے خیال میں اس شخص کو مندرجہ ذیل صفات سے منصف ہونا چاہئے۔

(۱) عالی خاندان ہو۔

(۲) خوشحال یعنی رزق کے لئے غیروں کا محتاج نہ ہو۔

(۳) صورت و شکل میں بھی اچھی و جاہ رکھتا ہو۔

(۴) بہت بڑا سپیکر ہو۔

(۵) عربی میں بہت بڑی لیاقت رکھنا ہو۔

(۶) مغربی علوم سے خوب واقف ہو اور زبان انگریزی میں بہت بڑا کمال رکھتا ہو اور انگریزی  
مجتہدوں اور نقادوں سے سارے یورپ و امریکہ کو بلاواسطہ سنا ہو۔

(۷) صاحبِ کرامات ہونا کہ وہ موجودہ دہریہ اور اطل فلسفے کے زور کو خدائی شانِ کھاکر توڑ سکے  
میں نے اپنے لاہور کے دوستوں سے کہا تھا کہ معلوم نہیں کہ ایسے بزرگ کس نسل و تہذیب کے زندہ  
رہ سکیں گے اگر سامعین میں سے کوئی صاحبِ لہجہ و ادب کے حضور میں حاضر ہوں تو اُس کو میرا  
سلام ضرور عرض کر دیں۔

بعض بوجوان تعلیم یافتہ صاحبوں نے مجھے کہا کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوتا ہے اور زمانہ  
حال کے مجدد سرسید احمد خان ہمارے۔ سی۔ ایس۔ آئی ہیں جن کی عالی خاندانی میں کیا شک  
ہے۔ سادات ہی سے ہیں۔ وجاہت ظاہری بھی امتداد اللہ بہت عمدہ ہے۔ مقرر ایسے ہیں  
کہ سارے ہند میں اپنائی نہیں رکھتے۔ عربی میں گو فاضل نہیں لیکن معلومات دینی و تجسس و  
تحقیقات مسائل دینی میں کوئی مولوی فاضل اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تحریر ایسی ربر و مست ہے  
کہ باریک سے باریک باتوں کو ایسا صاف و آئینے کی طرح لکھ کر دکھاتے ہیں کہ کسی اور سے ہونا  
مشکل ہے۔ وہ ہندوستان میں ایک نئی طرزِ تحریر کے موجد ہیں۔ کل اڈمیٹر ان اخبارات صاحب  
کے مقال معلوم ہوتے ہیں۔ دماغ ایسا جامع پایا ہے کہ کوئی علم ایسا جہان میں نہیں ہے کہ جس سے  
مناسبت نہ ہو۔ باوجود قانون دان نہ ہونے کے گورنر جنرل کے بڑے بڑے لائق ممبرانِ کونسل  
کو قانونی اعتراضات دکھا کر دنگ کر دیا۔ گورنر جنرل صاحب بھی قایل ہو گئے کہ مسلمانوں میں بھی  
ایک ایسا عالی دماغ شخص موجود ہے جو وزارتِ انگلستان کے عدلے کو بھی انجام دے سکتا  
ہے۔ بہت ایسی بلند ہے کہ سارے ہندوستان کے مسلمان بڑے لیکن کیسی پروانگی۔  
ایک کالج قائم ہی کر کے چھوڑا۔ وہ کالج بنایا جو شانِ وقت سے ہونا مشکل ہے عجیب دماغ ہے

کل کی عمارت کے اخیر بھی آپ میں حضرت کو اعلیٰ میں بھی بڑا دخل ہے۔ دل ایسا نرم ہے کہ ہزاروں لاکھوں کو رولاتے رولاتے میونس کر دیں گو انگریزی نہیں جانتے لیکن مجروحوں سے رعبہ کروا کر یورپ کے کل خالاب سے واقف ہوں۔ بد صاحب کے سکرٹری جہنہ لالہ ابی اے پاس کئے ہوئے اس خاص ہے ہوں۔ گو بد صاحب انگریزی میں تحریر نہیں کر سکتے لیکن انگریزی میں رعبہ کروا کر خطبات احمدیہ ابک ابی کتاب صحابی ہے کہ سارے یورپ میں اس کا سہرو ہے۔ پادربوں کا اسادندان یکن جواب دیا ہے کہ انہیں مراٹھا نامنہل ہے۔ جان تشارفوم ایسے ہیں کہ کاسہ گدا ئی لئے ہوئے باوجود بڑھائیے کے سارے ہندوستان میں فوم کے لئے بھبک مانگتے بھرے پھر ایسا جان نزارفوم ایسے دل داغ کا آدمی اگر محمد الوقت نہ کہا جائے نوکون مجدد ہونے کو الیوں ہے۔ میلر جواب یہی ہے کہ مناسب ٹھیک لیکن اموس ہماری بنیمنی برید صاحب میں ایک ایسی چیز نہیں ہے جس سے ساری حویبان مٹی جاتی ہیں۔ تقویٰ۔ سچانوف خدا۔ سید صاحب کی عقلی آنکھیں تیز ہیں لیکن ایمان و عرفان کی آنکھیں کجا بگی اندھی ہیں۔ اگر ان کے دل میں تی بھر نہتی فہ ایمان ہوتا تو وہ کبھی منکر خدا کو ایسے تہذیب الاخلاق میں مسلمان نہ کہتے۔ اگر منکر خدا اور رسول بھی ان ہے تو اہل اسلام کے لئے اٹھ اٹھ انورونے کی کما ضرورت ہے۔ سارا یورپ تو ایسے مسلمانوں سے بھرا پڑا ہے۔ افسوس صد افسوس ہماری بنیمنی برید صاحب کا ساعمدہ قابلیت کا آدمی دہریر فلسفے کے گرجا میں بیٹھا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ سید صاحب کے پاس وہ آنکھیں نہیں ہیں جو اخبارات کو یو آئی میں رونی ہیں۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ سید صاحب اس سجدے سے بیخبر ہو گئے ہیں جس میں عجیب پیاری فرد تنی و انکساری ہوتی ہے کہ بندہ اپنے اک سے گویا مل ہی تو جاتا ہے اگر سید صاحب میں وہ ایمانی خلوص۔ خدا اور سول کی محبت ہوتی تو عجیب نوزان کے چہرے پر نمایاں ہوتا ان کی تحریروں کو پڑھ کر پوچھنے ہوئے راہ پر گئے گنگا نائیب ہو جاتے ہم تو یہ دیکھتے

ہیں کرید صاحب کا جو عقد شداد عاشق ہوتا ہے اتنا ہی وہ نماز اور سے متفر اور نماز و  
قرآن مجید سے کارہ ہوتا ہے مسجد مسجد کے منعقدوں کی فاسقانہ زندگی کو دیکھ کر معلوم ہو جاتا ہے  
کرید صاحب کا نام کون ہے۔ بن جوئے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ زبیر نہیں ایک سلطان شربلی  
سے سب صاحب مترب نہیں چھوڑا سکتے۔ سید صاحب کی لہریوں اور تحریروں اور صحبت کا اثر بنو  
البتہ ہوا ہے کہ سیکڑوں نوجوان شربلی۔ بدچلن بے نمازی۔ منحرف انگریزوں نے تعال ہونگے  
ہیں۔ انگریزوں میں جتنی جڑیاں ہیں وہ سب سہایت آسانی سے حاصل کر لیں۔ کیا فوجی ترقی ہی کا  
نام ہے؟ اگر یہ ترقی ہے تو اس ترقی کو میرا ست نہرا سلام۔

کیا ممکن ہے کہ جس شخص کو اس صدی کا مجدد اور نائب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونا  
ہے اس میں سچے اور زندہ ایمان کی کچھ بھی ہو۔ اور ایمان کی روح کا منکر ہو۔ یعنی کیا وہ کل انبیاء  
کل اولیا کل صلحاے جان کے خلاف دعا کی اجابت کا منکر ہو سکتا ہے؟ کیا اس پائے اور پے  
کا شخص جو ہم مسلمانوں کے چار دشمنوں کو تنکست دیکر گھر کے تین دشمنوں کو راہ پر لانے والا۔ ہے  
وہ خود ایسا گمراہ ہوگا کہ جسے کہ دجی نبوت ایک ملکہ ہے۔ یعنی نبی جو کچھ کہنا ہے وہ اپنے دل سے  
کہنا ہے۔ خدا کا زندہ کلام اُس پر نازل نہیں ہوتا اور اُس پر غیب کی کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ کیا ایسا  
شخص کل انبیاء کے تجزیہ کے خلاف ملائک کے وجود خارجی کا منکر ہو سکتا ہے۔ غرض میں سید احمد  
خان صاحب کے بد عقیدوں کو کہاں تک گنتا چلا جاؤں۔ مختصر یہ ہے کہ ایک سچے ایماندار خدا  
ترس آدمی کا دل کبھی قبول نہیں کر سکتا کہ ایک دینی صلح اور مجدد کے عقائد خلاف اصول اسلام ہوں۔

۱۔ صاحب کے کہیں سید صاحب کا گھر میں ہوں۔ جبکہ سید احمد خان صاحب کلا لا لا اللہ اللہ محمد رسول اللہ پکار پکار کر کہتے ہیں کہ میں  
میں میں نبی کا انوکھا دسائوں۔ جبکہ سید صاحب کے پاس میں لکھ لکھ کا ٹکٹ ہے میں ان کو سلام کی گاڑی میں ہوا ہرے سے روکتے ہیں سکتا  
اگر ٹکٹ صلی ہے تو وہ آخر میں پیش پروردگار کے حاسن گے اور جلی ٹکٹ والوں کی حرکت یعنی ہے وہ سبکی میں تو بھی راہ میں ہوں تو پتہ نہ  
دلا ہوں کہ سید صاحب کو تو یہ نصیب کرے اور سید سے اور کبھی۔

میرا یہ کچا خیال ہے کہ موجودہ صدی کے مجدد کو اعلیٰ سے اعلیٰ روحانیت کا ہوا ضرور ہے۔ اُسکو بہت بڑے دہریت کا مقابلہ کرنا ہے اُسکو ایسے لوگوں میں روحانی زندگی کی روح کو چھو کر دکھانا ہے جو ربربانی نفس پرستی کے گمراہ کئے میں گمراہ ہوئے ہیں۔ بھلا میں پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی صاحب ایمان سے کہہ سکتے ہیں کہ سید صاحب کی محبت میں ریکرول میں خوفِ خدا پیدا ہونے لگتا ہے دنیا فانی معلوم ہونے لگتی ہے۔ موت ہر وقت پس نظر ہو جاتی ہے۔ گناہوں سے نصرت پیدا ہونے لگتی ہے جس دعویٰ کر کے کہتا ہوں کہ کوئی ایمان داری سے اس بات کا اقرار نہیں کر سکتا۔ ہاں سید صاحب کی صحبت میں بیٹھ کر روپیہ کمانے کا۔ نام پیدا کرنے کا۔ خطاب لانے کا۔ انگریزوں سے راسخ حاصل کرنے کا حوصلہ البتہ پیدا ہوتا ہے لیکن وہ راہ نہیں جو خدا کی طرف بتائی ہے۔ عرض مجھ پر یہ بات کھل چکی تھی کہ جناب سرسدا احمد خان سادرا لقاہ کو بڑے مصنف۔ مقرر۔ محقق۔ فلاسفر۔ ایک عظیم الشان کالج کے بانی ہوں لیکن وہ ہندوستان کے اہل اسلام کے دینی مصلح اور اس صدی کے مجدد نہیں ہیں۔ پھر میں سوچ میں تھا کہ باخدا اگر سید صاحب دین اسلام کی ڈوبنی کشتی کے بچانے والے نہیں تو بھروسہ اس کام کا کرنے والا ہے۔ دل اس بات کی برابر گواہی دیتا تھا کہ کوئی ہونا ضرور ہے۔

جب میں بڑے بڑے سان و حزب کے سجادہ نشینوں اور مولوی صاحبوں کی طرح خیال دوڑاتا تھا تو بالکل ناپرسی معلوم ہوتی تھی کہ میں نے تحریک سے دیکھ لیا تھا کہ بہ حضرت را۔ نے کی ضرورتوں سے بالکل نادانف ہیں۔ اگر کوئی گنہگار لڑنا اچھا جانتا ہو۔ سحر لڑائے میں بے مثل۔ بے بہرہ۔ نشان بھی اچھا لگتا ہو۔ تلوار چلائے میں اچھی شائق رکھتا ہو لیکن موجودہ زمانے کے طریقہ جنگ و جدال سے ناواقف ہو تو کیا وہ سیل لاری کا کام انجام دے سکتا ہے؟ کہا اگر کوئی گھوڑ سوار ہی بڑا شائق اور اوستا تو کیا وہ ریل گاڑی بھی چلا سکتا ہے۔ جو حضرات ان اعتراضات سے



ہی ناواقف ہیں جو اس زمانے میں ہماروں طرح کے اسلام متقبل باتیں کہتے آ رہے ہیں وہ اسلامی باب کا کام کیا خاک کر سکتے ہیں، میں با محرم کہہ سکتا ہوں کہ گوجرانہ میں اور دہلی لوگ مجھے علم عربی ہیں زیادہ لیاقت رکھتے ہوں لیکن جس حوالے سے میں چار میرٹوی تہمن سے بھاڑا کر کے اسلام لی صدا سن کی جھکار کو دکھا سکتا ہوں۔ ان سچاوت اللہ کے بھولے بھالے رہنے کی میرنگوں سے ادا نفع مرگوں سے کبھی نہیں ہو سکتا۔ جس اکٹھے سے ابک اولیٰ فواعد دان حوالہ افوج انگریزی اس سہلہ اکو جبکا میں نے اوپر در کیا ہے کھینکا۔ جس طرح، بل کاٹی کاڑا تو اس گھڑ۔ اکو، کھسے کا اسی طرح میں ان مقدس بنزروں کو دیکھتا ہوں۔

جب میں لاہور کے آئین قیامت اسلام کے سالانہ جلسے میں سرکب ہوئے تو کیا تھا تو اسی شخص کے نفع کے لئے میں نے دو ماد کے واسطے پنجاب کے چند سہروں کا مثلاً امرت سرتاں گئے جڑوالہ سیالکوٹ وغیرہ کا دورہ کیا مجھے پیر بات کھل گئی کہ سارے ہندوستان میں مذہبی لحاظ سے اگر کوئی زرخیز زمین ہے تو پنجاب ہے۔ عجب جو شہ بلاک ہے۔ میں نے اپنے لاہور کے دوستوں سے پکار کر کہدیا کہ پنجاب کی خبر لو اگر سہرا اور اسلام پر قائم رہا تو پنجاب سارے ہند کا سترج ہوگا ورنہ اگر گلیڈ اتو سارے ہند میں کسی جگہ کے مسلمان ایسے ڈکڑے ہوں گے جیسے پنجابی۔ حالت یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہونا بھی بہت جلد ہی ہے۔ پنجاب کی نظرت ریل گاڑی کی طرح تیز ہے۔ لوگوں نے اکثر دیکھا ہوگا کہ جب کوئی نوجوان نہایت زمین اور جو نہلا تو اسے تو سب ہی کہتے ہیں کہ خدا خیر کرے اگر شخص سنبھل گیا تو دلی ہوگا ورنہ شیطان۔ جو بات ایک شخص کے لئے ہے وہی ابک قوم اور ملک کے لئے بھی ہے اگر اس ملک اور قوم میں اس قسم کے آدمی کثرت سے بھی ہوں۔ میں نے دیکھا کہ عسائیوں نے اپنا پورا زور یہیں صرف کیا ہے اور ان کو سب قدر کامیابی بھی ہوئی ہے۔ آری سماج کا اکھاڑہ میں

لے کوئی صاحب اس سے نظر عرب و عجم لیں مسلمان کو نیک گماں ہوا صاحبے۔

جما ہوا ہے۔ بیچ بولچ راولوں کا زور تو رہیں یا۔ حضرت بخیری صاحبوں کو روبرو بڑھتے ہوئے  
 ہمیں دکھا۔ جناب سید احمد خان صاحب نے اپنے عہد مندوں کو خجائے کثرت سے  
 دکھا کر خجائے کام نہ نہلا دل سنجاک رکھا۔ غرض جس طرح اسکے راہ میں مہدوسان کے مخ  
 کرے والے پنچا۔ یہی سفر فتح کی کارروائی شروع کرے تھے اسی طرح دین اسلام کے دشمنوں نے  
 بھی اسی خجائے میں اور اور صرف کڑا مریح کیا ہے۔

جب میں امرت سر گیا تو ایک بزرگ کا نام سنا حوزہ اعلیٰ امام احمد کھلانے ہیں۔ صلح گوردوارہ  
 کے ایک گاؤں نادان نامی ہیں تھے ہیں اور عیسائیوں۔ برہمنوں اور آریہ سماج والوں سے جو مسالہ  
 کرتے ہیں جہاں انہوں نے اک کتاب راہنہ امام نام ثانی ہے جسکا ثبات ہو ہے۔ انکا بہت  
 بڑا دعویٰ یہ ہے کہ ان کو امام ہوتا ہے۔ محکو یہ دعویٰ معلوم کر کے کچھ پنجب۔ ہوا گو میں ابھی تک  
 اس امام سے محروم ہوں جو بنی کے بعد محدث کو مقرر نہیں ہے۔ لیکن میں اس بات کو مت عجیب  
 نہیں سمجھتا تھا معلوم تھا کہ علاوہ بنی کے مت سے مذکران خدا ایسے گزرے ہیں جو  
 شرف مکالمہ الہی سے ممتاز ہوا کئے ہیں۔ غرض میرے دل میں جناب مرزا غلام احمد صاحب  
 سے ملنے کی خواہش ہوئی۔ امرت سر کے دو ایک دوست میرے ساتھ چلنے کو مستعد ہوئے  
 ریل پر سوار ہوا ٹالہ پہونچا۔ ایک دن ٹالہ میں رہا پھر ٹالہ سے یکے کی سواری مٹی ہے اُس پر سوار ہو کر  
 قادیان پہونچا۔ مرزا صاحب مجھ سے ٹالہ نپاک اور محبت سے ملے۔ جناب مرزا صاحب  
 کے مکان پر سوار غلط ہوا انجمن حمایت اسلام لاہور کے لئے کچھ چندہ بھی ہوا۔ میرے ساتھ جو  
 صاحب تشریف لے گئے وہ مرزا صاحب کے دعویٰ امام کی وجہ سے سخت مخالف تھے اور  
 مرزا صاحب کو فریبی اور کٹاڑتے تھے۔ لیکن مرزا صاحب سے ملکر ان کے سارے خیالات  
 بدل گئے اور میرے سامنے انہوں نے جناب مرزا صاحب سے اپنی بانی کی بدگمانی کے لئے معذرت کی۔

مرزا صاحب کی مہاں نوازی کو دیکھ کر مجھ کو بہت تعجب سا گذرا ایک چھوٹی سی اب لکھتا ہوں جس سے سامعین اُن کی مہاں نوازی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ مجھ کو بان کھانے کی بُری عادت تھی۔ اترتے ہیں تو مجھے پان ملا لیکن بٹالیں مجھ کو پان کہیں نہ ملا۔ ناچار الاچی وغیرہ کھا کر میرا کپڑا میرے امیر کے دوست نے کمال لگا کر حضرت مرزا صاحب سے معلوم کر وقت میری اس بُری عادت کا تذکرہ کر دیا۔ جناب مرزا صاحب نے گور و سپور ایک آدمی کو روانہ کیا۔ دوسرے دن گیارہ بجے دکن کے جب کھانا کھا چکا تو پان موجود پایا۔ سو کہ کوس سے پان میرے لئے منگوا لیا تھا ! مرزا صاحب نے مجھ کو الگ نڈریب صاحب کا خط دکھایا میں نے اُس انگریزی خط کو پڑھا اُس خط میں ریب صاحب نے اپنے تحقیقات دینی کے جوش کو ظاہر کیا تھا اور لکھا تھا اگر میں نے ترک حیوانات کر دیا ہے۔ میں نے مرزا صاحب سے کچھ دینی باتیں پوچھی تھیں۔ قادیان کے رہنے والوں سے بھی ملا۔ حتیٰ کہ مرزا صاحب کے ایک سخت مخالف سے ملا جو غالباً اُن کے چچا تھے یا کون۔ میں نے ٹوڑے سیال سے سوال کیا کہ آپ مرزا صاحب کو کیسا سمجھتے ہیں تو اُس کا جواب اُنہوں نے یہ دیا کہ ہم اس کے دعوئے الہام کو مٹھا سمجھتے ہیں لیکن ایک بات ضرور کہیں گے کہ یہ لڑکا (یعنی جناب مرزا صاحب) شروع سے ہی نیک چلن تھا اور کتابوں کے پڑھنے کا اُس کو بہت شوق تھا اور عبارت الہی کا اس کو بچپن ہی سے ذوق تھا۔ غرض میں مرزا صاحب سے خدمت ہوا۔ چلتے وقت اُنہوں نے اس کو کٹرین کو براہِ راجہ دیا۔ یہ اور سرِ شہرِ آرم کی ایک ایک جلدِ ثابِت کی۔ اُنہیں میں نے پڑھا اُن کے پڑھنے سے مجھ کو معلوم ہوا کہ جناب مرزا صاحب بہت بڑے رُسنے کے مصنف ہیں خاصہ کہ براہِ احمدی میں سورہ فاتحہ کی تفسیر دیکھ کر مجھ کو کمال درجہ کی حیرت مرزا صاحب کی زبان پر ہوئی۔ العات جو میں نے براہِ احمدی میں دیکھے اُن پر مجھ کو یقین نہ ہوا۔ لیکن چونکہ میں مرزا صاحب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا میرے دل میں کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ معاذ اللہ مرزا صاحب نے

لوگوں کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔ بلکہ حال بد آیا اگر نوید آیا کہ خود حضرت مرزا صاحب کو دھوکا ہو گیا ہو لیکن چونکہ (جیسا کہ میں سابقہ بیان کر چکا ہوں) میرے خیال میں اس صدی کے محدث کا ایک نکتہ حنا اور اس نکتے کے مطابق مرزا صاحب میں کئی باتیں نہیں پایا تھا۔ اس لئے میرا حال نہیں ہو اگر وہ اس صدی کے محدث ہیں۔

فرض معظ و لکچر اساعت اسلام۔ حمایت اسلام کے کاموں میں برابر سرگرم رہا۔ الحمد للہ اللہ پاک نے مجھ کو میرے وہم و گمان سے بڑھ کر کامیابی عطا فرمائی کہی ہو ہو تو اس کمزیر کے ہاتھ پر تو بیکر کے دین اسلام میں داخل ہوئے۔ اُن طالب علموں کی تعداد اللہ ہی خوب جانتا ہے (دو ہزار سے غالباً زیادہ ہی ہوں گے) جو مغربی تعلیم و فلسفہ کے بدارت سے دہریہ۔ گمراہ۔ مست عقیدہ ہو گئے تھے وہ اس ناچیز کے انگریزی لکچروں کو سکرا اسلام پر مضبوط ہو گئے۔ ہندوستان کے مشہور شہر۔ شہروں میں سب اعرصے تک قیام رہا اور معظ و لکچر کا دھوم رہا۔ اُن شہروں سے چند شہروں کے نام لکھتا ہوں جہاں کچھ زیادہ کارروائی ہوئی۔ کلکتہ۔ ڈھاکہ۔ بریسال۔ شیراز۔ پٹنہ۔ سرانجن میمان۔ ننگر۔ مزا پور۔ کشک۔ بالہسر۔ رام پور۔ بولسا۔ ناٹور۔ رنگ پور۔ چلبائی۔ گوڑی۔ والدہ۔ مینگیر۔ پٹنہ۔ آڑہ۔ گیا۔ الہ آباد۔ بنارس۔ کان پور۔ علی گڑھ۔ لکھنؤ۔ اٹارہ۔ مراد آباد۔ رام پور۔ دہلی۔ لاہور۔ امرتسر۔ ملتان۔ سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ۔ جلیپور۔ ہونسلگ آباد۔ بھوپال۔ بستی۔ یونا۔ جہد آباد۔ وکن۔ دسلس۔ یٹنگلور وغیرہ وغیرہ ان شہروں میں اکثر تہا رہے بھی ہیں جن میں ہم خانے جاری کئے گئے اور جہاں مدرسے نہ تھے وہاں مدرسے قائم ہوئے۔ بعض بعض بیتیم خانوں کے لئے اس کمزیر نے وہاں کے رہنوں کی امداد سے پانچ پانچ چھ ہزار روپیہ تک چندہ جمع کیا۔ غرض ذیل میں اس کا مختصر نقشہ درج کیا جاتا ہے۔

نام شہر	مردم یا دیگر خاندانی ہوا	کیفیت تعلیم اسکے	تاریک بڑی باغات ان بچوں
منگھیر صوبہ بہار	ایک تہ خاندان اور ایک تعلق میرے کھو گیا	اس تہ خاندان میں ۴۰ سے زیادہ دیگر بچوں کی پدمتس مقلد ہے اس تہ کے زیدادوں کے بچے کے لئے میں وقف کر دی ہے۔ مہران شوق سے لاکھ کرتے ہیں سالانہ جلسہ دھوم دھماکم ہوتا ہے بھارتی بچوں کا پانا ہے۔	حاصل محمد کرک لندہ بہار
بھگور	ایک تہ خاندان اور ایک شہر مردم یعنی صنعت بہت نام امن الملاحوں	اس تہ خاندان میں ساٹھ سے اوپر بیویوں کی یہ دھنش ہوتی ہے۔ نقدیات ہزار دہریہ میں بڑی کمالات جناب حاکم بن محمد میں چھ عمارت باؤر کلور اٹل درجہ کی طاقت پر صنعت بھی بچوں کو کھائی جاتی ہے اور علم و دینی مدد ملتی ہے کہ شہر میں ٹیپ کھائی ٹیپ و دھوم سے تجارت کے بچوں کے لئے جاری ہوا۔	حاکم بن محمد کرک لندہ بہار
مکس	ایک تہ خاندان	تقریباً تیس تہ خاندان پر دھنش پائے ہیں اور علم و دین سیکھتے ہیں اور مدرسہ تربیت حسی جناب محمد عبد اللہ و صاحبہ ملائیر اور ملائیں جو بائق سے جاری تھا اس میں نہایت ہی مردمند رہ سکتے ہیں لفظ تہہ ہزار ہزار ہیں جناب عبد الرحمن چھ صاحب مدرس مخ ہے۔	حاکم بن محمد کرک لندہ بہار

نام شہر	درجہ علم و جہاد و ترقی	کیسیت متعلقہ اسکے	نام کا علمی یا خانہ یا گھر
لاہور	الکیم خانہ سرمد و فو	ابن تیمیہ کا قبر بانی میں ہیں جہاں حالات سے جاری تھا لیکر میں کہتے ہیں کہ وعظ سے موت اگر ہو تو میں جہاں ہوا اور ایک جیسے میں جہاں ہوا اور یہ قیدی جمع ہوا اور میں نے وہ دیکھ کر کہے یا دہرہ اور دوزخوں کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ اگر میرا علم ہو تو میں جاسکتا	• صاحب مدنی مرقیہ فی اللہ میں صاحب
امیت سر	میت خانہ	اس میں ایک ایک جہاں کھولا گیا۔ لیکر ایک کے مرنے کی سزا دی اور باقی اور حالات سے مناسبت اور ایک مال ہے	مسیحی عبد العزیز صاحب
باجل پور	اور یہ سے جاری ہو کر	آخر میں لاہور میں دینی عبد اللہ جہاں کی اور اس سے چھٹا کچھ ہیں ایک مدرسہ کھولا گیا جس میں مدرسہ جہاں میں کھولے گئے	
جنگ پور	ایک مدرسہ	میں پڑھتے ہیں اور ایک مدرسہ خاص میں ہے جاری کہا ہے جس میں جالس علی کھسار علی کریم نے ہیں	سدا اللہ صاحب
		اور ایک میں غلام بھی ہے۔	
		اس شہر کے مدرسے کے لئے اس کتب خانے سے بہت زیادہ کتابوں کے وعدہ کیا جاتا ہے کہ وہ ایک کتب خانے کا مالک ہے	
		میں اس کا ایک کتب خانہ بھی قائم کیا کریں۔ اس سے مسلموں سے میں ہمارے ایک پورے دور دور کے وعدہ کیا گیا۔	

اہم شہر	انتظامیہ، عدلیہ	کیفیت معلق آنکے	اہم سکڑی، بازار، انگوٹھن
نام پور بولیا		ابھی تک یہ تعلیم نہیں کو لگایا۔ خدا در دوسرے جمع ہوتا ہے۔ ارادہ ہے کہ بیہوشوں کو طالب علموں کے لئے نو رنگ ہوس بنایا جائے۔	سٹی احمد صاحب
برہنہال		بہرحال اور نورنگ ٹھکانے پر سے والا ہے۔ چند عورتیں کا تھا وہ جمع ہے اور جمع ہوتا ہے سکڑی صاحب در بیکرک ہایت سکند میں کاہالی کی باجھی سہ ہے۔	مولی عیالیت المیہ لی ۱۰ سے بی۔ ایل
کسودا بازار	درہ	یہاں ہی تھوڑے وقتوں میں پورے کی کوشش کی گئی کہ مسلمان یہ عرب دین بھوکے لئے چند کیرن خانہ دارت علی صاحب ایک بے تن سلن ہیں چن کے در سے در تدریس کلسد جاری ہے۔ پوری کیفیت سے اطلاع میں ہوئی ہے۔	مولی عیالیت دارت علی صاحب بٹا شراکول
انارود	درہ	درہ جاری کیا گیا اور اسکی مادہ کے لئے خوب تحریک کی گئی	بیتہ الدین احمد
پنڈ	درہ	درہ جاری ہے یہیم خانہ جاری نہیں ہوا ۱۲۵۰ اور بیفقد اور زیارت اور ہے عور و عیال (انہ) امام حسن بن کوسرت عیال میں ہے۔ غارن صاحب ثابت عیال ایمان ہیں	دارد عیال میں ٹھکانہ درہ مائی کو چھلانی یوزہ

غرض اس باب برس کے عرصے میں سارے ہند میں میرا شہو ہو گیا۔ ایک اسکول کے ڈائریکٹر کے لئے یہ کیا کمالات تھے کہ کبھی ہمارے میسرور کا مہمان ہوتا اور اُن سے ہاتھ ملا کر باتیں کرتا۔ کبھی جناب نواب وقار الامرا بہادر وزیر اعظم مال سکر نظام حیدر آباد دکن کا مہمان ہوتا اور ایک ساتھ بٹھ کر کھانا اور کبھی نواب سر آسمان جبار کے ساتھ بغل میں بیٹھ کر کھانا اور ہاتھ ملا کر باتیں کرتا اور کبھی سنت ٹال مدرس میں انگریزی میں لکچر دیتا اور جلسے میں صدارت کی کرسی پر لارڈ کیننارڈ گورنر مدرسن بیٹھنے میں اس موقع پر اپنے پیٹھ کے اُن دوستوں سے کہتا ہوں جو مجھ کو نوکری چھوڑنے کے وقت سمجھانے تھے کہ خیال کریں کہ اگر اللہ کے واسطے کوئی نقصان اُٹھانا ہے تو وہ غیر خدا کبھی اُسکو نقصان پہنچنے نہیں دیتا۔ کیا اسکول کے ایک ڈائریکٹر کے لئے یہ غزنین بہت نہ تھیں؟ یہی اُلی حالت اسکو یہ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ڈائریکٹری کے زمانے سے میری اُلی حالت چوگنی چھو رہی اور کسی طرح کسی انسان کی کبھی غلامی نہ کرنی پڑی۔ اللہ خود اپنے خزانے سے ایسا دیتا رہا کہ کیا کہوں اور کس زبان سے اُسکا شکر ادا کروں۔

اے خدا احسان تو اندر شمار سے تمام با زبان صد ہزار

ڈائریکٹری کے زمانے میں کبھی دس روپیہ خبرت کی بھی ہمت نہ ہوئی۔ لیکن اللہ کی غلامی کے زمانے میں بحیثیت پانسو روپیہ تک خبرت کیا۔ اگر کسی کو میرے اس بیان پر شبہ ہو تو وہ مجھ پر اللہ سکرٹری انجمن حمایت اسلام ننگر اہلس انجن کے کل ممبروں سے دریافت کر لے مجھ کو اشتیاق اسلام کے کام پر انگلستان روانہ کرنے کے لئے انجمن حمایت اسلام حیدر آباد دکن میں پانچھزار روپیہ جہد جمع ہوا لیکن کوئی علم صاحب جہدوں نے شہر لوریل میں اسلامی جہد کا ٹاپا ہے نہ معلوم کیوں سخت مزاحمت کرتے رہے حتیٰ کہ انجمن نے میرے انگلستان کے سفر کو ایک بغیر معین بنانے تک ملتوی کر دیا۔ حیدر آباد دکن کی انجمن حمایت اسلام کے ممبر جو سلطنت حیدر آباد کے چلانے



والے تھے اگر مجھ میں قابلیت نہ پانے تو انگلستان ایسے ترنی یافتہ ملک میں کامیابی کے ساتھ اشاعت اسلام کرنے کے لئے مجھ ناچیز کو تجویز نہ کرے :

لیکن کیا حقیقت میں میں بڑا ہی فاضل شخص ہوں۔ استغفر اللہ ربی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ حضرت میں ہم کھا کر کہتا ہوں کہ نہ انگریزی مجھ کو آتی ہے نہ عربی نہ فارسی نہ اردو۔ مجھ کو حیرت پر حیرت ہے کہ میں اٹھ برس تک کبا کر مارا۔ اللہ ہر بات پر قادر ہے۔ وہ ایک اُمتی شخص سے بھی جو چاہے وہ کام لے لے۔ ایک ادلی و دبل کو چاہے نوا علیے رنہ کو یوں چاوسے۔ اس میرے دوست و خدا کے لئے مجھ کو جو بڑا امت سمجھو میں جو بڑی انکساری کرنے والے یمنت بھیجتا ہوں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مجھ میں کچھ غالب نہیں ہے۔ صرف متکبروں کا کفر توڑنے کے لئے مالک نے مجھ سے عجیب عیب کام لئے ہیں اور آئندہ بہت کچھ اُس سے۔ جب میں اپنی داغظاء دندگی پر غور کر رہا ہوں اور جس جس طور سے اللہ نے میری امداد فرمائی اُس پر سوچتا ہوں تو ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ وہ زندہ خدا جاگنا خدا ان ظاہری آنکھوں سے تو دکھائی نہیں دے سکتا لیکن اندر اُن پر جو اُس کو اس کلام کھٹا نشان کے بعد بھی نہیں پہچانتے۔ مجھ سے میری عربی فارسی کی لیاقت کا پورا پورا اندازہ لیلو پھر میرا غلط سنو۔ مجھ سے میری انگریزی لباقت کا سچا اندازہ لیلو پھر مجھ سے انگریزی لکچر سنو۔ اگر اس کہ سن کو دیکھ کر بھی خدا کے قیال نہ ہو تو پھر پڑے تمہاری سمجھ پر۔ حیدر آباد کو میں سمجھو ضبن النفس کا عارضہ ہو گیا۔ دوسٹ تک بے کھانسی لئے کلام نہیں کر سکتا تھا۔ جسدن بشیر بلغم میں داغظا۔ کھانسی کی شدت کے مارے سمجھو کرات بھر تین دنہ آئی صبح کو دو لکچر اردو اور انگریزی میں دو گھنٹوں تک باوازن بلند بیان کئے اور کسی کو معلوم تک نہ ہوا کہ میں بیمار تھا۔ اور بیماری دو گھنٹہ کیونکر موقوف رہی۔ اجابت دعا سے۔ سید احمد خان صاحب نے ان میں تو دیکھتا ہوں اور مانتا ہوں۔ گورنر صاحب مدرس کے سامنے جو لکچر دیا تھا اسکی عبارت کو ٹیڑھ کر لکھی دوت

بولے کہ تیری انگریزی لمافت اس قدر عالی کنونکر ہو گئی تو میں کیا جواب دوں۔ کسی غیر شخص سے اللہ  
میں نے مدد نہ لی سارے لکچر کو خود لکھا۔ خود پڑھا۔ لیکن سناں حد اچھی اور میں نہ تھا۔ وہ برا لکچر نہیں  
ہے یہ عجیب ہے لیکن جس پر دعا کے باب کو اللہ کھول دیتا ہے وہ جانتا ہے کہ جو کچھ میں کہہ رہا  
ہوں سچ ہے اور سرسری سچ ہے۔

ابھی تک میں نے کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی تھی۔ مگر میری جناب فاضی سید رضا حسین  
صاحب مرحوم و مغفور سے میں اکثر سوال کرتا رہا کہ حضرت سنائیے تو میں ہر کس شخص کے ہاتھ پر بیعت  
کروں تو قاضی صاحب مرحوم فرماتے رہے کہ جو وسیع نگاہ تیری نیز ہو گئی ہے اور اخلاق جناب  
سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو اعلیٰ نقشہ تیرے دماغ میں پیدا ہو گیا ہے مجھ کو ہرگز خیال  
نہیں ہوتا کہ ہندوستان میں کوئی شیخ ایسا پایا جائے تو میری نگاہ میں یوراپورا اب رسول اللہ صلی  
آئے اگر کسی شیخ میں تو نے علم توجہ کا بڑا کمال دیکھا بھی تو کیا اُس سے تیرے دل میں اُس کی کوئی  
عطمت و وقفت ہوگی جس حال میں تو اُس میں غیرت اسلامی، حمیت اسلامی کے جوش کو یکبارگی  
مُردہ دیکھے گا۔ اگر کسی بس علی کمال دیکھا اور اخلاق محمدی کا کوئی اثر پایا تو ہرگز نو اُس کو اپنا شیخ بنانے  
کے قابل نہ سمجھے گا۔ غرض جناب قاضی صاحب مرحوم کے خیال میں میرے لئے کسی شیخ کا ملنا محال تھا  
میں انکی دلیلوں کو جبکا ٹھوڑا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے کہ میں بہت زور آور لیکن دل کو بہت  
بچیپی بھی کہ خداوند کیا کروں کیونکہ مجھ کو ایک شیخ کامل بجا احسکی توجہ باطنی سے میں منازل سلوک نہایت  
آسانی سے طے کرتا۔ جب میں تذکرۃ الاولیاء وغیرہ ایسی کتابوں کو پڑھتا تو نہایت صدمہ ہوتا دلیوں  
کتا کہ مسلمانانِ باطن کیسے غمش نصیب تھے کہ انکو شیخ کامل ملنے رہے میں نہایت ہی قیمت ہوں  
کہ جہد و نظر اٹھاتا ہوں سید بن جعفر ہے ناں بجا لوگ کہتے ہیں کہ فلاں جگہ ایسے بزرگ کامل رہتے تھے لیکن زمانہ  
ماضی سے کیا کام۔ کیا اگر کسی پلے سے یہ کہا جائے کہ فلاں جگہ ایک نہایت ہی شیریں کن تھا لیکن اب

خشک ہو گیا ہے تو کیا اس سے اسکی ریاس بچھ سکتی ہے۔ میں نازوں میں ایک عرصہ دراز تک طاعنیں  
 کرتا رہا کہ خدا یا بھگوان کسی کامل نبی سے مارے۔ جابجا اسی تلاش میں گما بھی۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ایک  
 تکلیف مجھ کو آذر بھی تھی۔ میرے وعظ کے دورے میں مارے ہندوستان میں عموماً اور ملک  
 بنگالہ میں خصوصاً غفلوں کو منکر بہت سے مسلمانوں کو دل دینا پرستی و نفیس پرستی پھر جاتا تو ان کے  
 دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی کہ میرے ہاتھ پر بیعت کریں چنانچہ ان مسلمانوں کی تعداد جنہوں نے  
 اس خاکسار کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کی دو ہزار سے بالا ہو گئی دل میں یہ خیال پیدا ہوتا کہ اگر یہ  
 بیعت کنندگان مجھ سے سوال کریں تیل و روحانی اوتار کو کون ہے تو سو اسے خدا کے میں کسکو بتاتا  
 عالم ظاہر میں میں نے کسی سلسلیں بیعت نہ کی تھی۔ میں نے اپنے کرم دوست جناب قاضی ضامین  
 صاحب سے اس تکلیف دہی کا بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں ایک بزرگ کا نام بتاتا ہوں تم  
 ان سے بیعت کر لو۔ میں مخالفت کروں گا۔ وہ تم کو فوراً سند خلافت بھیجے دیں گے۔ غرض انہوں نے  
 جناب حضرت سید شاہ عزیز الدین حیدر صاحب قمری ابو العالی کا نام بتایا میں نے کہا بے شک  
 سجادہ نشینوں میں ان کی ذات غنیمت ہے۔ عالی خاندان میں۔ سلسلہ بہت درست ہے۔  
 آدمی با خدا میں۔ جب میں گنگا گیا تو جناب قاضی صاحب بیمار پڑے ہوئے تھے حالت  
 بیماری میں انہوں نے حضرت سید شاہ عزیز الدین صاحب کو بلا کر ساری کیفیت کہی وہ راضی ہو گئے  
 قاضی صاحب نے مجھے کو خط لکھ کر گنگا روانہ کیا کہ پٹنہ آکر بیعت کر لینا اور سند خلافت بھی  
 لے لینا۔ الحمد للہ تم ہم سے ہی سلسلیں بیعت کرتے ہو۔ قاضی صاحب نے اسی بیماری میں انتقال  
 فرمایا۔ میں سفر سے بھاگل پور آیا اور ایک دن پٹنہ جا کر حضرت ممدوح سے بیعت کر لی۔ اور  
 حسب الارشاد اپنے مرحوم دوست کے شاہ صاحب نے مجھ کو سند خلافت بھی عنایت فرمائی۔  
 میں نے جناب حضرت سید شاہ عزیز الدین صاحب سے عرض کیا کہ میں سلج ہوں اگر ریاست میں کسی

کامل نینچ سے مجھ کو ملاقات ہو جائے تو مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں اس سے بھی فیض حاصل کروں  
 شاہ صاحب نے نہایت کثا و پیشانی سے اجازت دی اور چند نہایت خوبصورت کلمات فرمائے  
 جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت کے جتنے جانشین ہیں وہ سب ایک ہیں انکو غیر سمجھنا ہی غلط ہے۔  
 فی الحقیقت جو دنیا دار متلئخ ہیں اور جنہوں نے پیری مریدی کو پیشہ مقرر کیا ہے انکو یہ بڑا معلوم ہوتا  
 ہے کہ ان کا مرید کسی دوسرے بزرگ کی طرف رجوع کرے اسکے زمانے میں نو برابر ایسا ہوتا تھا  
 کہ اپنے مریدوں کو کالین کی خدمت میں تحصیل ریاضت باطنی کے واسطے روانہ کرتے تھے  
 شریعت و طریقت کو دو سمجھنے والے تخت غلطی میں ٹپے ہوئے ہیں۔ شریعت راسخ کا نام طریقت  
 ہے۔ پس علم شریعت اگر کوئی کسی اوتاد سے حاصل کرنا ہو تو کیا وہ اگر کسی لائق ترا و ستاد کو پاوے  
 تو اس سے انساب علم نہ کرے ؟ اجماعی بھلی بات اور حکمت تو مومن کی گتہ دولت ہے جہاں  
 اور جیکے پاس ملے اسکو ضرور حاصل کرے۔ بقول سعدی ۵

تمع زہر گوت بہانستم زہر خرمز خوشہ بانستم

جب میں مداس گیا ہوا تھا تو میرے کمرم دوست جناب عبدالرحمن ابن حاجی اللہ دکھا سیٹھ صاحب  
 جنکو اردو کی جدید کتابوں کے پڑھنے اور اخباروں کے دیکھنے کا شوق ہے مجھ سے کہنے لگے  
 کہ کیا تم نے نسا ہے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب ریس قادیان نے ایک عجیب دعویٰ کیا ہے  
 وہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی علیہ وسلم نے جس مسیح کے آخر زمانے میں مسلمانوں کی تائید کے  
 لئے آئے کا وعدہ فرمایا تھا وہ مسیح ابن مریم ہیں اس دعویٰ کے سبب علماء ہند  
 کے درمیان بڑی شورش مچ گئی ہے اور مرزا صاحب کی تحفہ کی جا رہی ہے اس خبر کو سنکر  
 میں نے اپنے مہربان دوست سے کہا کہ میں مرزا صاحب سے مل آیا ہوں وہ کار و فیہی آدمی  
 نہیں انکو خود دھوکا ہو گیا ہوگا پھر میں نے کہا عشق الہی کی او میں بہت سے ایسے اوقات پیش آئے ہیں

لوح اولیاء و ائمہ توانا الحق کا غور مارنے لگتے ہیں۔ علمائے احناف کی تکفیر کرتے ہیں۔

۱۹۳ء میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسے میں مجھ کو شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔ یہاں پر میں اُس عالم و مفسر قرآن سے ملا جو اپنی فطرت و سقوت سارے ہند کیا بلکہ دور دور تک نہیں بھٹتا یعنی مولوی حکیم نوالدین صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میں شاعر کے سفرِ پنجاب میں بھی حکیم صاحب ممدوح کی بڑی تعریفیں سُن چکا تھا۔ غرض حکیم صاحب نے انجمن کے جلسے میں قرآن مجید کی چند آیتیں تلاوت کر کے اُن کے معنی و مطالب کو بیان کرنا شروع کیا۔ کیا کہوں اُس بیان کا مجھ پر کیا اثر ہوا۔ حکیم صاحب کا وعظ ختم ہوا اور میں نے کھڑے ہو کر اتنا کہا کہ مجھ کو فخر ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اس بڑے عالم اور مفسر کو دیکھا اور اہل اسلام کو جاے فخر ہے کہ ہمارے دریاں میں اِس زمانے میں ایک ایسا عالم موجود ہے۔

جب مات کو میں اپنے قیام کاہ پر آیا تو وہاں ایک نامی لکچرار صاحب بھی قیام پذیر تھے۔ اُن کی ملاقات کو بہت سے حضرات جمع تھے۔ حضرت مزار غلام احمد صاحب کے دعویِٰ سحیت کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔ ہوائِ نقیہ اُس جلسے میں بہت کم تھے زیادہ مخالفین ہی تھے۔ مخالفین نے بہت سے انزاعات حضرت مزار صاحب کے بارے میں پیش کئے مگر میں چپ چاپ سُنتا رہا جب رات کو غمان کے لئے اُٹھا میں نے دعا کی کہ خداوند ابھکو معلوم نہیں ہوتا ہے کہ مزار صاحب کا دعویٰ کیسا ہے۔ اس میں ابھک لگ گئی تو میں نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے ہیں اور مجھ سے سوال کیا کیا تم جناب مزار غلام احمد صاحب کے بارے میں پوچھتے ہو؟ میں نے کہا ہاں تو انہوں نے کہا ایک تو سے کی روٹی کیا چھوٹی کیا موٹی؟ اتنا سُنا تھا کہ میری نیند کُل گئی صبح کو میں نے احباب سے کہہ کر کیا اور خواب کا حال سنایا ابھکو اس خواب کی کئی تعبیریں بتائی گئیں۔ کسی نے کہا کہ تمہاری روح کی بناوٹ اور جناب مزار صاحب کے روح کی بناوٹ ایک طرح ہی کی ہے صرف بے کاؤقہ ہے

ایک صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب اور مخالفین مرزا صاحب دونوں مسلمان ہیں لوگ: اتحق تکفیر کر رہے ہیں۔ روٹی سے مراد مسلمان ہوتا ہے۔ جھوٹا ہونا صرف مرنے کا بتا ماطور ہے۔ ایک تعبیر بتائی گئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور شیل عیسیٰ دونوں ایک ہی ڈھنگ کے ہیں۔ گویا ایک تو سکے کی روٹی میں۔ یعنی مرزا صاحب کا دعویٰ سچا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

میری خواہش تھی کہ جناب مولوی حکیم نور الدین سے ملاقات کرتا۔ لیکن مولوی صاحبان ذراہ کرم خود اس خاکسار سے ملنے آئے۔ میں نے اُن سے تنہائی میں سوال کیا کہ مرزا صاحب سے جو آپ نے بیعت کی ہے اُس میں کیا نفع دیکھا ہے جواب دیا کہ ایک گناہ نکھا جبکہ میں ترک نہیں کر سکتا تھا۔ جناب مرزا صاحب سے بیعت کر لینے کے بعد وہ گناہ صرف چھوٹ ہی گیا بلکہ اُس سے نفرت ہو گئی۔ جناب مولوی حکیم نور الدین صاحب کی اس بات کا مجھے ایک خاص اثر ہوا۔ حکیم صاحب مجھ سے فرماتے رہے کہ قادیان چل لیکن میں نہ گیا۔

اے ناظرین ولایت کی بناخت لوگوں کے ذہن میں علیحدہ علیحدہ ہے۔ بعض آدمی سمجھتے ہیں کہ جو دلی انداز فقیر کامل ہوتا ہے وہ لوگوں کے دلوں کی باتوں کو سمجھنے لگتا ہے یہی لوگوں کے انی الصبر اُسپر متکشف ہو جانے میں لیکن یہ کمال میری نگاہ میں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا۔ میرے مدراس۔ جمد آباد اور کلکتہ کے سبکڑوں دوست گواہی دینے کو موجود ہیں کہ ایک انگریز قاتل کر کے والا آیا تھا وہ سب کے دل کی باتوں کو دعویٰ کر کے سمجھ جاتا تھا۔ لوگوں نے ہر طور سے اُسکو آزما کر دیکھا اعدا اپنے من میں تجا پایا جس طور سے اُس انگریز نے انی الضمیر دریافت کر نیکی ترکیب سمجھائی تھی اُسکو اُس نے اخبار میں چھاپا تھا وہ اس خاکسار کو معلوم ہے لیکن اُسکو یہاں بیان کرنا فضول سمجھتا ہوں پس جس حالت میں ایک بے ایمان کا فرد دل کی بات کو آسانی سے معلوم کر سکتا ہے تو اُسکو معید الاخبار قرار دینا محنت غلطی ہے۔ دلی میں لوگوں کی ایسی بات ہونی چاہئے جو کانٹوں میں گھنٹن نہ ہوں

بعض سمجھے ہیں کہ دلی اُسکو کہتے ہیں جو توجہ میں ایسا زور آور ہو کہ جبکی طرف دیکھے اُسکو مرغِ سبل کہے  
 بے ہوش کر دے اور ہوشی کی حالت میں بڑے بڑے جہنگوں، اروج ملاقات کرادی میری  
 نظر میں اس کسمہ کی بھی خاکِ وقت نہیں۔ انگلستان میں کارڈنیل نامی ایک سمرزم میں کمال  
 رکھنے والا انگریز ہے اُس کے حالات کو کمترین نے اجاب میں پڑھا ہے۔ اُسکو اپنے من میں ایسی  
 متانی بھی کہ ٹون ٹال میں تماشہ دیکھنے والوں سے جسکو چاہنا اُسکو عجیب و غریب تماشہ دکھا دیتا  
 مقناطیسی عمل کر کے اُس شخص کو کہتا کہ کیسی شدت کی گرمی ہے وہ جیسا معمول اُس مقناطیسی اثر کی  
 درجہ سے اُف اُف کرنے لگتا اور کپڑے اتارنا شروع کرتا پھر وہ انگریز کہتا کہ آنا کس بلا کی سردی ہے  
 وہ بیمار معمول مارے سردی کے کا سینہ لگتا۔ وہ انگریز کہتا کہ سمندر موج مارتا ہوا چلا آتا سے معمول  
 کی اکھ میں ویسا ہی معلوم ہوئے لگتا۔ غرض اس شخص نے یہ کمال حاصل کیا تھا کہ نظر کی تاثیر کمال  
 طویر پہنچا کر اپنے معمول پر جس قسم کے تصور کو منعکس کرنا چاہتا کرتا۔ غرض جب یہ بھی ایک عمل  
 ہے تو ممکن ہے کہ ایک فریبی بے ایمان اس عمل میں کمال حاصل کر کے کسی کو مقناطیسی اثر معمول  
 کر کے ایک خیالی صورت کا خدا و رسول دکھا دے تو کیا اس سے اس نے ایمان فریبی و دکار کی  
 ولایت ثابت ہوگی۔ ولی تو کوئی ایسی بات ہونی چاہئے جو کا فر میں ہونا نامکن ہے بعض آدمی کا  
 یہ خیال ہے کہ اولیاء اللہ بیماروں کو اچھا کر لے ہیں۔ دیکھئے فلان شخص انہی دنوں سے بیمار تھا۔  
 فلان برگ کے باس گبا انہوں نے صرف دست مبارک پھیرا اور کچھ پڑھ کر بھڑک دیا وہ بیمار  
 برسوں کا بیمار اچھا ہو گیا عرض بعض کے حال میں اولیاء اللہ ایسی قسم کے ہوتے ہیں لیکن اس  
 خاکسار کی نگاہ میں یہ بھی ولایت کی اصل کو ٹلی ہیں۔ سمرزم کے ذریعے بیماروں کا علاج ہوتا ہے  
 سرجا پس بیلفٹ گورنگال کے راسے میں تو سمرزم کا ایک ہسپتال (شفا خانہ) جاری کیا  
 گیا تھا۔ جن لوگوں نے اس میں کی کتابوں کو پڑھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ اس قسم کا علاج کرنا

ایک عمل ہے جسکو کافر بے ایمان یکہ مکتا ہے تھیونز ایکل سرسائی کے صدر انجمن کرنل الکاٹ جو مداس میں رہے ہیں سنا ہے کہ اس فن میں اچھی مہارت رکھنے میں مجھ سے خود کرنل زکوریے بہا کیا ہے کہ اسنے صرف ہاتھ کے اشارے سے مفلوج وغیرہ نشت بہار کو اچھا کیا ہے بلکہ ایک شخص کے ضعف بصارت کو بھی دور کیا ہے۔ مسلمانوں میں اس فن میں کمال رکھنے والے ابک بزرگ احمد جان صوفی صاحب گندے ہیں جنکی کتاب طب روحانی کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ اس فن میں کیسے کیسے عارفے صرف توجہ کے ذریعے اچھے ہو جانے میں خاکسار نے بھی تجربہ کے طویر کچھ آزمایا ہے اور صحیح آیا ہے۔ غرض کمال بھی کوئی ایسا کمال نہیں جو خصوصیت کے ساتھ ولایت کے لئے مبارک قرار کیا جائے۔

ولایت کی شہادت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کلام میں بیان فرمائی ہے۔ سورہ کہف میں کہا اسکا بیان ہے کہ اللہ نے حضرت موسیٰ کو ایک ولی کامل کی خدمت میں روانہ کیا تو اس مرد کامل کی طرف بھی بیان فرمادی۔ اس میں سب کا اتفاق ہے کہ وہ بزرگ بنی مرسل نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو خدا عباد میں عبادنا یتناہرحمتہ من عندنا و علمناہ من لدنا علما یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے بندوں میں سے ایک بندے سے لئے جسکو ہم نے اپنے اس سے رحمت عنایت کی تھی اور اپنے اس سے علم سکھا با تھا۔ اب اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ولایت کے لئے پہلی چیز خود کار ہے وہ یہ ہے کہ آدمی خدا کا بندہ ہو جائے۔ بندہ خلق۔ بندہ نفس۔ بندہ شیطان نہ ہے۔ خاص صابہ کا ہو جائے اپنی ساری قوت سے اللہ جل شانہ کا تابعدار ہو جائے پھر صفات بشری سے اس پاک و صاف ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ سے بے واسطہ رحمت و فضل روحانی یا انخفاف عارف وغیرہ نہ کہ کتاب منشی غلام قاری بیچ اڈیٹر پنجاب گزٹ سیالکوٹ کے ذریعے ایک روپیہ کو مل سکتی ہے۔



حاصل کر سکے اور اُس کے علوم کا مشتمل خود جناب باری تعالیٰ ہو جاوے اور وہ کہ سکے کہ عرف بلی  
برہی ۷ بے صحیح حدیث و رواۃ - بلکہ اندر مشرب آب حیات یہ ایک با حضرت خواجہ  
حبیبہ بعدادی علیہ الرحمۃ سے لوگوں نے سوال کیا کہ جب آپ وعظ بیان فرماتے ہیں اُس وقت  
آپ کے زبان سے ایسے معارف نکلتے جاتے ہیں کہ جو کسی کتاب کے ورقوں میں نہ کھیں  
جلتے ہیں تو پھر آپ کہاں سے اُن کو لاتے ہیں - حضرت نے جواب دیا کہ میں ان کو وہاں سے لانا  
ہوں جہاں سے سب علوم اس جہاں میں آئے ہیں حقیقت میں وہ شخص جو حرف و دوسروں کے  
اموال کا نال ہے وہ ایک تخم کی غصہ ہے اور بس - مبارک ہیں وہ ہر سب جن کے دل کو  
اللہ تعالیٰ نے کھول دیا ہے اور جبکہ قلب نور بصیرت سے منور ہو گیا ہے - ولایت و وقسم  
پر ہے ایک کیفیت لازمی کے ساتھ اور ایک کیفیت مندی کے ساتھ - بھرتیے خدا کے  
سند سے ایسے ہیں جن کو اللہ نے کمالات بالا میں سے وافر حصہ عنایت کیا ہے - اللہ پاک کے  
حضور میں اُن کو بہت کچھ راز و نیاز حاصل ہے لیکن وہ خاموش ہیں اور دوسرے وہ ہیں جن اپنے  
رنگ میں اوروں کو بھی رنگ سکتے ہیں اسی شان بھکومت پسند ہے -

اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں حضرت پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تعریف  
بیان فرمائی ہے ؟ ہو اللہ ذی بعث فی الامین رسولاً من ہمدان علیہم ایۃ ویزکیم  
وعلیہم الکتاب و الاحکمۃ حضرت کی یہ تعریف بیان ہوئی ہے کہ حضور شریف قرآن مجید  
کی آیت سناتے دلوں کو گناہوں سے پاک و صاف کرنے اور کتاب و حکمت سکھاتے ہیں  
اب اگر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین ہونا ہے تو ضرور ہے - اللہ اُس کو

اخلاق احمدی سے کچھ حصہ عنایت فرماوے - اُس کے کلام میں اترو - اُسکی دعا اور اُسکی باطنی توجہ  
کا یہ اثر ہو کہ اُس کے معتقدین کے دلوں سے گناہ دور ہوں اور گناہوں سے پاک ہو سکی وجہ سے

دل میں قائل ہو جائے کہ علم حکمت کی باتیں اُس پر کھولی جاویں۔ میں معجزہ کا منکر نہیں۔ میں کرامات  
 اولیاء کو حق مانتا ہوں لیکن میں سب سے بڑھ کر کرامت بھی جانتا ہوں کہ بگڑے ہوئے دلو کو کوئی  
 سنوار دے تو بس یہاں ہم تو اُس کے قائل ہیں۔

ابن مریم ہوا کرے کوئی میرے دکھ کی دوا کرے کوئی  
 جناب مولوی حکیم نور الدین صاحب اگر جناب مرزا غلام احمد صاحب کی کرامات اور پیش گوئیوں کا  
 ذکر کرتے تو مجھے نالایت یہ کچھ اثر نہ ہوتا لیکن بات اُنہوں نے کہی ایسی کہ کھٹ سے دل  
 میں لگی۔

اے ناظرین میں اس وقت اپنے ایک دروہنہائی کا بیان کیا جاتا ہوں اگر آپ میں  
 سے کسی کا دل بنی آدم کی غخور سی کے لئے بنایا گیا ہے تو میری ممنوم حالت کو نہ سمجھ پر  
 رحم کیجئے گا۔

اے حضرات یہ سچ ہے کہ اس کترین پر اللہ نے اپنی بڑی وسیع رحمت ظاہر کی ہے۔  
 میں منت تھا مجھ کو بہت سی کالاس پہنایا ہے۔ میں گمراہ تھا مجھ کو راہ دکھائی ہے میں منیم تھا  
 میری تعلیم و پرورش کا عجیب و غریب بندوبست کیا ہے۔ میں نہایت غریب تھا مجھ کو خوشحالی  
 اور توانگری عنایت کی ہے۔ میں کم علم تھا مجھ کو اپنے پاس سے علم دیا ہے۔ میں گنہگار تھا لیکن  
 مجھ سے واعظ اسلام کا کام لیا اور میرے کلام میں تاثیر بخشی ہے۔ باوجود نہایت ہی کم لیاقت  
 ہونے کے صاحب تصنیف بنا با ہے۔ غرض یہ ممکن نہیں کہ علاوہ اُن تمام عنایتوں کے  
 جو سب مسلمانوں میں اور مجھ پر مشتمل ہیں میں اُن خاص عنایتوں کو شمار کر سکوں جو اللہ جل شانہ  
 محض اپنے فضل و کرم سے مجھ پر ظاہر فرمائی ہیں لیکن جب میں ان عنایتوں کے مقابلے  
 میں اُن گناہوں کو خیال کرتا ہوں جو میں نے ایسے رحمن و رحیم خدا کے خلاف مرضی کئے ہیں

تو کہ سخت نفرت مجھ کو اپنے وجود سے آپ ہوتی ہے ! اے حضرات میں مضموم وجہ گناہ نہیں بلکہ حیرت نویسی ہے کہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ نے کام تو مجھ سے دلپس کا لیا ہے لیکن میں ایسا ہوں کہ شیطان کو بھی مجھ سے شرمندہ ہونا چاہئے میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ اگر کسی جلسے میں جہاں ہزار ہا مسلمان جمع ہوں ہیں جلسے وعظ کرنے کے اپنے گناہوں کو کھول کھول کر بیان کر دوں تو مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سامعین میں سے ایک شخص بھی شدت نفرت سے دہان بیٹھا نہ رہے گا۔ تعجب ہے کہ اُس سنار و غفار نے قل تجھے ہوئے گناہوں کے جاننے کے باوجود ابھی تک مجھ کو زندہ رکھا ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بعض اوقات جب میں اپنے گناہوں کو خیال کرتا ہوں تو حق خوف ہوتا ہے کہ شاید میں قطعی جہمی ہوں۔ میری نظر ہر قریبیت ایک قسم کی مکاری و ریاکاری ہے۔ افسوس ! مجھ سے ابھی تک کوئی ایک نیکی بھی نہ ہو سکی جب میں نے کوئی خیر کار کیا ہے تو اُس کے ساتھ ہی شیطان ملعون کی صلاح اور مشورہ سے ایک گناہ بھی ایسا کر لیا ہے کہ اُسے ضرور اُس نیکی کو غارت کر دیا ہو گا۔ اگر خدا نخواہستہ آج میں جاؤں تو بجز رحمت الہی کے جہنم سے بچانے والی ایک نیکی بھی میرے پاس نہیں ہے۔ اے حضرات جب میں اپنی باطنی یلیدی کو خیال کرتا ہوں تو بعض اوقات ایسی تکلیف ہوتی ہے کہ اگر غوثی گناہ نہ ہوتا تو مر جانا مجھ کو اچھا معلوم ہوتا۔ مجھ کو سیکڑوں نے ولی کامل سمجھا اور اللہ نے اُن کو اپنے خیال کے مطابق قایدہ بھی پہنچا دیا لیکن افسوس کہ وہ بڑے دھوکے میں رہے۔ میں ولی کامل تو نہیں۔ شیطان کامل تو البتہ تھا۔ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ و صحابہ و سلم نے نہایت سچ فرمایا ہے کہ اخیر زمانے میں واعظین بدترین خلائق سے ہوں گے وہ قرآن تلاوت کریں لیکن قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ میں حقیقت میں بدترین خلائق تھا۔ و غلط و پند صرف میری زبان پر تھا۔ میرا عمل ٹھیک اُس کے برخلاف تھا جب میں واعظ بیان

کرتا تھا تو اکثر سچ کو معلوم ہوتا کہ کوئی کمرہ ہے کہ اوکھت ان باتوں کے کہنے میں مجھے شرم نہیں  
 آتی۔ کیا لو اس قابل ہے کہ لوگوں کو ہدایت کرے۔ واللہ ان ہی لکھنویوں کی وجہ سے کئی بار  
 مبرا خیال ہوا کہ میں واعظ کا کام چھوڑ دوں اور کسی دوسرے دھندے میں لگ جاؤں خدا کا  
 اتنا ہی شکر ہے کہ گو میں گناہوں کی سخت تباہی میں ڈوب گیا تھا لیکن نیک مخلص بے با  
 خدا کا سچا بندہ بننے کی خواہش دل سے مردہ نہیں ہوئی تھی۔ دل میں اکثر یہ خیال ہوتا تھا کہ خدا  
 کوئی ایسا ولی کامل مجھ کو بھجانا جسکی باطنی توجہ سے مجھ کو مروت میں جان آجاتی۔ میں پورا مسلمان  
 ہو جاتا۔ اللہ پاک نے مہری اہل عا کو بھی محض اپنے فضل و کرم سے قبول کیا ہے اور مجھ کو اس  
 بزرگ کے پاس پہنچایا ہے جو اللہ مروت کو زندہ کرنے اور فی الواقع میرا ہے وقت میں حضرت  
 عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جلایا ہوا مروتہ لومر جانا تھا لیکن جس شیخ کامل سے مجھ کو ملاقات ہوئی  
 ہے اُن کا جلایا ہوا کبھی نہیں مرا ہے۔ میں انجمن جماعت اسلام مدراس کے سالانہ جلسے میں  
 شریک ہونے کے لئے حسب دعوت انجمن چلا جا رہا تھا کہ بمبئی میں جناب عبدالرحمن حاجی  
 اللہ رکھا سیٹھ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا کہ جلسہ انجمن ہایک ماہ کے لئے ملتوی  
 رکھا گیا ہے۔ جناب سیٹھ صاحب نے مجھ سے جو اہش ظاہر کی کہ میں اُن کے ساتھ ہندوستان  
 کے مشہور شہروں کی سیر کروں اور اُن کے ساتھ قادیان شریف بھی جاؤں۔ جناب عبدالرحمن  
 سیٹھ صاحب کا ارادہ تھا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب سے بیعت کریں پہلے نوپس نے  
 حیلہ حوالہ کر کے اس سفر کی تکلیف سے بچنا چاہا۔ لیکن سیٹھ صاحب نے مجھ کو خوب مضبوط  
 پکڑا۔ سیٹھ صاحب کو مجھ سے حسن ظن تھا وہ مجھ سے فرمائے گئے کہ چلکر دیکھو کہ مرزا صاحب  
 صادق ہیں یا کاذب۔ میں نے کہا کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے اتنا فضل مجھ پر کیا ہے کہ میں چر  
 دیکھ کر آدمی کی باطنی کیفیت سے آگاہ ہو جاتا ہوں انسان سے سب کچھ ممکن ہے۔ نیک

بد ہو جاتا ہے بدنیک ہو جاتا ہے اگر مرزا صاحب وہ نہیں ہے ہیں جو میں نے مشاعرے میں دیکھا تھا اور اگر ان میں رونا داری مکاری آگئی ہے تو میں چہرہ دیکھ کر کہہ دوں گا۔ سیٹھ صاحب نے فرمایا کہ اسی لئے تو میں تجھ کو ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ غرض میں عبدالرحمن سیٹھ صاحب کے ساتھ قادیان شریف روانہ ہوا۔ راہ میں بمقام علی گڑھ کافر نس کا تماشہ دیکھتا اور امت سر ہوتا ہوا قادیان شریف پہنچا۔ اہل امت میں سے ایک جواب دیکھا کہ ایک پٹنگ خانہ جناب مرزا صاحب کا ہے۔ حضرت مرزا صاحب مجھ سے فرماتے ہیں کہ اُس پٹنگ پر جا کر لیٹ رہو۔ میں نے عرض کیا کہ میں یہ گستاخی کیونکر کروں کہ حضور کے بستری لیٹوں۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ نہیں جی کوئی مضائقہ نہیں تکلف کیوں کرتے ہو۔ غرض تاریخ ۲ جنوری ۱۸۹۷ء کو قادیان پہنچا۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان نے حب و سنور ہم سے ملاقات فرمائی۔ میرے اور سیٹھ صاحب کے قیام گاہ کا بندہ دست کیا اور نہایت محبت و اخلاق سے باتیں کیں۔ اس پہلی ملاقات ہی میں نگاہ دوچار ہونے ہی ہمارے پیارے دوست جناب عبدالرحمن سیٹھ صاحب نو اُس امام الوقت کے ہزار جان سے عاصق ہو گئے۔ مجھ سے سیٹھ صاحب نے پوچھا کہ جناب مرزا صاحب کو کیا بات ہے۔ میں کیا جواب دیتا۔ میرے تو ہوش دنگ ہو گئے تھے مشاعرے میں جب مرزا صاحب کو دیکھا تھا وہ نہ تھے آواز و وقتہ تو وہی تھا لیکن کُل بات ہی بدلی ہوئی تھی۔ اللہ اللہ سر سے پاتک ایک نور کے بننے نظر آتے تھے۔ جو لوگ مخلص ہوتے ہیں اور خیرات کو اٹھ کر اللہ کی جناب میں رو یا دھویا کرتے ہیں ان کے چہروں کو بھی اللہ اپنے نور سے رنگ دیتا ہے اور جن کو کچھ بھی بصیرت ہے وہ اُس نور کو کپڑے لیتے ہیں لیکن حضرت مرزا صاحب کو تو اللہ نے سر سے پاؤں تک محبوبیت کا لباس اپنے ہاتھوں سے پہنایا تھا۔ تبرہ دن قادیان شریف میں رہا۔ دونوں وقت اُس امام بانی محبوب بھائی سے ملاقات ہی

یہ زمانہ میری عمر کا بہت ہی عمدہ زمانہ تھا۔ حضرت کی نیشنل تصانیف کے دیکھنے کا مجھے کوہیاں اچھا موقع ملا۔ آئینہ کمالات اسلام فتح اسلام۔ توضیح مرام بازالہ و ہلم شہادت القرآن۔ برکات الدعا وغیرہ کتابوں کو تھوڑا تھوڑا دیکھا۔ عبد الرحمن سیٹھ صاحب نے مہربانی فرما کر ایک ایک جلد حضرت کی تصانیف کی میرے دیکھنے کے لئے خرید فرمائی۔ سیٹھ صاحب کی یہ عمدہ یادگار ابھی تک میرے پاس موجود ہے۔ اور میں نے اس سے بہت بڑا نفع اٹھایا۔

حضرت کی تصانیف کو دیکھ کر مجھے کوہ معلوم ہوا۔ کہ جس مجدد زمان کی جھکوت تلاش تھی۔ حقیقت علم الہی میں وہ جناب حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہی تھے۔ اللہ نے حضرت ہی کو اس موجودہ زمانے کے فتن کے مقابلے میں علیہ اسلام ظاہر کرنے کیلئے پیدا کیا تھا۔ جھکو یہ معلوم تھا۔ کہ پنجاب کے ایک مولوی صاحب کی سراسر ظالمانہ کارروائی سے علمائے پنجاب و ہند حضرت مرزا صاحب کے سخت مخالف ہو گئے ہیں۔ مولوی صاحب نے حضرت کے بارے میں وہ وہ عقائد جو حضرت کے خواب و خیال میں بھی نہیں گذرے تھے۔ تصنیف کر کے علما سے فتویٰ لیا تھا۔ اور افسوس کہ علمائے موجودہ نے کچھ غور و فکر نہیں کیا۔ حقیقت حال کی تفتیش نہیں کی۔ اس تکفیر نامہ پر دستخط کر دیا۔ اور مہر لگا دی۔ اس تکفیر کو وجہ سے سارے ہند میں حضرت مرزا صاحب سے بڑھ کر کوئی بدنام شخص نہ تھا۔ اب بہت بڑا سوال یہ پیش آیا۔ کہ آما میں ایسے جلیل القدر امام کا نتیجہ ہو جاؤں۔ اور ناحق کی تکفیر اور ملامت کا ٹوکرا سر پر اٹھاؤں۔ اور جو کچھ عزت و مینو عمدہ و اعظ مولکی سارے ہند میں پیدا کی ہے۔ اس کو حق پر قربان کر کے بجا

مقبول خلافت کے مردود و ملعون خلافتِ نجاؤں۔ یاشیعوں کی پالیسی اختیار کر کے  
 حضرت مرزا صاحب کے پاس ان کا موافق اور ان کے مخالفوں کے پاس  
 (معاذ اللہ) مرزا صاحب کا مخالف بن کر واہ واہ کی صدا سنوں۔ عجب کشمکش  
 میں کئی دن میرے قادیاں شریف میں گزرے۔ روز بروز کہ جناب ثاری تھا  
 میں دعائیں کرتا کہ خداوند اگر تیری خوشنودی مرزا صاحب کی تابعداری و قربانبری  
 میں ہے تو مجھ پر بذریعہ خواب کے جیسا کہ تو نے مارا گیا ہے اصل حال کھول دے لیکن پہنچنا تھا  
 مالک کی یہی مرضی تھی کہ میں خود خدا و عقل کو استعمال کر کے اپنا نفع و نقصان دیکھ  
 بجالا کر کام کروں پٹنہ اسکول کی مہیڈیاسٹری چھوڑنے سے اس دفعہ بیماری معاملہ تھا  
 اس دفعہ ایک بھاری قربانی کا موقعہ آگیا تھا۔ بڑے بڑے لوگوں نے تو اس سے ہزار ہا  
 درجہ بڑھ کر پیاری اور عزیز چیزوں کو حق پر قربان کر دیا ہے لیکن میں کیا تھا اور میری ہمت  
 ہی کیا تھی ایک قدم آگے رکھنا ایک قدم پیچھے رکھنا۔ شیطان کہتا کہ میاں بربادی  
 اور تباہی اور ذلت رسوائی سے بچنا ہے تو چھپ چھپا دیاں سے نکل چلو فرشتہ کہتا  
 او کم بخت کیا تو نے حدیث نہیں پڑھی۔ کہ جس نے اپنے نام وقت کی پہچان نہ وہ جاہلیت  
 کی موت پر مراحیر جس حالت میں خدا و عقل سمجھو خود تباہی ہے۔ کہ جناب حضرت مرزا  
 صاحب! نام زماں میں تُو اُن سے دو گرداں ہو کر کہاں جاؤ گا۔ کیا دنیا کی چند روزہ  
 زندگی کے نام اور جھوٹی عزت پر اپنے ابد الابد کے نفع کو غارت کر دیگا۔ او کو تہ اندیش جس  
 روحانی مرض میں تو مبتلا ہے۔ اسکی دوا مالک اللہ نے تجھ کو پہنچایا۔ جناب لوی حکیم نور الدین  
 صاحب ایسا بے ریا فاضل اپنا ذاتی تجربہ پیش کر کے اس دوا کا فائدہ مند ہونا بتاتا ہے  
 چکیسری کم نہی تجھ کو اسی ہے اپنی صحت روحانی کا دشمن بن کر اندرونی پلیدی اور منافقانہ

زندگی میں ڈوب رہا چاہتا ہے اسے حضرات میں نے فرشتہ کی بات سن لی اور تیاری  
 ۱۱ جنوری ۱۹۷۹ء شب جمعہ کو حضرت امام الوقت مجددِ زمان جناب مرزا غلام احمد صاحب  
 رئیسِ قادیان سے بیعت کر لی۔ اور ان کو اپنا امام قبول کر لیا۔ نا محمد لله علی ذلک  
 بیعت کرنے کے بعد تین دن تک قادیان شریف میں رہنے کا موقع ملا مین اخیر کے  
 تین دن میں جب میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔ تو مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ اب میں نماز  
 پڑھتا ہوں یعنی مجھے عجیب حلاوت اور عجیب مزا نماز میں ملتا تھا۔ ۱۳ جنوری ۱۹۷۹ء  
 میں اپنے امام سے رخصت ہو کر لاہور میں آیا اور ایک بڑی و صوم دھام کا لکچر انگریزی میں  
 دیا جس میں حضرت اقدس کے فیصلے سے جو کچھ روحانی فائدہ ہوا تھا۔ اس کا بیان کیا  
 جب میں اس سفرِ پنجاب سے ہو کر مدد اس پہنچا۔ تو میرے ساتھ وہ معاملات پیش آئے۔  
 جو صداقت کے عاشقوں کو ہر زمانے و ہر ملک میں اٹھانے پڑے ہیں۔ مسجد میں غلط  
 کہنے سے روکا گیا ہر مسجد میں اشتہار کیا گیا۔ کہ حسن علی سنت و جماعت سے خارج  
 ہے۔ کوئی اس کا وعظ نہ سنے۔

پولیس میں اطلاع دی گئی کہ میں فساد پھیلائیوا لاہوں وہ شخص جو چند ہی روز پہلے  
 شمسِ الواعظین جناب مولانا مولوی حسن علی صاحبِ اعظ اسلام کہلاتا تھا۔ حضرت  
 حسن علی لکچر کے نام سے پکارا جانے لگا۔ پہلے و غلطوں میں ایک ٹی بھا جاتا تھا  
 اب مجھے بڑ بڑکشیہ طمان دوسرا نہ تھا۔ جدھر جاتا وہ نگلیاں اٹھتیں سلام کرتا جواب  
 نہ ملتا۔ مجھے ملاقات کرنے کو لوگ خوف کرتے ہیں ایک خوفناک جانور بن گیا جب  
 مدد اس میں مسجدیں میرے ہاتھوں سے نکل گئیں تو ہندوؤں سے پھیا ہال لیکر ایک دن  
 انگریزی میں اور دوسرے دن اردو میں حضرت اقدس امام زمان کے حال کو بیان کیا



جس کا اثر لوگوں پر پڑا۔ رمضان شریف میں اپنے وطن شہر بھاکل پور میں آیا پیر کے دوست وہم خیال وہم شرب مولوی صاحبوں میں سے ایک صاحب نے مجھ کو خط لکھا کہ تم نے بڑی غلطی کی! چھے طور سے مرزا صاحب کے عقائد کی جانچ پڑتال کر کے بیعت کرنی تھی۔ تمہاری اس عاجزانہ حرکت سے اہل اسلام کو سخت نقصان پہونچا۔ کیونکہ تمہاری کوششوں سے اہل اسلام کو نفع عظیم پہونچ رہا تھا۔ ابک دوسرے مولوی صاحب نے جو براہین احمدیہ وغیرہ دیکھے ہوئے تھے اور حضرت اقدس کو مجددِ زمانے مانتے ہیں یہ لکھا تھا کہ تم نے منسلک زمانہ کے برخلاف کیا۔ صرف جناب مولانا مولوی حکیم احمد حسین صاحب صوفی نے ہی ایک ایسا خط لکھا کہ پڑ کر دل کو ٹھنڈک ہوئی۔ کہ خیر صوبہ بہار کے مالوں میں ایک بہت بڑے رتبے کا عالم مجھ کو یوقوف تو نہیں سمجھتا ہے۔ جناب مولوی صاحب کا خط درج ذیل ہے۔

فخرِ امام واعظِ اسلام سلمہ اللہ تعالیٰ اسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم مرزا صاحب ایسے ترتیبِ عالی کے بزرگ ہیں کہ میں ان کے کمتر اور ادنیٰ احوال نہیں لکھ سکتا ہوں۔ اور جو کچھ میں نے لکھا آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔ وہ گویا قوم کے قلوب کی اصلاح کے لئے تحریر کیا ہے۔ ورنہ اگر جناب مرزا صاحب سلمہ کے اوصاف حمیدہ لکھوں تو ایک مجلد کتاب شاید کافی نہ ہوگی۔ نہ یہ نصیب آپ کے کہ آپ نے دستِ ارادتِ ادن کے ہاتھ میں دیا۔ بارک اللہ تعالیٰ! اللہ تعالیٰ قوم کے افرادِ علما کو نظرِ انصاف عنایت فرمائے۔ اور لوگوں کی ملامت وغیرہ سے تنگ نہ ہو جائے۔ اور اپنا کام کئے جائے۔ انہیں بکنے دیجئے۔ اور کچھ خیال نہ کیجئے۔ قدیم سے ہی حال رہا ہے۔ میں اپنے ایک لے جناب مولوی حکیم احمد حسین صاحب سے فی قادیان جا کر حضرت سے مل بھی آئے ہیں۔ حضرت اقدس

جانی دوست کا حال لکھتا ہوں۔ کہ جنکے صادق ہونے پر مجھ کو اتنا یقین ہے۔ کہ جتنا مجھے اپنے موجود ہونے پر یقین ہے۔ اور چونکہ انکی اجازت نہیں ہے۔ اس لئے لکھا نام ظاہر نہیں کر سکتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب مرزا صاحب کی زیارت کی ہے۔ اور عجیب العجائب بات یہ بیان کی۔ کہ میں نے جسوقت جناب مرزا صاحب کو دیکھا۔ اسوقت میرے پیر مرشد کا بزرخ شریف ہو ہو دکھائی دیا۔ اور فی عمر ایسا انفا کبھی نہیں ہوا۔ اگرچہ علمائے ظاہر اور شیعہ وقت کی صحبت اکثر رہی اور نہ کرتی ہے اور درویش پے در پے اپنے پیر کو خواب میں دیکھا۔ تو ایک مکان عالی میں دیکھا لیکن اسطرح دیکھا کہ وہ مکان عالی خاص مرزا صاحب کا ہے۔ اور میرے پیر و مرشد بطور مہمان کے جناب مرزا صاحب کے یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ تب میں نے ان سے پوچھا۔ کہ تم نے استخارہ کیا ہوگا۔ یا مرزا صاحب کا خیال کرتے سو گئے ہو گے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ یہی تو زیادہ توجہ کرنیکی بات ہے۔ کہ سونے کیوقت مطلقاً مرزا صاحب کا تصور نہ تھا۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ لاشک ولا ریب جناب مستطاب حضرت مرزا صاحب دام فیضہ ایسے عالی منزلت کے بزرگ ہیں۔ کہ شاید کوئی شخص تختہ تنہد میں ہو۔ اور میرا گمان یہ ہے کہ تمام عالم میں کوئی نہیں ہے جسے پیا چاہے۔ سو ہی گن آپ کے سب احباب کو سلام

احمد حسین صوفی معفی عنہ ۸ ذی القعدہ ۱۳۱۷ھ روز سہ شنبہ۔

کے ارے میں ایک طولانی خط لکھا ہے۔ وہ سوال و جواب کے طور پر ہے۔ وہ اس عرض سے لکھا ہے۔ کہ اسکی اتاعت ہو اور لوگوں کا خیال حق کی طرف مائل ہو اس خط کو چند اس کتاب کے اخیر چاہیے یا ہوں اس تحریر کا طو کہ چند پانچ کے طور پر ہو گا ہے۔ لیکن اس میں صوفی صاحب کی نیت خیر ہے

جناب مولوی حکیم احمد حسین صوفی صاحب اس وقت اپنا نظیر مہندس نہیں رکھتے۔ محمد حسین بٹالوی صاحب اپنے موافقین کو عالم زبردست اور جرمز صاحب کا معتقد ہو جائے اس کو منشی اور کم لیاقت اپنے عیسائی دوستوں کی طرح مشہور کرنے میں اچھی لباقت رکھتے ہیں لیکن میں دعوائے کر کے کہہ سکتا ہوں کہ وہ باوجود ساری شیخوں کے جناب مولوی احمد حسین صوفی صاحب سے ایک عرصہ تک الف با اور صرف و نحو سیکھ سکتے ہیں اگر میں اس دعوائے میں جھوٹا ثابت ہو جاؤں تو جو تاوان چاہو۔ مجھ سے لو۔

جس طرح جناب حضرت اقدس مرزا صاحب اس صدی اور زمانہ کے مجدد دین ہیں۔ اسی طرح ہمارے دوست صوفی صاحب مجدد طریقہ تعلیم میں جس طرح سوار یوں میں ریل گاڑی نکلی ہے اسی طرح تحصیل علم کی گاڑی کے نکالنے والے صوفی صاحب ہیں۔ ایک بتبرکۃ الف با سے شروع کر کے اور ایک ماہ میں تیس پارہ قرآن مجید صحت کے ساتھ پڑھ دیں ایک آٹھ نو برس کا بچہ ایک برس ڈبڑہ برس میں صوفی صاحب سے تعلیم پا کر صرف و نحو پرایا حاوی ہو جائے۔ کہ اچھے عالموں سے ٹکرائے۔ کیا یہ کرامات نہیں معلوم ہوئی اگر میرے بیان کو کوئی جھوٹا سمجھتا ہے تو ابیل گاڑی کے آگے کچھ شکل نہیں بیٹھ سکتا اگر صوفی صاحب کے چھوٹے چھوٹے شاگردوں کو دیکھے۔ یا مدرسہ احمدیہ آرہ جس میں صوفی صاحب ہی کے ڈھنگ پر بچوں کی تعلیم ہو رہی ہے۔ دیکھ لے۔ مدرسہ احمدیہ آرہ کے طالب علموں کی پڑھائی کی تو ہر سال شعبان میں نمائش بھی ہوتی ہے اور دیکھو منا حق بدگمانی کر کے گنہگار نہ بنو۔

اسے شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب میں آپ سے نہایت دلسوزی سے کہتا ہوں

کہ اب بھی کچھ نہیں ہوا۔ تھوڑی سی شے اتر جائیگی۔ تو بہ کر وجہ کو اللہ بڑا مانا چاہتا ہے۔ اس کی مخالفت چھوڑ دو۔ ورنہ آئندہ چکر بڑی ذلت کا سامنا ہوگا۔ میں آپ کو خوشخبری سناتا ہوں کہ صوبہ بہار و بنگالہ سے ایک گروہ عالموں کا حضرت مرزا صاحب کا بڑے جوش کے ساتھ شریک ہونی والا ہے ایسی میں نام ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔ کب تک بردست لٹو کو منشی شہ کھکھر دل ٹھنڈا کر دے۔ خدا آپ پر رحم کرے۔

پوچھو کہ مرزا صاحب سے ملکر کیا نفع ہوا۔ اچھے بے نفع ہوئے۔ کیا میں دیوانہ ہو گیا تھا کہ نافع بدنامی کا ٹوکرا سپر اٹھا لیتا۔ اور مالی حالت کو سخت پریشانی میں ڈال دیتا۔ کیا کہوں کیا ہوا۔ مردہ تھا زندہ ہو چلا ہوں۔ گناہوں کا علانیہ ذکر کرنا اچھا نہیں۔ ایک چوٹی سی بات سناتا ہوں۔ اس نالائق کو تیس برس سے ایک قابل نفرت یہ بات تھی کہ حق پرستوں کا تہا سار بادوستوں نے سہایا۔ خود بھی کئی بار قصد کیا۔ لیکن روحانی توجہ کمزور ہوئی تھی وجہ اس پرانی زبردست عادت پر قادر نہ ہو سکا۔ الحمد للہ حضرت مرزا صاحب کے باطنی توجہ کا یہ اثر ہوا کہ آج قریب ایک برس کا عرصہ ہوتا ہے۔ کہ پھر اس کم سبخت کو سنبھال لگایا۔

قرآن کریم کی عظمت اب میرے دل میں ہے۔ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت جو میرے دل میں اب ہے پہلے نہ تھی۔ یہ سب حضرت مرزا صاحب کی بدولت گو میرا جسم بھاگل پور یا بنگالہ میں ہوتا ہے۔ لیکن میری روح قادیان ہی میں ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔



# ایک قابل قدر شہادت

ملک امریکہ میں اسلام کیونکر پھیل رہا ہے اس قصہ سے بہت حضرات پورے واقف نہیں ہونگے۔ ملک امریکہ کے شہر ہڈسن علاقہ نیویارک میں ۱۹۳۶ء میں ایک شخص پیدا ہوا۔ جس کا نام الگرنڈریسل وب رکھا گیا اس شخص کا باپ ایک نامی و مشہور اخبار کا ایڈیٹر و مالک تھا۔ وب صاحب نے کالج میں پوری تعلیم پائی اور اپنے باپ کے نقش قدم پر چل کر ایک ہفتہ واری اخبار جاری کیا۔ وب صاحب کی لیاقت علمی طرز و تحریر کا شہرہ دور دور ہوا ایک روزانہ اخبار سینٹ جوزف مسوری ڈیلی گزٹ کے ایڈیٹر کے معزز عہدہ پر وب صاحب کی دعوت کی گئی۔ پھر اسکے بعد اور کئی اخباروں کی ایڈیٹری کا کام وب صاحب کے سپرد ہوتا رہا۔ کوئی صاحب لفظ اخبار کے کہنے سے کہیں رفیق ہند علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ اخبار عام کی ایڈیٹری نہ سمجھ لیں۔ ہندوستان کے دیسی اخباروں کو امریکا کے اخباروں سے وہی نسبت ہے۔ جو ایک تین چار برس کے لڑکے کو ایک چالیس پچاس برس کے ذی علم و تجربہ کا شخص کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ امریکا کے اخباروں کی تعداد کا حساب ہزار سے نہیں ہوتا۔ بلکہ لاکھ سے پھر ایڈیٹر بھی اسی لیاقت و دماغ کا آدمی ہوتا ہے جو اگر ضرورت ہو تو وزارت کے کام کو بھی انجام دے سکے۔ جس اخبار کے وب صاحب ایڈیٹر تھے۔ وہ امریکا میں دوسرے نمبر کا اخبار گنا جاتا تھا یعنی ایک ہی اخبار ساری قلمرو میں ایسا تھا جو تو صلیب کے اخبار سے زیادہ درجہ اور رتبہ کا تھا وب صاحب کی قابلیت اور لیاقت کا ایسا شہرہ ہوا۔ کہ پریزیڈنٹ سلطنت امریکا نے ان کو سفارت کے معزز عہدہ پر مقرر کر کے جزیرہ فلپائن کے پایہ تخت سینیلا کو روانہ کیا۔

سفیر سلطنت گورنر کا ہم رتبہ ہوتا ہے۔

۱۷۷۷ء میں مشروب نے دین عبسوی کو ترک کر دیا انہوں نے دیکھا کہ عیسائی مذہب سراسر خلاف عقل و عدل ہے کیسی برسن مک و صاحب کا کوئی دین نہ تھا۔ لیکن ان کو ایک قسم کی بے چینی تھی۔ دل میں خیال کیا کہ اس جہان کے سارے ادیان پر غور کروں۔ شاید ان میں سے کوئی سچا مذہب ہو۔ پہلے ہل بودھ مذہب کی تحقیقات شروع کی تحقیقات کامل کے بعد اس مذہب کو شفی بخش ۔ پایا اسی زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد زمان کے انگریزی اشتہارات کی لورپ و امریکا میں خوب شاعت ہو رہی تھی۔ وہ صاحب نے اس اشتہار کو دیکھا اور مرزا صاحب سے خط و کتابت شروع کی جبکہ آخری نتیجہ یہ ہوا کہ وہ صاحب نے دین اسلام قبول کر لیا

حاجی عبدالعرب ایک مسکن تاجر ہیں جو کلکتہ میں تجارت کرتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے لاکھ دو لاکھ کی پونجی کا ان کو سامان کر دیا تو ہجرت کر کے مدینہ میں جا بیسے۔ وہاں باغوں کے بنانے میں بہت کچھ صرف کیا۔ بہت عمدہ عمدہ باغ تیار ہو گئے۔ لیکن عرب کے بدوں کے ہاتھوں پہل لیا مشکل۔ آخر چارے بریتانی میں مبتلا ہو گئے۔ جدہ میں آکر ایک مختصر پونجی سے تجارت شروع کر دی یہی سے تجارتی تعلق ہوئی وہ سے ہندوستان میں بھی کبھی آجاتے ہیں۔ یہ بزرگ ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا مسکن ہے اللہ نے اس شخص کو مادر زاد ولی بنایا ہے اس کمال و خوبی کا مسلمان میری نظروں سے بہت ہی کم گذر اپشن بچوں کے دل گناہوں سے پاک و صاف خدا پر بہت ہی بڑا توکل بہت نہایت بلند مسلمانوں کی خیر خواہی کا وہ جو مسکن صاحب یاد پڑ جائیں۔ اسے خدا اگر عبدالعرب کے ایسے پانچ مسلمانوں کی جماعت بھی تو قائم کر دے۔ تو ابھی

مسلمانوں کی دنیا بھی بدل جائے۔ خدا نے اپنے فضل و کرم سے مجھ کو بھی کچھ تہوڑا سا جوش اہل اسلام کی خیر خواہی کا عنايت فرمایا ہے لیکن جب میں عبداللہ عرب کے جوش پر غور کرتا ہوں۔ نو سیر نچا کرتا ہوں۔ مجھ کو عبداللہ عرب کے ساتھ بہت بڑا نیک ظن ہے۔ اور وہ بھی مجھے محبت سے ملتے ہیں مجھ کو عبداللہ عرب کے ساتھ رہنے کا عرصہ کم متعلا ہے۔ اگر میں اون کی روحانی خوبیوں کو لکھوں۔ تو بہت طول ہو جائیگا۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ اس آخری زمانہ میں بھی اس قسم کے مسلمان موجود ہیں۔ مکہ معظمہ میں تھریڈ کی اصلاح کے لئے قریب چار لاکھ روپیہ چندہ ایک عبداللہ عرب صاحب کی کوشش سے جمع ہوا تھا۔ پٹی میں عبداللہ عرب صاحب نے الگنڈر ریل و بس فیر امریکا کے مسلمان ہونیکا حال سنا۔ فوراً انگریزی میں خط لکھوا کر وب صاحب کے پاس روانہ کیا۔ وب صاحب نے بھی ویسے ہی گرم جوشی کے ساتھ جواب دیا۔ اور خواہش ظاہر کی۔ کہ اگر آپ کسی طرح منیلا آ سکتے۔ تو امریکا میں اشاعت اسلام کے کام میں کچھ صلاح و شورہ کیا جاتا۔ حاجی عبداللہ عرب صاحب کو حضرت پیر سید الشہدین رحمہ اللہ سے والے سے بیعت ہے۔ شاہ صاحب کی بڑی عظمت عبداللہ عرب کے دل میں ہے۔ مجھ سے استقدر تعریف انکی بیان کی ہے۔ کہ مجھ کو بھی مشتاق بنا دیا ہے۔ کہ ایک بار حضرت پیر سید الشہد الدین صاحب کی ملاقات ضرور کروں۔ جب کوئی اہم کام پیش ہوتا ہے۔ تو حاجی عبداللہ عرب صاحب اپنے پیرو مشن سے صلاح ضرور ہی لے لیتے ہیں چنانچہ انہوں نے اپنے مرتد سے منیلا جانے کے بارے میں استفسار کیا۔ استخارہ کیا گیا۔ شاہ صاحب نے کہا۔ کہ ضرور جاؤ۔ اس سفیر میں کچھ خیر ہے

لے پیر صاحب مبلغ حیدر آباد سیدہ تحصیل ہاں رہتے ہیں۔ ان کے لاکھوں لاکھ مرید ہیں۔ اور علاقہ سندھ میں

عبداللہ عرب صاحب نے مجھ کو خط لکھا کہ تو بھی سنیا چل میں انگریزی نہیں جانتا اور وب صاحب اردو نہیں جانتے۔ ایک ترجمہ ضروری ہے اور ایک نو مسلم سے ملنا ہے۔ نہ معلوم اس بیچارہ کو دین اسلام کے بارہ میں کیا کچھ پوچھنے کی حاجت ہو میں اس زمانہ میں کٹاک میں تھا کلکتہ میں حاجی صاحب میرا بہت انتظار کرتے رہے۔ مسلمان کٹاک نے مجھ کو جلد خدمت ندی۔ آخر وہ ایک یوتھین نو مسلم کو لیکر سنیا چلے گئے۔ اس سفر میں حاجی صاحب کا ہزار روپیہ سے بالا صرف ہوا۔ وب صاحب سے ملاقات ہوئی۔ یہ بات طے پائی کہ وب صاحب سفارت کے عہدہ سے استعفا داخل کریں اور اتنا ساعت اسلام کے لئے حاجی عبداللہ عرب صاحب چند جمع کریں۔ حاجی صاحب نے ہندوستان واپس آکر مجھ سے ملاقات کی۔ اور میرے ذریعہ سے ایک جلسہ حیدرآباد میں قائم ہوا جس میں مجھ ہزار روپیہ چندہ بھی جمع ہوا لیکن میں نے حاجی صاحب سے کہہ دیا کہ ابھی وب صاحب کو عہدہ سے علیحدہ ہونیکو نہ لکھو۔ جب تک چندہ پورا جمع نہ ہو لے حاجی صاحب نے اپنے جوش میں میری نہ سنی اور بڑی سے نار دیا کہ سب ٹھیک ہے تم نوکری سے استعفا داخل کر دو۔ چنانچہ وب صاحب نے ویسا ہی کیا۔ اور ہندوستان آئے۔ میں بمبئی سے ساتھ ہوا۔ بمبئی۔ پونہ۔ حیدرآباد۔ مدراس میں ساتھ رہا۔ حیدرآباد میں وب صاحب نے مجھ سے کہا کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب کا مجھ پر بڑا احسان ہے۔ وہ نہیں کیونکہ میں مشرف اسلام ہوا میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ مرزا صاحب کی بدنامی وغیرہ کا جو قصہ میں نے سنا تھا۔ ان کو سنایا۔ وب صاحب نے حضرت مرزا صاحب کو ایک خط لکھوایا جس کا جواب آٹھ صفحہ کا حضرت نے لکھ کر بھیجا۔

لوگ انکی بڑی قدر کرتے ہیں۔ انکی کرامات و بزرگی کے سب قائل ہیں +

عبداللہ عرب صاحب



اور بچھو لکھا کہ لفظ بلفظ ترجمہ کر کے وب صاحب کو سنا دینا چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ وب صاحب نہایت شوق و ادب کے ساتھ حضرت اقدس کا خط سننے رہے خط حضرت نے اپنے اس دعوے کو موذیل کے لکھا تھا۔ پنجاب کے علما کی مخالفت اور عوام میں شورش کا تذکرہ تھا۔ حضرت نے یہ بھی لکھا تھا کہ مجھ کو یہی تم سے (یعنی وب صاحب سے) ملنے کی بڑی خواہش ہے۔ وب صاحب حاجی عبداللہ عرب و یرسری ایک کمیٹی ہوئی۔ کہ کیا کرنا چاہئے۔ رائے یہی ہوئی کہ صلحت نہیں ہے۔ کہ ایسے وقت میں کہ ہندوستان میں چندہ جمع کرنا ہے ایک ایسے بذنام شخص سے ملاقات کر کے اساعت اسلام کے کام میں نقصان پہونچایا جائے۔ اب اس بذلیلہ پرافسوس آتا ہے! وب صاحب لاہور گئے۔ تو اسی خیال سے قادیان نہ گئے۔ لیکن بہت بڑے افسوس کی بات یہ ہوئی کہ ایک شخص نے وب صاحب سے پوچھا کہ آپ قادیان حضرت مرزا صاحب کے پاس کیوں نہیں جاتے۔ تو انہوں نے بے گنا خانہ جواب دیا کہ قادیان میں کیا رکھا ہوا ہے لوگوں نے وب صاحب کے اس نامعقول جواب کو حضرت اقدس تک پہونچا بھی دیا۔ غرض ہندوستان کے مشہور شہروں کی سیر کر کے وب صاحب تو امریکا جاکر اساعت اسلام کے کام میں سرگرم ہو گئے۔ دو ماہ تک میں وب صاحب کے ساتھ رہا۔ وب صاحب حقیقت میں آدمی معقول ہے۔ اور اسلام کی سچی محبت اس کے دل میں پیدا ہو گئی ہے مجھ سے جہاں تک ہو سکا ان کے معلومات کے بڑھانے۔ خیالات کج کو درست کرنے اور مسائل ضروری کی تعلیم میں کوشش کی۔ اور شیخ محمد میرا سی رکھا ہوا ہے۔

جیسا میں نے کہا تھا۔ ویسا ہوا۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے چندہ کا وعدہ تو کیا۔ لیکن ادا ہوتا ہوا کہیں سے نظر نہیں آتا تھا۔ حاجی عبداللہ عرب صاحب نے بہت

کچھ ہاتھ پاؤں مارا۔ لیکن نروید میخ آہنی درنگ۔ لاکھوں روپیہ خلاف شرع شریف خرچ کرنے میں مسلمان مستعد و سرگرم ہی رہے۔ اور اس بہت بڑے کام میں کچھ بھی نہ دیا۔ صرف رنگین اور حیدر آباد دکن سے تو کچھ لگایا۔ کل روپے جو سیرے خیال میں بھیجے گئے۔ ۷۰ تیس ہزار ہونگے جس میں حاجی عبداللہ صاحب عرب کا سولہ ہزار رہا ہوگا۔ پچارہ غریب حاجی اس نیک کام میں پس گیا۔!

جب حاجی عبداللہ صاحب جندہ کے فراہم نہ ہونے سے سخت بے چینی میں مبتلا ہوئے۔ تو اپنے پیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور حضرت سید اشہد الدین صاحب کینڈمت میں جا کر عرض کیا۔ حضرت پیر صاحب نے استخارہ کیا۔ معلوم ہوا کہ انگلستان اور امریکا میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے روحانی تصرفات کی وجہ اشاعت ہو رہی ہے۔ ان سے دعا مانگوانے سے کام بھیک ہوگا۔ دوسرے دن حاجی صاحب کینڈمت پیر صاحب بنجر دی ایپیر حاجی صاحب نے بیان کیا۔ کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب کی علمائے پنجاب و ہند نے تکفیر کی ہے۔ ان سے کیونکر اس بارہ میں کہا جائے۔ اس بات کو سنکر شاہ صاحب نے بہت تعجب کیا۔ اور دوبارہ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور استخارہ کیا۔ خواب میں جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ اور حضور نے فرمایا۔ کہ مرزا غلام احمد اس زمانہ میں میرا نائب ہے۔ وہ جو کہے وہ کرو۔ صبح کو اٹھ کر شاہ صاحب نے کہا۔ کہ اب میری حالت یہ ہے۔ کہ میں خود مرزا صاحب کے پاس چلوں گا۔ اور اگر وہ جھکو امریکا جانے کو کہیں تو میں جاؤں گا۔ جب کہ حاجی عبداللہ صاحب نے اور دوسرے صاحبوں نے خواب کا حال سنا۔ اور پیر صاحب کے ارادہ سے واقف ہوئے۔

تو مناسب نہ سمجھا مکہ پر صاحب خود قادیان جائیں سب نے عرض کیا کہ آپ کو تنہا تکلیف کرتے ہیں۔ آپ کی طرف سے کوئی دوسرے صاحب حضرت مرزا صاحب کے پاس جا سکتے ہیں۔ چنانچہ پیر صاحب کے خلیفہ عبداللطیف صاحب اور حاجی عبدالعرب صاحب قادیان گئے۔ اور سارا قصہ بیان کر کے خواستگار ہوئے۔ کہ حضرت اقدس اس طرف متوجہ ہوں۔

اگر اتاعت اسلام کا کام امر لکائیں غمگی سے جلنے لگے۔ بیان مذکورہ بالا میں نے خود حاجی عبدالعرب صاحب سے سنا ہے۔ اور سارا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں۔ حاجی صاحب کو میں ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا ماخذ آدمی سمجھتا ہوں۔ اس لئے اس خبر کو جو ٹہنچنے کی کوئی وجہ نہیں ہے جس حالت میں مرزا صاحب ایک مذہم شخص ہو رہے ہیں۔ اور جھنڈے والے پیر صاحب ایک نامی آدمی ہیں۔ عبدالعرب صاحب کو کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ اپنے مرث کے بارے میں ایک ایسا قصہ تصنیف کریں جس سے ظاہر اُن کا نقصان ہی نقصان ہے۔

حاجی عبدالعرب صاحب سے مجھ کو ایک اور عجیب بات معلوم ہوئی۔ کہ قسطنطنیہ میں سید فضل صاحب ایک بالکمال بزرگ رہتے ہیں۔ حین کو سلطان روم بہت پیار کرتے ہیں۔ سید فضل صاحب کے بزرگوں میں ایک شیخ گذرے ہیں۔ میں ان کا نام وغیرہ آئندہ دریافت کر کے کسی دوسرے رسالہ میں درج کرونگا۔ وہ صاحب کشف و کرامات تھے۔ وہ اپنے ملفوظات میں لکھ گئے ہیں۔ کہ آخری زمانہ میں مہدی علیہ السلام نہایت لائیکے۔ نو مغربی ملکوں میں ایک بہت بڑی قوم گورے رنگ والی حضرت مہدی علیہ السلام کی بڑی حسین و مددگار ہوگی۔ اور وہ سب داخل اسلام ہوگی۔ واعد اعلم بالصواب۔

اگر کوئی شخص سچا طالب حق حضرت مرزا صاحب کے بارے میں سچے دل سے استنباط کرے تو ایک نہ ایک دن اللہ پاک اس پر ضرور فضل کرے گا۔ میرے کئی ایک دوست

جنکی ولایت کا مجھ کو بکا یقین ہے۔ میرے کہنے کے مطابق استخارہ کر کے بشارت ربانی سے مستفیض ہوئے۔ اور اب امجد اللہ حضرت کے بھی خواہوں میں داخل ہیں لیکن یہ یاد رہے کہ استخارہ کرنے والا دل کو بڑے یا بھلے خیال سے صاف رکھے۔ ایسا دیکھا گیا ہے کہ ایک شخص حضرت کے خلاف بہت کچھ سنتا رہا اور حق بات دریافت نہ کر کے ایک رائے خلاف میں قائم کر لی پھر استخارہ کیا۔ اور اسکے نفس نے چاہا کہ حضرت کے بارے میں کوئی سی بات ضرور معلوم ہو۔ تو ایسی صورت میں شیطانی مداخلت ہو جاتی ہے۔ اور بجائے اسکے کہ وہ خواب رحمانی ہو وہ خواب شیطانی ہو جاتا ہے۔ ہاں رحمانی اور شیطانی خوابیں اپنی تاثیرات سے بخوبی پہچانی جاتی ہیں جب طرح اگر کوئی مٹھا کی دوکان میں بیٹھا ہے۔ تو اسکے کپڑوں سے خوشبو آنے لگتی ہے۔ اسی طرح رحمانی خواب کے دیکھنے والے کو صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس کے دل کو مجبب لذت بخش سرور ہے اور کسی قسم کی بریشانی اور الجھن نہیں ہے۔ بلکہ دل میں ایک نہایت ہی پیاری ٹھنڈک ہے۔ برخلاف اسکے شیطانی خواب کا دیکھنے والا ان کیفیات قلبی سے بالکل محروم رہتا ہے۔ سہاک ہیں۔ وہ بندے جو سچے ہیں۔ اور سچ کے عاشق ہیں۔ وہ اس عالم میں بھی سچے خواب دیکھتے ہیں۔ اور عاقبت کا آرام نوا نہیں کا حصہ ہے۔

## کچھ اختلاف کا بیان

جہاں تک میں نے نہایت ٹھنڈے دل سے غور کر کے دیکھا۔ تو مجھ کو یہ معلوم ہوا کہ اختلاف در بیان علماء پنجاب و ہند اور حضرت مرزا صاحب کے ایک فروعی امر میں ہے۔ لیکن گوگولز نے تنکے کا پہاڑ بنا لیا ہے حضرت مرزا صاحب کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مثل اور نبیوں کے انتقال فرما چکے۔ علمائے مخالفین کہتے ہیں کہ نہیں حضرت

عیسیٰ اسی جسد غضری کے ساتھ انیس سو برس سے زندہ موجود ہیں۔ کیا اس قسم کے اختلافات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں نہ تھے؟ کیا ایک سمجھ میں معراج شریف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمانی اور دوسرے کی سمجھ میں روحانی تھا؟ پھر کیا وہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے تھے؟ افسوس صد افسوس! حضرت ابن عباسؓ ایسے جلیل القدر صحابی کتنے سائل میں اور صحابہ سے مختلف تھے لیکن کیا کوئی صحابہ ان کو اس وجہ سے خارج اسلام سمجھتا تھا حضرت مرزا صاحب کسی حرام کو حلال نہیں کہتے فتح الباری میں لکھا ہے کہ کوئی صحابی بحر ابن عباسؓ کے گدھے کو حلال نہیں کہتا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب وفاتِ سیح کے سلسلہ میں اجلے کے مخالف ہیں۔ لیکن یہ صرف بات ہی بات ہے کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ کل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یہی سمجھتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسد غضری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور سب انبیاء کو تو موت آگئی لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس قاعدہ و قانون الہی کے خلاف جیسے کے تیسے زندہ موجود ہیں۔ ان برزخ تعزیرات زمانہ کا اثر نہیں۔ نہ موت ان کے پاس آتی ہے جہاں تک غور سے دکھا جاتا ہے۔ معاملہ بالکل برعکس معلوم ہوتا ہے قرآن مجید سے تو صاف اور کھلے طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نسل اور نبیوں کے وفات پائی حدیثوں بھی اسی کا ثبوت ملتا ہے۔ کتاب مجمع البحار جلد اول صفحہ ۲۸۹ میں لکھا ہے کہ حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے تئیس برس کی عمر میں انتقال فرمایا حضرت امام مالک کس شان اور مرتبہ کے امام میں تین القرون کے زمانہ کے اولیاء میں سے ہیں جنکے تابعداروں کی تعداد کروڑوں تک پہنچتی ہے۔ کہو نہ کہ کل مالکی مذہب والے اپنی امام کے مخالف نہیں ہو سکتے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنے صحیحین میں حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کو موتی میں داخل کیا ابن قیم جیسے محدث نے مزاج السالکین میں وفات کا اقرار  
 کیا علاء الدین علی بن احمد نے اپنی کتاب سراج سنہ میں انکی وفات کا بیان کیا سفر مقتدر  
 کے بڑے بڑے علما اسی بات کے قائل رہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے۔ بہر  
 کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب اجماع کے مخالف ہیں۔ بہر کیا اجماع اسی کا نام ہے؟  
 سب سے بڑا تعجب کی بات تو یہ ہے۔ کہ بلاد شام میں حضرت عیسیٰ السلام کی قبر تک  
 موجود ہے اس قبر کے متعلق جو درسلہ در بیان حضرت اقدس مرزا صاحب اور مولوی  
 محمد سعید طرابلسی کے ہوا ہے۔ وہ حضرت کی مثیل تصنیف تمام الحجۃ کے صفحہ ۱۸  
 میں درج ہے۔ ناظرین ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ سچا ایماندار کی یہی شان ہے۔ کہ غلط بات پر  
 اڑ نہیں جاتا۔ وہ ہمیشہ حق کے سامنے سر جھکانے کو مستعد ہے۔ وہ اپنے خیالات کا  
 بت درست نہیں ہوتا۔ نہایت ہی افسوسناک حالت اس شخص کی ہے۔ جو  
 حق کا طالب نہیں ہے۔ بلکہ یہ چاہتا ہے کہ باپ دادوں کا میرے جو خیال و باطل عقیدہ  
 ہے۔ حق بھی اگر اوی سے صلح کرے بعض کم بختوں کا یہ خیال ہے۔ کہ وہ شخص جو ایک بُرے  
 خیال و عقیدہ کو چھوڑ کر نئے خیال و عقیدہ کو قبول کر لیتا ہے۔ وہ متلون ہے۔ اس میں استقلال  
 نہیں بلکہ کوتاہیوں کے خیال میں بڑی بہادری یہی ہے کہ آدمی ایک خیال و عقیدہ  
 پر بہار کی طرح جا رہے۔ میری سمجھ میں یہ حضرات ابو جہل و ابولہب کے بہائی ہیں۔ کیونکہ وہ  
 دونوں کج بخت بڑے مستقل مزاج تھے کہ باوجود سارے جہاں کے سردار حضرت رسول  
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا جہانوالہ حق بات سمجھنا نہ نہیں کھلی کھلی شانیوں کو  
 دکھا کر حق دکھاتا۔ بلکہ یہ ایسے مستقل مزاج تھے کہ دوزخ قبول کیا۔ لیکن برائے خیال  
 و عقیدہ کے بت کو نہ چھوڑا۔ ابدالاً <sup>فاسد</sup> قبول کی۔ فاسوس صد فاسوس مسلمان کہہ لاکر بھی آدمی

کافروں و مشرکوں صبیحہ و ضد کو پسند کرے۔ باجھکو کیا ہی پیارا ایک حقانی عالم اور واعظ  
کا کلام معلوم ہوا تھا۔ تم حق کے عاشق ہیں۔ چاہے وہ جہاں ملے۔ ہم لے اسلام کو اختیار کیا  
ہے۔ کیونکہ اس کو حق پایا۔ بغرض مجال اگر کوئی دوسرا مذہب حق نظر آوے۔ تو کیا ہم اس سے  
سُندہ موڑنے والے ہیں؟ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ حق بات قبول  
کرنا چاہئے۔ گو اس کا کہنے والا ایک چوڑا بچہ کیوں نہ ہو۔ کبر و نخوت اسی کا نام ہے کہ انسان  
کسی دوسرے خیال سے حق کو قبول نہ کرے۔ اس جہان میں آدمی بھی کیا ظلم و اندیشہ کرتا  
ہے۔ جو مستقل مزاج ہے۔ اس کو متلون کہتا ہے۔ جو متلون ہے۔ اس کو مستقل قرار دیتا ہے۔  
بقول شخصہ چلتی کا نام گاڑی رکھتا ہے۔ سد و زائل میں جب ہم سے سوال ہوا۔ است بر حکم  
یعنی کیا تم تمہارے رب نہیں ہیں۔ تو بولے بلی یعنی ہاں۔ لیکن جب دیا میں آئے۔ امتحان  
و آزمائش میں پڑے۔ ایسی ایسی حالت آن پڑتی ہے۔ کہ اگر حق کا اقرار کرتے ہیں۔ سچائی  
کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ تو قوم اور برادری میں ناک کشتی ہے۔ ساق کی رسوائی و ذلت ہوتی  
ہے۔ یا مولویت میں بٹا لگتا ہے۔ تو اقرار سابق چھوڑ حق سے سندہ موڑ لگے۔ دروغ سے کام  
لکانے لگے۔ افسوس یہ خیال نہ کیا کہ یہ کیسا تلون ہے۔ بقول دشمن بیان دوست  
بشکستی۔ بسبب کہ اذ کہ بریدی و باکہ پوستی۔ ہاں مستقل مزاج وہ خدا کے نیک بندے ہیں۔  
جو امتحان میں ڈالے جاتے ہیں۔ بیعتوں میں پھنستے ہیں۔ لوگ ان کو لپٹاتے ہیں۔ مصلحت  
ہیں۔ ابر و ریزی کے دریے ہوتے ہیں۔ لیکن وہ ایسے مستقل مزاج ہوتے ہیں۔ کہ حق  
کو نہیں چھوڑتے۔ چاہے وہ جس صورت میں ظاہر ہو۔ وہ تو روز ازل سے بادۃ الست کے  
ست ہیں۔ جو اقرار کیا ہے۔ اُس پر قائم ہیں۔ اگر حق کی ایسے سُنہ کی صورت میں ظاہر ہو  
جو آبائی خیال کے مخالف ہے۔ لیکن وہ حق ہے۔ تو وہ اس کو فوراً پہچان لیتے ہیں۔

اہم کہتے ہیں کہ پہرنگے کو خواہی جامہ می پوش میں انداز قدرت رامی شناسم بہتر ہے  
 سندان ایسے بھی ہیں کہ پانچوں وقت نمازیں یہ دھار مانگتے ہیں کہ اہذا الصراط المستقیم  
 یعنی اے رب مجھ کو سیدھی راہ یعنی حق پر چلا لیکن اپنی طرف سے صراط مستقیم پر  
 ایک حاشیہ بھی دعائیں لگا دیتے ہیں یعنی وہ حق کی بات وہی ہو جو باپ دادے  
 کہتے آئے ہیں جو رادری میں باقی اور قبول لگائی ہے کہ میں وہ حق نہ کہائے کہ جس سے  
 لوگوں میں بدنام ہونا پڑے لیکن اسد پاک تمہاری ناپاک خواہشوں اور آرزوؤں کا تعلق  
 کب ہے اے لوگو اپنی طرف سے حاشیہ ت لگاؤ اللہ پر چھوڑ دو تمہارا کام یہی  
 ہے کہ اس سے حق مانگو چاہے۔ وہ حق عزت دنیاوی کا لباس پہنے ہو یا ثوب بعض حضرات  
 تو ایسے ہیں کہ آبائی و قومی خیال کے خلاف کسی مسئلہ کو سندان گناہ سمجھتے ہیں مثل  
 مشرکین کر کے جو قرآن شریف سن کر کان میں انگلیاں ڈالتے تھے یہ بھی مخالف مسئلہ  
 سے بہت خوف کھاتے ہیں۔ اپنے دوستوں و عزیزوں کو کہتے ہیں کہ خبردار فلاں فلاں  
 کتاب ہرگز نہ دیکھنا ورنہ ایمان خراب ہو جائیگا لان بیچاروں کا اسلام کیا ہے۔ چھوٹی  
 سوئی کا درخت ہے۔ یا ہندوؤں کی ذات ذرا ہلکا لگنے سے غائب اسلام نو وہ ہے  
 جسکو نہ کسی کتاب سے خوف ہو نہ کسی آدمی کی پرواہ۔ وہ تو آہنی قلعہ ہے۔ جو اس سے  
 ٹکرا کھائیگا۔ اسکو نہ توڑیگا۔ بلکہ خود باش پاش ہو جائیگا۔ اسے برا درپانچ وقت خدا  
 سے صراط مستقیم پر چلنے کی دعا مانگتے ہو۔ پہر بھی تنکو اس مادی پر شبہ رٹا ہوا ہے  
 کہ شاید وہ تنکو کہیں گمراہ نہ کر دے۔ اب باک کا یہ وعدہ بھی قرآن مجید میں تلاوت کرتے  
 ہو کہ والذین جاہدوا فینا لنھدینہم سلما۔ یعنی جو لوگ ہماری راہ میں یعنی حق کی  
 تلاش میں کوشش کریں گے۔ ہم ان کو اپنی راہ خود دکھائیگی۔ لیکن پہر بھی تنکو



اس رحمن درجہ سہم کے وعدہ پر یقین نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کو کسی کتاب کے پڑھنے سے خوف کیا۔ اسلام بنگالیوں کی صحت ہے۔ جو ذرا سی تبدیل آب و ہوا کی برداشت نہیں کر سکتا۔ ہائے افسوس لوگوں نے اسلام کو بھابھی نہیں ہے۔ سورنہ وہ خیر ہوتے کبھی گیدڑ کی طرح خوف نہ کھاتے۔

اے حضرات میں سچ کہتا ہوں۔ اگر کوئی ایماندار خدا سے ڈرنے والا مسلمان جو سچ سچ بات کا طالب ہو۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی بھیل تھینف ازالہ و دام کو شروع سے آخر تک غور سے دیکھ جاوے۔ اور اللہ سے برابر دعا کرنا رہے۔ کہ حق ظاہر ہو تو ممکن نہیں ہے کہ وفات مسیح کا قائل نہ ہو۔ حضرت نے کس زور کے ساتھ قرآن مجید کی تیس آیتوں اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریف سے کہول کہول کر دکھا دیا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مثل اور نبیوں کے وفات پا گئے۔ اور ان نبیوں کی عالی مقام میں نورانی جسم کے ساتھ داخل ہو گئے۔ اور اگر وہ زندہ ہیں۔ تو اسی طرح زندہ ہیں۔ جیسے کل شہدا اور اولیاء اللہ و مرسلان خدا زندہ ہوتے ہیں۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ تو اسی طرح زندہ ہیں جس طرح ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ نہ کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات بڑھ کر انکی زندگی میں داخل ہے۔ اگر حق کے طالب ہو۔ لا الہ الا وہام حضرت مرزا صاحب کے پاس سے تنکا کر دیکھو۔ ہاں اس کتاب سے بہت ہی مختصر طور پر ہم کچھ دلائل اکب علیحدہ باب میں لکھ دیتے ہیں۔ وہ صرف عقلمند کے لئے اشارہ کے طور پر ہوگا۔ اگر کسی میں سوچنے اور غور کرنا کا مادہ ہے۔ تو میرا مختصر بیان بھی اس کے لئے رہنما ہو سکتا ہے۔

لے سوچنا اور غور کرنا جو خاص مسلمانوں کا کام تھا۔ وہ اکبر عرصہ سے بالکل گم ہو گیا ہے۔ چند ہی سوز کا

ہاں وہ عقاید جو مولوی محمد حسین ہالوی صاحب کی وجہ سے حضرت اقدس مرزا صاحب کی طرف لوگ منسوب کرتے ہیں اور جو موجب تکفیر ٹھہرائے گئے ہیں ثن کے بارہ میں صرف میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ جس حالت میں حضرت مرزا صاحب ان تمام عقاید سے بار بار بینراری ظاہر کرتے ہیں پھر کسی کو کیا حتی پہنچتا ہے کہ ان عقاید کو زبردستی حضرت پر لگا دے۔ ہر مصنف اپنی تصنیف کا مفسر ہوتا ہے جس حالت میں حضرت مرزا صاحب پکا پکار کر اپنی کتابوں میں اشتہاروں میں کہے جاتے ہیں کہ میرا ہرگز وہ مطلب نہیں ہے جو لگا یا جا رہا ہے۔ تو کیا یہی انصاف ہے کہ اسپرٹ وضد کہا جائے کہ نہیں اس کے مضامین ہیں۔ جو ہم لگاتے ہیں حضرت مرزا صاحب ایسے بے مثل

عرض ہوا کہ ایک مولوی صاحب سے میں نہایت ادب کے ساتھ کرنا تھا کہ اگر حضرت عظیمی سلام کو جب نہری کے ساتھ زندہ مان لیا جائے تو کئی قسم کی ایسی دقتیں میں آتی ہیں کہ حوالہ سرغلاف قتل سلیم ہیں اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ تم مذہب میں عمل کو دخل دہا جاتے ہو۔ عرض ہو کہ معلوم ہو گیا کہ مولوی صاحب مذہب کے دوست اور قتل کے دشمن ہیں اس قسم کے مولوی صاحبوں کی یہ سبب ہے کہ قتل نہایت ہی خراب چیز ہے اس کو دماغ سے نکال ڈالنا ہی بہتر ہے۔ انفس صدافسوس مسلمانوں کی حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ قتل کے دشمن ہو گئے۔ خدا کی ایک بہت ہی بڑی رحمت کو آفت سمجھنے لگے۔ اللہ ان کی حالت پر رحم کرے۔ قرآن مجید سے مذکور کوئی کتاب جو آسمانی ہونے کا دعوے کرتی ہے۔ انسان کو صاحب غور و فکر نہیوالی نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ہر جگہ یہی دیکھو گے۔ کہ اسدلائل قوی اور مقبول باتوں کو بنا کر فرماتا ہے۔ افلا تعقلون افلا تتفكرون۔ قرآن مجید نے ہی عرب ایسی امی اور اُفتد قوم کو حکیم بنادیا۔ صحابہ کی ہر ایک فہمی اور عاقلانہ کارروائیوں کو دیکھ کر حیرت ہونی ہے۔ دین اسلام ہرگز ہرگز خلاف قتل نہیں ہے۔ ہاں دین اسلام میں بہت سی باتیں ایسی بھی

تصنیف آئینہ کالات اسلام کے صفحہ ۳۲ میں اسی ظلم کے بارہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ لیکن اگر افسوس ہے تو صرف اس قدر کہ ایسے فتویٰ صرف اجتہادی غلطی کی وجہ سے قابلِ لازم نہیں۔ بلکہ بات بات میں خلافِ امانت اور تقویٰ عمل میں آیا ہے۔ اور نفسانی حسد و فک و پردہ مد نظر رکھ کر دینی سائل کے پیرایہ میں اسکا ظہور ہوتا ہے سکیا تعجب کا مقام نہیں کہ ایسے نازک مسئلہ میں کافر قرار دینے میں اس قدر زور دی دکھائی جائے کہ ایک شخص بار بار خود اپنے اسلام کا اقرار کرتا ہے مگر امانت جہتوں سے اپنی بریت ظاہر کر رہا ہے۔ جو موجب کفر ٹھہرائی گئی ہیں۔ مگر پھر بھی اُس کو کافر ٹھہرایا جاتا ہے۔ اور لوگوں کو تلقین کی جاتی ہے کہ باوجود اقرار کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور باوجود توحید اور ملتے عقائد ضروریہ اسلام

ہیں جو معمولی انسانی عقل سے جو انسانی مذہبات سے مارک ہو رہی ہے۔ اور سپر ریوڈ بڑے سخت جواب دہ ہو گیا ہے معلوم نہیں ہو سکتی لیکن حقیقت میں وہ خلاف عقل یہیں ہیں۔ اسلام میں کہیں اسکی تعلیم نہیں ہوئی کہ دو اور دیا بچ ہونے ہیں۔ یا تین یا ایک کو توڑو۔ تو کسے تین کے ایک ہی ہونے ہیں۔ وہ حضرت جو دین اسلام کو خلاف عقل قرار دیتے ہیں۔ گو یا وہ یہ کہتے ہیں کہ اسلام ایک ماسقول دین ہے۔

معاذ اللہ منہما اگر دین اسلام عقل کے خلاف ہو۔ تو یہ دعوت اسلام کا مابا کھل سدود ہو جاتا ہے کہ کس نہ سے کسی ہمد کو کہہ سکتے ہیں۔ کہ تو دین اسلام کو قبول کر۔ اگر وہ ہم سے اسلام کی جویوں کے دلائل عقلی طلب کرے۔ تو اسوقت کما ہی مناسب ہوگا کہ ہم اسکو یہ جواب دیں۔ کہ اچھی دین اسلام میں عقل کو دخل نہیں۔ اندہ ہے کی طرح سب باتوں کو حق مان لو۔ اس جواب کو سنکر اگر وہ منہد و کہے کہ اگر اندہ ہے ہی کی طرح سب ماسقول باتوں کو مان لینا ہے۔ تو میں اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر ناحق دلیل و حجتوں کوں خوں غزیروں پر شدت داروں سے علیحدہ ہو کیل تباہت کہوں گوارا کروں۔ تو فوراً یہ جواب اسکا کیا ہے ما ہوگا؟ اس قسم کے حضرات ہرگز اس قابل نہیں ہیں۔ کہ دین اسلام کو غیر

کے اور پابندی صوم و صلوٰۃ اور اہل قبلہ ہونے کے پہر بھی کا فر ہے۔ اور دیگر مشرکین اور کفار کی طرح ہیشہ جہنم میں رہیگا۔ اور کبھی اس سے باہر نہیں نکلیگا۔ ایکہ دجالہم چہ شمت نیز ضیال چوں نترسی از خدا سے ذوالجلال۔ مومنے را نام کا فرمی نہی۔ کا فرم گر موسیٰ ماہیں خیال۔ اور عموماً تمام علمائے مکفرین پر یہ افسوس ہے۔ کہ انہوں نے بالتفتیش و تحقیق ثبالی صاحب کے کفرانہ مہرین لگا دیں۔ اور اول سے آخر تک میری کنایاں نہ دیکھیں۔ اور بذریعہ خط و کتابت مجھ سے کچھ دریافت کیا۔ اگر وہ نیک بنتی سپہ میں لگاتے۔ تو ان کا نور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مذہب برہر طور سے غالب کر سکے۔ اس قسم کے مولو بصاحبان اگر صرف انگریزی رمانڈانی سکھ لیں اور انگلستان اور امریکہ میں اشاعت اسلام کے لئے بھیجے جائیں۔ تو ان ملکوں میں خوب ہی کامیاب حاصل کر سکتے۔ وہاں جاکر ان کا وعظ یہ ہوگا۔ کہ دین اسلام کو سچا مالو نہاں میں یڑھو۔ رو رہے رکھو۔ اب صرف کو چاروں طرف سے غلبہ یافتہ اگر تڑا کر گھر کر یو جھنا شروع کر دیں۔ کہ کیوں ہم اسلام کو سچا مائیں۔ ہمارے مذہب نے کیا قصور کیا ہے کہ اس کو چھوڑ دیں۔ پہلے آپ اپنے نبی کی خوف کو قوی دلائل سے ثابت کیجئے۔ قرآن کا کلام اسد ہونا عقلی دلائل سے ثابت کیجئے۔ اپنے ہر عقائد کو دلائل عقل سے ثابت کر دکھائیے۔ پھر کہئے اس وقت مولو بصاحب کا کیا حال ہو سکتا اس وقت مولو بصاحب نہایت لال پلٹا ہو کر کہیں۔ کہ کیا نامعقول بات ہے۔ اے لوگو یہ کیا غل بچا پا ہے۔ ثابت کر دیجئے۔ ثابت کر دیجئے۔ کیا دین میں عقل کو دخل ہے۔ ساموئیل اللہ سے ڈرو۔ میری سب باتوں کو مان لو۔ تو اس وقت کل حاضرین کس زور سے تہقہ لگائیں گے میں سچ کہتا ہوں کہ یہی حال ان مولوی صاحبوں کا ان انگریزی سلطنتوں میں ہو۔ کئی پہولے یہاں مسلمان رئیسوں کا ارادہ ہوا تھا کہ دو ایک اس قسم کے مولو بصاحبوں کو انگریزی زبان سکھا کر امریکا اور انگلنڈ روانہ کریں۔ خوب ہوا کہ یہ کارروائی عمل میں نہ آئی۔ ورنہ اہل اسلام کی سخت ذلت و سبکی ہوتی۔

قلب ضروران کو اس بات کی طرف مضطر کرتا کہ پہلے مجھ سے دریافت کرتے۔ اور میرے الفاظ کے حل معانی بھی مجھ سے ہی چاہتے۔ پھر اگر وہ کلمات بعد تحقیق و تحقیق کفر کے کلمات ہی ثابت ہوتے تو ایک پہائی کی نسبت افسوسناک دل کے ساتھ کفر کی شہادت لکھ دیتے مگر وہ ایسا کرتے اور عجلت سے کام نہ لیتے۔ تو ان الزاموں سے بری ٹھہرتے جو عند اسد ایک تکفیر کے مشابہ بازیر عائد ہو سکتے ہیں۔ مگر افسوس

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے ساتھ مخالفت کی بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے مضامین عالی کے سمجھنے کے لئے سوچنے والا دماغ درکار ہے جن لوگوں میں عموماً فکر کا مادہ کم ہے۔ وہ حضرت اقدس کے بہت سے مضامین کو پڑھ کر گھبرا اٹھتے ہیں۔ اور سمجھنے لگتے ہیں کہ شاید خلافت عتقاد اسلام ہو گیا لیکن وہ ہرگز خلافت اسلام نہیں ہوتا۔ صرف ان کے مطالب کے سمجھنے کے لئے عموماً مذہب کی ضرورت ہے لیکن میں دیکھا ہوں کہ جلیط عرب ایسے گنوار و احمق قوم کو اس نے عموماً فکر کرنا والا دماغ ہانک کر سمجھنے والا بنا دیا ایسی طرح اب بھرا سکی حرمت جوش میں آکر مسلمانوں میں ابک نئی روح بھونک کر ان کو نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا حکیم و فہیم بنا دی ہے۔ مسلمانوں کے خدائی نوٹس نوٹس ہوئے فلسفہ حقانی کے آگے فلسفہ شیطانی کو بہت جلد غارت ہونا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک صور ٹرے زور سے پھونکا جا رہا ہے اور مردوں میں جان بڑ رہی ہے۔ بڑی گلی ٹھیاں پھرت رہیں ہیں غفلت کا بلی۔ گناہ کی تاریک قروں سے لوگ زندہ ہو کر نکلے چلے آتے ہیں۔ اسلام کا اجڑا ہوا باغ پھر پھر اٹھ رہا ہونے والا ہے ایک زبردست فرستہ سارے قوم کو زور سے پکڑ کر ہلا رہا ہے۔ کیا سونے والے اب سو سکتے ہیں۔ اسے ملاحظہ کیا تم اس زبردست فرشتہ کی کارروائی کو اپنی اور بصیرت سے نہیں دیکھتے۔ اگر

حاشیہ در حاشیہ استعارات کو کوئی صاحب لفظی معنوں پر محمول کر کے ناحق مجھ پر کچھ الزام نہ دینے لگیں۔ اطلاع عرض کیا ہے۔

انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ جیسے ایک بیڑہ دوسری بیڑہ کے پیچھے چلی جاتی ہے۔ اور جو کچھ وہ کھائے لگتی ہے۔ اسی پر یہ بھی دانت مارنے لگتی ہے یہی طریق اس تکفیر میں ہمارے علمائے بھی اختیار کیا۔ فہماشکو الا الی اسد اس بات کو کون نہیں جانتا۔ کہ ایک مسلمان کو کافر کہ دینا نہایت نازک امر ہے۔ بالخصوص جبکہ وہ مسلمان بارہا اپنی تحریرات و تقریرات میں ظاہر کرے۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ اور اللہ اور رسول اور اللہ جلثانہ کے ملائک اور اسکی کتابوں اور اس کے رسولوں پر اور بعث الموت پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ اللہ جلثانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تعلیم میں ظاہر فرمایا ہے۔ اور نہ صرف یہی بلکہ تمام احکام صوم و صلوٰۃ کا پابند بھی ہو جو اللہ اور رسول نے بیان فرمائے ہیں۔ تو ایسے مسلمان کو کافر قرار دینا اور اسکا نام کفر اور دجال رکھنا کیا یہ اون لوگوں کا کام

دیکھتے ہو تو خوش ہو۔ اور اسکا شکر کرو غم کے دن گئے۔ خوشی کے دن آئے۔ اللہ تعالیٰ سے ایسا وعدہ پورا کیا۔ یہاں پر اتنا کہنا بھی ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ عقل و دین کی بھی آہر ایک مد ہے۔ ہر کچھ سیدوں میں عقل دو رٹ لگائی ہے۔ لیکن ایک مقام ہے۔ کہ وہاں اسکا قدم بغیر ہوتا ہے۔ اور اکل کے پور دیکھے دہریوں کی طرح دم روٹے تو سوار کو اگر کرتا ہواک کر رہے عقل سلیم قرائن تو۔ کہ دکھا کر ایمان مانع کے دروازے تک نہ جا دی ہے لب جو سعید ہے۔ وہ ایمانی باتوں میں۔ اور اسکی حق کی جھلک کو دیکھ کر ایمان لینا ہے۔ تو ایمان لانے کا ثواب پاتا ہے۔ ایمانی باتوں میں ایک پردہ ضرور ہو۔۔۔ اور اگر پردہ ہو۔ اور دن رات کی طرح سب باتیں کھلی کھلی دکھائی دینے لگیں۔ تو ہم کو ایک مجبر کے اوپر ایک کمان ہو یا تو اب کیا ملے۔ اگر ہم درتہ کو ان کو بچا دیکھتے۔ اور دروغ اور ہشت کی سیر بھی کر لیتے ہیں۔ میرا ان باتوں کے حق مان لینے میں کسی امام کے ہم کھول سکتی نہیں کیا اگر کوئی کہے۔ کہ دن کو آفتاب نکلا ہے۔ چاند کی روشنی صاف ہوتی ہے۔ آگ سے آدمی جل جاتا ہے تو اس اقرار پر اس کو انعام کیا ملنا چاہئے۔ یہ سب تو کھلی کھلی باتیں ہیں۔ اسی لئے تو قیامت کے دن کیا ایمان محض بکا

ہے جھکا شعا لقولے اور خدا ترسی سیرت اور نیک ظنی عادت ہو۔  
 اسے ناظرین ذرا انصاف کرو۔ کہ مندرجہ بالا خبر کو پڑھ کر تمہارا دل کیا کہتا ہے۔ کہ حضرات  
 کفرین کی کارروائی دیانت اور خدا ترسی کے ساتھ ہوئی۔ کہ رحمتہ العالمین کے ناموں کا  
 یہی شموہ ہے۔ کہ ایک ایسے شخص کو جو رات دن اسلام کی خیر خواہی میں مصروف ہو  
 صرف ایک فروعی امر میں خلاف رائے ہوئے بھجوانے عقاب تراش تراش کر اسکی طرف  
 سنسوب کریں؟ جب میں نے حضرت مرزا صاحب کی تکفیر سنی تھی۔ تو مجھ کو اپنی تکفیر  
 یاد دہائی شہم رنگور کے ایک ملا صاحب کے دل میں مجھ کو کافر بنانے کا شوق ہوا تھا۔  
 پھر میں ہزار طور سے اسلام کا اقرار کرتا رہا۔ لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے۔ کہ میں

ہوگا۔ غفل کا کام ہی ہے۔ کہ سی کی بیوٹ کو زور آور دسیلوں سے جی تانت کرے۔ پھر  
 جب بنی کو سہا جان لیا۔ تو اس سپے مغر کی حر کو جو مخالفت عقل بہیں ہے۔ بلکہ جس کے  
 سب سے ہونے کے فرائض فومی ہائے مانے ہیں۔ وہ بھی مان لئے عاہیں۔ سارک ہیں۔  
 وہ منہ سے جو اس طور سے ایمان لاتے ہیں۔ اور سی کی ہاب بر چل کر ایمان سے  
 عرفان تک پہنچنے ہیں۔ ان کی عقل ان کے حق میں رحمت تانت ہوتی ہے۔ یہ  
 برگزین بندے جنہوں نے ان کو فرائض فومی سے صحیح یا کر میان کیا۔ اور بنک  
 ہایتوں پر عمل کیا۔ وہ اس اعام کے بھی مستحق ٹھہرتے ہیں۔ کہ کشف کا  
 دروازہ اون پر کھولا جائے۔ اور جن بانوں کو یردہ کے اس پار بھتے  
 تھے۔ اسکو وہ دیکھے بھی گئیں۔

جناب سر سید احمد خاں بہادر نے عقل کے گھوڑے کو مد سے بڑایا۔ اسکا نتوڑ ہوا۔ لوگ  
 تھک دیکھتے ہیں۔ خدا اس بڑے نتیجہ سے ہر مسلمان کو بجا دے۔ امین۔

اسلام میں رجھاؤں۔ اس قسم کے سولو یا جنوں کو دیکھ کر مجھ کو وہ فصد باد پڑ جاتا ہے جو میں نے نہایت کم سنی میں پڑھا تھا۔

**حکایت** ایک بہیڑ یا کسی ندی میں پانی پی رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ ہزار قدم کے فاصلہ پر ندی کے بھاؤ کی طرف ایک بکری کا بچہ بھی بانی بنا ہے۔ بکری کے بچہ کو دیکھ کر بھڑے کا حمی لگایا۔ اور جی جایا۔ کہ کوئی الزام اس پر لگا کر اسکو ماروں۔ پس پہلا الزام یہ لگایا۔ کہ پکار کر کہا۔ کیوں بے نالائق تو نے ندی کے پانی کو گدلا کر دیا۔ اور ہم کو پیسا مارا۔ بکری کا بچہ بھڑے کی غضب ناک سورت دیکھ کر گھبرا یا۔ اور گر کر گڑا کر عرض کیا۔ کہ جناب انتی بڑی ندی ہے۔ کہ اس پار سے اوس پار کا آدمی دکھائی نہیں دیتا اور دوسرے آپ ہزار قدم چڑھاؤ کی طرف یا نی پیتے تھے۔ پھر اگر مجھ غریب نے ایک جلو پانی پی لیا۔ تو اس سے نام ندی کا پانی کیونکر گدلا ہو سکتا ہے۔ بہ جواب سنکر بھڑے نے کہا۔ میں جانتا ہوں کہ تو منطقی پڑھا ہوا ہے۔ اور نری ذات بڑی جیتی ہے۔ تو اب نہ ایک بات نکال کر الزام سے بچنا چاہیگا۔ جب کوئی تجھ کو معقول ٹھہرانا چاہیگا۔ تو پھر باتوں سے الٹا اوس کو خطا وار ٹھہرائیگا۔ اسی طرح تیرے باپ نے اس جھگڑ کے سارے جانوروں کا دم ناک میں کر دیا تھا۔ آخر میں نے مجبور ہو کر اسکو مار ڈالا اور اس کے عذاب سے قوم کی قوم کو بچایا۔ کیا تجھ کو یہ بات یاد نہیں۔ پہر بھی تو باز نہ آیا۔ بکری کے بچے نے نہایت ادب سے عرض کیا۔ کہ جناب سیرا باپ نو کسی بھڑے کے ہاتھ سے نہیں مرا۔ وہ تو اپنے مالک کے بچہ کے عقیدے میں قربانی ہو گیا۔ بھڑے نے کہا۔ ہاں تو بڑا ہی نالائق اور حاضر جواب ہے۔ کسی سے بھی فائل ہو نیوالا نہیں لیکن ساری خدائی اور خدا خوب جانتا ہے۔ کہ تجھ سے بڑا نالائق اس جہان میں کوئی نہیں



سچہ کو مار ڈالتا ہی ثواب ہے۔ بہ کہ گریچا رسے بکری کے بچے کو بھڑسے نے نہاڑی تو ڈالا۔  
 اے حضرات کا فرمانے والے کچھ پھیرے ہی کے ڈنگ کے ہوتے ہیں۔  
 جب ان کے دل میں کسی شخص کے کا فرمانے کا ارادہ آجاتا ہے۔ بیچارے مظلوم  
 الزام سے اپنی بریت چاہے جس زور اور دلیل سے ثابت کرے۔ وہ ابک بھی نہیں  
 سکتے۔ بات اصل یہ ہے کہ یہ خونخوار ملا جس کے مخالف ہوتے ہیں۔ اسکی ہلاکی ہی  
 میں وہ راضی ہوتے ہیں۔ لیکن گورنمنٹ انگریزی کے عادلانہ  
 رعب نے ان کو مجبور کر رکھا ہے۔ لاچار کا فرائض دجال ہی کہ کر دل ٹھنڈا کر لیتے  
 ہیں۔ آخری چارے کریں کیا صفت و زندگی کو بغیر کسی تباہی کے عین کیونکر مل سکتا ہے  
 جان نہ ہی عزت ایمان ہی ہی جہان میں ابک شخص کو بے دین گمراہ مشہور کر دیا۔ اور  
 دل کو قدرے ٹھنڈک مل گئی۔ جناب حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے اول مخالف  
 بلکہ اصل مخالف کون ہیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی۔ یہ حضرت اردو کے اچھے منشی ہیں  
 و عظیمی کہنا ان کو آتا ہے۔ پہلا کام ان کا ہی تھا۔ کہ ہمارے متقلدین بھائیوں کو پنجاہ پاڑ  
 کر چھپے پڑے ہوئے تھے۔ اکثر ان کا شعلہ ہی رہا ہے۔ کہ کسی نہ کسی حکم کو کو دایہ  
 اسلام سے خارج کرنا اور کبھی اس فعل کو اپنے ماہواری رسالہ میں براہی بیان کرتے  
 ہیں عجب دوزگی مزاج میں واقعہ ہے۔ اسی دوزگی طبع نے مرزا صاحب کے خلاف  
 میں بھی اپنا عجیب رنگ دکھایا ہے۔ جب حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے برائین احمدیہ  
 چھاپ کر شائع کیا۔ اور اسکا شہرہ ساسے ہند میں ہوا۔ تو مولوی بٹالوی صاحب نے  
 بھی ادھر ریو لکھا۔ وہ ان کے ماہواری رسالہ اشاعت السنہ نمبر ۶۶ ماہ جون  
 و جولائی و اگست ۱۸۹۲ء میں دج ہوا۔ ہم یہاں پر صرف دو چار جملے اس ریو کے

لکھتے ہیں۔ جسے ناظرین کو معلوم ہو جائیگا کہ تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ مولوی صاحب حضرت مرزا صاحب کے بارہ میں کیا کچھ تعریفیں لکھتے تھے۔

حضرت مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کے بارہ میں جو اشتہار شائع کیا تھا۔ اس کے بارہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں۔

”اس اشتہار کی نسبت ہم۔ اُسے ظاہر کرتے ہیں کہ مولف کی کمال ثابت قدمی اور عالی ہمتی پر دلیل ہے۔ اور مخالفین اسلام پر خدا تعالیٰ کی جانب سے کامل حجت پیدا ہوئی ہے۔“

پھر براہین احمدیہ کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

”یہ ایک ایسی کتاب ہے جسکی نظیر تک اسلام میں الیف نہیں ہوئی۔۔۔ اور اس کا مولف بھی اسلام کی مائی جاتی قلمی سانی و عالی و عالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جسکی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو اگر کوئی ایشیائی سب الغیبجے۔ تو ہم کو کم سے کم ایسی کتاب بتا دے جس میں جلد فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہمن سماج سے اس زور و شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ اور وہ چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشاندہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت میں مائی و جاتی قلمی و لسانی کے علاوہ عالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھایا ہو اور مخالفین اسلام اور سکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تہدی کے ساتھ یہ دعوے کیا ہو کہ جسکو دعوہ الہام کا شک ہو۔ وہ ہمارے پاس آکر تجزیہ و مشاہدہ کرے۔ اور اس تجزیہ و مشاہدہ کا غیر اقوام کو مزہ بھی چکنا دیا ہو۔“

اسی ریویو میں آگے چل کر مولوی بٹالوی صاحب مصنف براہین احمدیہ جب

لودمانہ میں جو بچے نہ ان کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ مسلمان انکی فیض زیارت اور شرف  
 صحبت سے مشرف ہوئے۔ انکی برکات اور اثر صحبت کو دیکھ کر . . . جب بستر  
 کے کئی مولوی صاحبان جناب مرزا صاحب کے مخالف ہوئے۔ تو ان کے پیش مولوی  
 بطالوی صاحب لکھتے ہیں۔ اس انکار کا باعث انکی کم فہمی اور بے ذوقی اور کسی قدر  
 عمداً اہل اللہ اور اہل باطن سے گونا گونا گویا تعصب ہے۔ ان کو خاص کر مولف براہین احمدیہ  
 سے کچھ عداوت نہیں ہے۔ چہرے کے چل کر مولوی صاحب براہین احمدیہ کی نکتہ  
 چیموں کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ ہماری تحقیق و تجربہ و مشاہدہ کے رو سے یہ سب نکتہ  
 چینیاں بدیہی ہوں خواہ پولیٹیکل از ستر با سون فہمی یا دیدہ دانستہ دہو کہ دیہی پر مبنی ہیں  
 اور بجز دعوائے الہام کے جو کچھ مولف کی نسبت کہا گیا ہے۔ محض بے اصل ہے نہ مولف  
 کو نبوت کا دعویٰ ہے۔ نہ حصول خصوصیات انبیاء کا ادعا نہ یولیٹیکل سرداری کا خیال  
 ہے۔ . . . اس لئے ہم اس ریویو میں نکتہ جنہوں کا جواب دیتے ہیں۔ اور ان تہمتوں  
 سے کتاب اور مولف کے واسن کو پاک کرتے ہیں۔

اے ناظرین اس چھوٹی سی کتاب میں گنجائش نہیں کہ میں زیادہ امتحانات اس ریویو  
 کر کروں۔ لیکن جو کچھ میں نے لکھا ہے۔ اس سے آپ انصاف کر سکتے ہیں۔ کہ تھوڑا  
 ہی عرصہ ہوا۔ کہ مولوی بطالوی صاحب حضرت مرزا صاحب کو کس رتبہ کا بزرگ  
 اہل اسد اہل باطن اور عامی و ناصرا سلام سمجھتے تھے۔ لیکن جذبات نفسانی نے زور  
 کیا۔ تو طوطے کی طرح نظر بدل گئی۔ اب اگر کوئی مولوی صاحب سے سوال کرتا ہے  
 کہ آپ ہی نے کس زور سے حضرت مرزا صاحب کی ولایت ثابت کی تھی۔ اور  
 اب کافر بناتے ہو۔ تو جواب یہ ملتا ہے۔ کہ مجھ کو دھوکا ہو گیا تھا۔ اس دھوکے کی وجہ سے

۔ ہوکہ دونوں صاحبان بہت دور تک رہنے والے۔ ایک دوسرے کے حال سے ناواقف رہے۔ اس لئے دھوکہ ہوا۔ وہ بھی اسی ریویو میں مولو بصاحب لکھے ہیں۔

”مولف براہین احمدیہ کے حالات و خیالات سے جیسی ہم واقف ہیں۔ ہمارے معاصرین ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مرزا صاحب ہمارے ہوطن ہیں۔ بلکہ اہل عمر میں جب ہم قطبی و شرح مآثر پڑھتے تھے۔ ہمارے ہم مکتب بھی ہیں۔ اس زمانہ سے آج تک ہم میں اور ان میں خط و کتابت ملاقات مراسلات راجاری رہی ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ ہم ان کے حالات و خیالات سے بہت واقف ہیں۔ مبالغہ قرار دینے والے کے لائق نہیں ہے۔“ لیکن عبارت منقولہ اخیر سے دراستہ سوجنے والے حضرات اصل و مخالفت کو سمجھ گئے ہونگے۔ ہم وطنی، ہم مکتبی، ہوطن و ہم مکتب بہت پیارا دوست بھی ہوتا ہے۔ لیکن اس کی ترافی و فروغ پر حسد کی آگ بھی خوب ہی تیز ہوتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا قصہ شہرہ ہے۔

اے حضرات ناظرین! اب آپ حضرت مرزا صاحب کی مخالفت اور تکفیر نامہ کے اصل عید کو سمجھ گئے ہوں گے زیادہ کیا لکھوں۔

## مسلمات و وفات مسیح

دین میں استعامہ کا بہت بڑا صرف ہے۔ خدائی زبان استعاروں سے بھری ہوئی ہے۔ تشبیہی بولی اس کی پسندیدہ بولی ہے۔ اس زبان کے ساتھ ایک عجیب امتحان و ابتلا بھی لگی ہوئی ہے۔ موٹی سمجھ کے آدمی لفظوں کو کڑ لیتے ہیں۔ اور ہرگز ہرگز روحانی مطالب و معنی کی طرف جانا قبول نہیں کرتے۔ اور اس سے بہت بڑا جھگڑا

پیدا ہوتا ہے۔ اہل الفاظ اور اہل معانی کا جھگڑا ہمیشہ سے چلا آتا ہے عجب حالت ہے۔ اگر اہل معانی اہل الفاظ کی حالت پر رحم کھا کر اون کو معذور سمجھ لیں اور اہل الفاظ اہل معانی پر نیک گمان ہو جائیں۔ تو سارا قصبہ جلد طے ہو جائے لیکن کوئی کسی کی نہیں سنتا اہل معانی اپنے بہائی اہل الفاظ کی بھڑی اور موٹی سمجھ دیکھ کر خفا ہوتے ہیں۔ اور ان کو نہایت ہی مخف الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ اور اہل الفاظ ان حضرات کی تازک خیالیوں اور بلند بروازیوں کو بغض کی گمراہی خیال کر کے لڑنے کو مستعد ہو جاتے ہیں۔ اگلے زمانہ میں تو نوبت کشت و خون تک پہنچتی تھی۔ لیکن اب زیر حمایت سلطنت انگلیش کشت و خون سے نجات ملی لیکن کاغذی لڑائی خوب زور سے چلتی ہے۔

اگر کسی بزرگ کے بارہ میں یہ کہا گیا۔ کہ وہ تو ایسے کامل تھے۔ کہ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اور کہنے والے کا یہ مطلب تھا۔ کہ روحانی طور پر گناہ و غفلت کی موت سے جو مرے ہوئے ہوتے ان کو ایمانی زندگی عطا کرتے تھے لیکن حضرات اہل الفاظ اس کے بہت ہی لینگے۔ کبھی مچ وہ بزرگ کچھ بڑا کر چو کر دیتے ہونگے۔ اور مرا ہوا آدمی پہنچ کر کام کاج کرنے لگتا ہوگا۔ اگر کسی اہل اللہ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ کی وجہ معاش کیا ہے۔ اور نہ ملنے کہا۔ کہ آسمان اللہ بھیج دیتا ہے۔ پھر کیا ہے۔ اہل الفاظ نے یہ مطلب سمجھ لیا۔ کہ اسی نیلے آسمان سے جس میں رات کو تارے چمکتے ہیں۔ وہ وہی کی پٹری اس بزرگ کے آگے گر جاتی ہوگی۔ اگر کسی بزرگ اہل اللہ کی موت کو تعریف کے الفاظ میں کسی نے یوں بیان کیا۔ کہ اُن کو تو اللہ نے جیتے جی اپنے پاس بلا لیا۔ تو اس کے معنی یہ لگا رہے گئے۔ کہ اس نیلے آسمان کے اوپر عرش ہے۔ پھر ضرور وہ بزرگ کسی سواری پر چڑھ کر اڑے ہوئے (جس طرح لوگ بیٹون پر آجکل اڑا کرتے ہیں) اور سات آسمان پار ہو کر خدا کے پاس پہنچے

گئے ہونگے غرض جہات و وفات مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جبکہ ابھی اسی قسم کا ہے  
 یہودی جب انتہا درجہ کے نفس پرست اور دنیا کے کبرے ہو گئے تھے۔ اور ان میں  
 ایمانی زندگی کی بوباس تک نہیں رہی تھی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے حضرت عیسیٰ کی باریک باتوں کو یہ دنیا کے کیرٹے سمجھ  
 نہ سکے۔ اور اس لئے ایک سچے نبی کو کاذب سمجھ لیا۔ اور بغض اور عداوت میں اس قدر  
 بڑھے۔ کہ چاہا کہ کس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کئے جائیں۔ اور صلیب پر  
 چڑھا کرے جائیں۔ اس کا ردوائی میں ان کا مطلب ایک اور بھی تھا۔ تو ریت میں  
 لکھا ہے۔ کہ جو صلیب دیا جاتا ہے۔ وہ ملعون ہوتا ہے۔ اور جو نبوت کا دعوئے کرے  
 اور قتل کیا جائے۔ وہ اپنے دعوئے میں کاذب ہے پس یہودیوں کی یہ خواہش  
 ہوئی کہ اگر حضرت عیسیٰ مصلوب و مقتول ہو جائیں۔ تو ان کا سارا دعوئے باطل ہو جائے  
 یعنی (معاذ اللہ منہا) وہ ملعون و کاذب ہو گا۔ اس کے کلام سے ثابت ہو جائیں گے  
 چنانچہ یہودیوں نے اس میں پوری کوشش کی اور اپنے زعم میں حضرت عیسیٰ کو  
 صلیب پر لٹکا بھی دیا لیکن مشہور ہے۔ جاہ نہ مارے سانیاں تاہ نہ مارے کوئی۔ فقط  
 حقیقی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب کی موت سے بچا لیا۔ لیکن یہودی اپنے  
 اسی باطل خیال میں اڑے ہوئے ہیں۔ گو دل میں ان کے شبہ بھی بڑا ہوا ہے۔  
 اور حوالہ بنان ایمان سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ نہیں ہے۔ عیسائیوں نے بغضب کیا کہ  
 یہودیوں کے دعوئے کو قبول کر لیا۔ اور کہا کہ بیشک عیسیٰ ملعون ہوا۔ لیکن وہ اس لئے  
 ملعون ہوا۔ کہ سارے نبی آدم کو لعنت سے چھڑا دے۔ اور کفارہ کا مسئلہ گھڑا۔ یہودی  
 اور عیسائی حضرت عیسیٰ کو مصلوب و مقتول ہی سمجھتے رہے۔ یہاں تک کہ غیر الہی

جوش میں آئی۔ اور حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہان میں شریف  
 لاکر اس برگزیدہ نبی کو اس ناپاک الزام سے بری کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے سارے جہان کو اس کا فیصلہ سنا دیا۔ وفوہم انما قلنا امیغ عیسیٰ ابن  
 مریم رسول اللہ وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم ان الذين اختلفوا  
 فیہ لفی شقاق منہ ما لم یعلم الا اتباع الظن وما قتلوه یقیناً۔ بل سرفی اللہ  
 الیہ وکان اللہ عزیزاً حکماً (سورہ نسا) یعنی وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم  
 رسول اللہ کو مار ڈالا لیکن نہ انہوں نے قتل کیا۔ اور نہ صلیب دیا۔ لیکن ان کو شبہ  
 ہو گیا۔ اور ان کو اس کا ٹھیک پتہ نہیں ہے۔ صرف اٹکل پر چلتے ہیں یقینی بات  
 یہ ہے۔ کہ ہرگز نہیں مارا۔ بلکہ خدا نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ اور اسے سب پر غالب اور  
 حکمت والا ہے۔

اب سارا جھگڑا اسی رفع کے لفظ میں ہے حضرت مرزا صاحب اس کے روحانی  
 معنی لیتے ہیں۔ اور مخالفین جہانی حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ حضرت  
 عیسیٰ قتل اور صلیب سے بچ کر زندہ رہے اور اس کے بعد جس طرح کل نبی  
 آدم موت کی لذت چکھتے ہیں حضرت عیسیٰ بھی وفات یافتہ لوگوں کی جماعت میں داخل  
 ہو گئے۔ ہاں بے ایمانوں نے ملعون اور کاذب ہونے کا جو الزام حضرت عیسیٰ پر  
 لگایا تھا۔ اس سے اسے ان کو پاک کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ کہ ہم نے تو ان کو اپنے پاس  
 بلا لیا۔ انبیاء بعد وفات کے اسے جلشانہ ہی کے پاس جاتے ہیں۔ اور جس طرح شہدا  
 کو ایک قسم کی زندگی فوراً بعد مرنے کے عطا ہوتی ہے۔ اسی طرح انبیاء بھی بعد رحلت  
 کے ایک نورانی جسم کے ساتھ اس کے پاس زندہ رہتے ہیں۔ اور برغ ورجات ہوتا

ہے۔ جیسا کہ قرآن میں فرماتا ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِّنْكُمْ  
 كَلِمَةً لِّلّٰهِ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ يَعْنِي سب نَبِيٍّ اِسْنِے مرتبہ میں برابر نہیں ہیں بعض  
 ان میں ایسے ہیں کہ ان کو روبرو کلام کرنے کی عزت دیجاتی ہے۔ اور بعض وہ ہیں  
 جن کا رفع درجات سب سے بڑھ کر ہے۔ علماً کو حضرت ادریش کی وفات میں اتفاق  
 ہے۔ کیونکہ ان کے دو بارہ اس جہان میں آنے کا کچھ ذکر نہیں۔ اور ہر نفس کو موت  
 کا مزہ چکھنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ پس حضرت ادریش کے بارہ میں امد فرماتا  
 ہے۔ رَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَالِيًا۔ یہاں رفع کے معنی اگر رفع روحانی لیا جاتا ہے۔ تو لازم ہے  
 کہ یہی معنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی واسطے بھی لڑ جائے۔ خود جناب پیغمبر خدا صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے لفظ رفع کو اپنے بارہ میں استعمال فرما کر اس کے معنی کو صاف کر دیا  
 ہے حضرت فرماتے ہیں کہ مجھ کو امد سے امید ہے کہ وہ مجھ کو زیادہ عرصہ تک  
 قبر میں نہ رہنے دیگا۔ بلکہ جلد میرا رفع ہو جائیگا۔ اب حضرت صلح کے جد مبارک کا مدفن  
 میں ہونا سب ہی مانتے ہیں۔ پھر اس حدیث میں رفع سے رفع درجات روحانی ہی  
 مراد ہے۔

مجھ کو ابھی تک اسکا پتہ نہیں لگا۔ کہ نہ غلط خیال۔ سر غلات قرآن و حدیث  
 مسلمانوں میں کیونکر پھیل گیا۔ کہ حضرت عیسیٰ اسی جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چلے گئے  
 اور پھر قیامت کے قریب اسی جسم خاکی کے ساتھ سب کے سامنے آسمان سے اتر  
 آویں گے۔ آیا یہ خیال عیسائیوں کی طرف سے جو اسلام میں داخل ہو گئے تھے بھلا  
 کس طرح پھیلا۔ خدا خوب جانتا ہے۔

حضرت عیسیٰ کا وفات پا جانا تو قرآن مجید سے روز روشن کی طرح ثابت ہے



اسد فرماتا ہے۔ اعلیٰ الی متوفک وراعت الی ومطہرک من الذین کفر وا  
 حاعل الدین تبعوک فوق الدین کعدوا الی لوم العیامہ یعنی اے عیسیٰ میں  
 تجھے وفات دینے والا ہوں۔ بھر عزت کے ساتھ انہی طرف اٹھانا ہوں۔ اور  
 کافروں کی تہمتوں سے پاک کرنا والا ہوں۔ اور تیرے متبعین (ایک جھوٹے ناسق  
 عیسائی کہلاتے ہیں) اور ایک سچے یعنی ہم مسلمان) کو تیرے منکرین پر قیامت  
 تک غلبہ دینے والا ہوں۔

مرفوسہ بالا مضمون سے ظاہر ہے۔ کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ کے ساتھ چار وعدے  
 علی الترتیب کئے۔ اور اس ترتیب کے ساتھ پورے بھی ہوئے۔ پہلا وعدہ وفات  
 دوسرا وعدہ عزت کے ساتھ اپنی طرف لیجانا تیسرا وعدہ حضرت پیغمبر خدا صلی  
 کے ذریعہ سے اول نہتوں اور جھوٹے الزاموں سے جو یہودی اور نام کے عیسائی حضرت  
 عیسیٰ بر لگاتے تھے۔ ہری کرنا اور چوتھا۔ وعدہ یعنی مسلمان اور برائے نام عیسائیوں کو  
 یہودیوں پر غالب کر دینا۔ یہ چاروں وعدے کس طرح پورے ہوئے! افسوس تو یہ  
 ہے۔ کہ بعض مولوی صاحبان جو صرف لکیر کے فقیر ہیں۔ اور جن میں غور و فکر کا کچھ ہی  
 مادہ نہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ چونکہ حضرت عیسیٰ فریب قیامت کے تشریف لا کر  
 انتقال فرمائیں گے اس لئے یہ ترتیب درست نہیں پہلے رافک ہونا چاہئے اور

۱۔ قرآن محمد کی پیٹگوئی کیسی سچی ثابت ہوئی۔ منکر بن عیسیٰ یعنی یہودیوں کی  
 ایک جھوٹی سی سلطنت بھی اس سارے جہان میں نہیں ہے۔ ان کے  
 متبرک مقامات تو ہم مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں۔ اور نام کے عیسائی کے بھی  
 ابع فرمان ہی رہے۔ ہر جگہ ان کو ذلت ہی ذلت نصیب ہوئی۔ اور قیامت تک ان کی پیٹگی

پھر نوافل کے کلام میں نقص نکالنا اور ترتیب کلام مجید میں جو افصح و بالغ ہے۔  
داخل دینا انہیں دلیروں کا کام ہے۔ ہم لو اس سے پناہ مانگتے ہیں۔

ایک جگہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جب ہم عیسیٰ سے سوال کریں گے  
کیا تم نے لوگوں سے کہہ دیا تھا۔ کہ مجھ کو خدا کا بیٹا اور خدا کہو۔ تو وہ جواب دیں گے  
علما توفیتی کتب انت الرب علیم۔ یعنی اسے خدا جب تو نے مجھے وفات دیدی  
تو تو ہی نگہبان رہا یعنی میرے بعد ان لوگوں نے کیا کیا بُرے غفیدے تصنیف  
کئے۔ مجھے اسکی کیا خبر۔ اب یہاں پر تو الفاظ قرآن کریم کے الٹ پلٹ کرنے  
سے بھی کام نہیں چلتا۔ اگر حضرت عیسیٰ کو وفات یافتہ نہ مانو۔ تو پھر یہ بھی ماننا پڑیگا  
کہ عیسائی گہڑے بھی نہیں۔ ان وقتوں پر غور کر کے بعض مولوی صاحبوں نے کہا۔ کہ  
اگر توفیٰ کے معنی ہی درست کر دیئے جائیں۔ تو سب اعتراضات دفع ہو جاتے  
میں پس توفیٰ کے ایک نئے معنی گھڑ لئے گئے یعنی پورا پورا اٹھالینا یعنی جسم  
کے ساتھ آسمان پر اوڑالینا۔ لیکن کیا یہ مناسب ہے۔ کہ جس لفظ کو برابر موت  
ہی کے معنے میں اہل عرب استعمال کرتے آئے ہوں۔ اس کے ایک خاص  
معنی گھڑے جاویں۔ خود قرآن کریم میں توفیٰ کا لفظ پچیس مقام میں آیا ہے  
اور ہر جگہ موت ہی کے بارہ میں استعمال ہوا ہے۔ پھر صحیح بخاری صحیح مسلم  
ترمذی ابن ماجہ ابوداؤد۔ نسائی۔ دارمی۔ سوطا شرح سننہ وغیرہ کے ورق و رق  
کو دیکھا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ توفیٰ کا لفظ ۳۶ جگہ استعمال ہوا ہے۔ اور ہر جگہ بضر  
روح ہی کے معنے لئے آگئے ہیں۔ بلکہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ایک اشتہار  
بھی دیا۔ کہ اگر قرآن کریم۔ حدیث شریف۔ عربی کے اشعار۔ قصائد نظم و

وشر قدیم و جدید سے یہ ثبوت پیش کرے۔ کہ لفظ تہ فی حب حد تعالیٰ کا فعل ہو نیکی  
 حالت میں کسی جاندار کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ تو سوائے موت کے اور  
 بھی کوئی معنی لئے گئے ہوں۔ تو اس کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔ حضرت مرزا  
 صاحب کی مخالفت تو بہت کی جاتی ہے۔ لیکن ابک صاحب نے بھی یہ ہزار روپیہ  
 حضرت اقدس سے وصول نہیں کیا۔ پھر یہ کیا اندھیر ہے۔ کہ جس لفظ کے معنی اللہ  
 تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلعم نے کل صحابہؓ کے کل اہل رب نے ابک مقرر  
 کئے ہوں۔ اس کے معنی بدلے جاویں۔ اور ایک نئے معنی گھڑے جاویں۔ ایک  
 حدیث صحیح بخاری کی قابل غور ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ حضرت بنیغبر خدا صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن بعض لوگ میری امت میں سے  
 آگ کی طرف لائے جائیں گے۔ تب میں کہوں گا۔ اے میرے رب تو ہمارے  
 ہیں۔ تب کہا جائیگا۔ کہ تجھے ان کے کاموں کی خبر نہیں۔ جو ان لوگوں نے  
 تیرے پیچھے کیا۔ سو اس وقت میں کہوں گا۔ جو ایک نیک بندے نے کہا۔ کہ  
 میں اون میں جب تک تھا۔ ان پر گواہ تھا۔ پھر جب تو نے مجھ کو وفات دیدی  
 تو پھر تو ہی اون کا نگہبان اور محافظ تھا۔ اس حدیث میں وفات دیدی۔ کی جگہ  
 عربی میں لفظ فلما توقتی کا جو قرآن میں ہے۔ اس کو حضرت صلعم نے اپنے  
 بارہ میں استعمال کیا ہے۔ اب کیا کوئی مسلمانوں میں ایسا بھی ہے۔ جو اس بات  
 کا قائل ہو کہ اے حضرت صلعم معہ جسم کے آسمان پر اٹھائے گئے۔ اب اگر سید  
 المرسلین صلعم نے وفات پائی۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی وفات پائی  
 سچنی بات یہ ہے کہ دونوں صاحب زندہ ہیں۔ اور اس عالم جسمانی سے وفات پائے

ہوئے زندول کجاعت میں داخل ہیں۔ اگر حضرت عیسیٰ اس جسم خاکی کے ساتھ  
زندہ ہیں۔ تو عالم جسمانی سے علیحدہ نہیں ہوئے۔ پھر معراج میں حضرت پیغمبر خدا صلعم  
نے اون کو حضرت یحییٰ کے ساتھ کو نکر دیکھا۔ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
حب انبیائے سابقین سے ملاقات کا بیان کیا۔ تو کہا یہ بھی فرمایا۔ کہ اور وفات  
یافتہ نبیوں سے علیحدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ نے اسی جسم خاکی کے ساتھ  
زندہ پایا۔ بلکہ معراج کی حدیث میں اسکا صاف صاف بیان ہے۔ کہ حضرت نے  
اُن کو اونہیں انبیاءوں کے ساتھ دیکھا۔ جو اس عالم جسمانی سے گزر چکے ہیں اور  
کوئی شے مابہ الاستیازان میں اور وفات یافتہ نبیوں میں نہ تھی۔ ایک بات اور  
بھی قابل غور ہے کہ حضرت یحییٰ کی گواہی فرمادہ ہے کہ میں یوں درج ہے۔ کہ مبشر  
برسول یاتی من بعد اسمہ احمد یعنی حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک رسول  
کی بشارت دیتا ہوں۔ جو میرے بعد یعنی میرے مرنے کے بعد آئیگا اور نام اُس کا  
احمد ہوگا پس اگر حضرت عیسیٰ اس عالم سے تشریف نہیں لیگئے۔ بلکہ قریب  
قیامت کے شادی کرنے کے بعد رحلت فرمائینگے۔ اسوقت اس عالم جسمانی  
سے علیحدہ ہوں گے۔ تو اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ابھی تک اس عالم میں تشریف نہیں لائے۔ آنا جانا  
دونوں ایک ہی رنگ کا ہونا چاہئے۔ ایک عالم روحانی کی طرف جاوے۔  
اور دوسرا اُس عالم سے اس دار فانی میں آوے۔ بعض صاحبان یہ کہتے ہیں  
کہ قرآن مجید میں جو وعدہ ہے۔ انی متوفیک ورافعکم۔ اس میں وعدہ  
وفات دینے کا ہے۔ لیکن وہ پورا ہوگا۔ جب حضرت عیسیٰ قریب قیامت کو

تشریف لاکر مسلمانوں کی اعانت فرما بیٹے لیکن وہ اسیر خیال نہیں کرتے کہ فلما  
توفیقہی کہ کر وہ وعدہ پورا ہو چکا ہے۔

یہ خیال کہ کل مفسرین قرآن اب بات پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ جب غصری  
کے ساتھ زندہ ہیں۔ یہ ایک ایسا دعوے ہے کہ جسکی کچھ دلیل نہیں غور کرنے کی  
جگہ ہے کہ رفع روحانی حضرت عیسیٰ کے بارہ میں کسی مختلف رائے مفسرین لکھتے ہیں  
کوئی تو کہتا ہے کہ چند گھنٹے کے لئے حضرت عیسیٰ مر گئے تھے اس کے بعد زندہ کر کے  
اٹھائے گئے۔ قریب قیامت کے پھر آ بیٹے۔ زندہ رکھ پر دوبارہ موت کی لذت  
چکھینگے سارے عالم کے لوگ ابکہاں موت کا ذائقہ چکھیں اور حضرت عیسیٰ دوبارہ  
کیا اس سے بھی بڑا کرم کوئی اندھیر ہو سکتا ہے۔

جب جناب پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دافانی  
سے انتقال فرمایا۔ نو صحابہ جو عاشقان رسول اکرم تھے۔ دن پر اس جدائی کا ایسا طعن و  
سچ ہوا کہ جو بیان سے باہر ہے۔ کوئی تو ایسا بدحواس ہو گیا کہ کسی سے کلام کرنے  
کی تاب و طاقت نہ رہی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عجیب حالت ہوئی۔ وہ تو ملواری  
لیکھ کھڑے ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ جو کوئی حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو  
وفات یافتہ کریگا۔ اس کے سر کو اتار لوں گا۔ حضرت تو خدا کے پاس مثل حضرت عیسیٰ  
کے تشریف لے گئے ہیں۔ اور بہت جلد واپس تشریف لاوینگے۔ غرض سب صحابہؓ  
کی عجیب حالت تھی لیکن سب سے بڑا کہ حضرت صلعم کے عاشق جناب حضرت  
ابوبکر رضی اللہ عنہ باوجود سخت صدرہ قلبی کے ایسا تحمل اور استقلال مزاج میں رکھتے  
تھے کہ حضرت بی بی عائشہؓ کے گھر آئے۔ اور دیکھا کہ حضرت نے رحلت فرمائی۔ تو چادر

اٹھا کر اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک کی طرف جھکے اور چوما اور  
 کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے۔ خدا ہرگز آپ پر دو  
 موتیں جمع نہیں کرے گا۔ پھر لوگوں میں آکر آپ نے خطبہ پڑھا۔ اور مسلمانوں کو واقف  
 کیا۔ کہ جو مرتا ہے۔ وہ پھر دنیا میں نہیں آتا۔ اور قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت  
 کی۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل ان مات او قتل انقلبتم على  
 اعقابکم یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صرف ایک نبی ہیں۔ ان سے پہلے سب نبی فوت  
 ہو چکے۔ اب اگر وہ بھی فوت ہو جائیں۔ با قتل کئے جائیں۔ تو ان کی نبوت میں کوئی  
 نقص آویگا کہ تم دین سے پھر جاؤ گے۔ اس آیت کا ایک محسب ثر صحابہ پر ہوا۔  
 خصوصاً حضرت عیڑان کو تو ایسا معلوم ہوا۔ کہ گویا ابھی یہ آیت نازل ہوئی ہے۔  
 کل خیالات غلط مثل بادل کے بھٹ گئے۔ اور حق بات روز روشن کی طرح  
 حیک اوٹھی پھر سب کا خیال اس طرف جھکا۔ کہ حضرت کا نائب چنا جائے  
 اور خیمہ تکوین کی فنک کی جائے۔ اب غور کرنا چاہئے۔ کہ جس غلطی کو حضرت ابو بکرؓ  
 نے سنا یا تھا۔ اسی غلطی میں پھر سلمان گرفتار ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ قرآن کیم  
 کے بیخ کلام میں غور نہیں کرتے۔ کیا کہیں بھی اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔ کہ سب نبی نو  
 مر گئے۔ اکا۔ ہلیسی۔ جب اسد پاک سب ہی کو اموات میں داخل کرتا ہے۔ تو  
 اس قطعی فیصلہ کے خلاف لوگ کیوں بے دلیل بات کی طرف گہرے پڑتے ہیں  
 اے حضرات ہم کو قرآن و حدیث پر ایمان لانا چاہئے کسی باطل خیال پر خواہ  
 کسی مقدس ہی کا خیال ہو باوجود سمجھنے کے کہ وہ خیال خلاف قرآن و حدیث ہے  
 تعصب و ضد سے قائم رہنا اور حق کو قبول نہ کرنا کیا ایمانداروں کی نشانی ہے

سب صحابہ نے حضرت ابوبکرؓ کے فیصلہ کو مان لیا اور سب کا اجماع ہو گیا کہ کل انبیاء وفات پا چکے۔ اور حضرت صلعم بھی اس سے خارج نہیں ہیں۔ اسے مسلمانوں تم بھی اس فیصلہ کو حق مان لو اور ضد نہ کرو۔

موت سے پہلے کوئی دیکھا بھلا  
چل بسے سب انبیاء و راستان  
یونہی باتیں ہیں بنائیں واہیات  
سنت اسد سے وہ کیوں باہر رہا  
انبلک آئی نہیں اس پر فنا  
الاماں ایسے گمان سے الامان  
فہم پر اور عقل پر اور ہوش پر  
پڑ گئے یہ کبے آنکھوں پر حجاب  
کچھ تو آخر چاہئے خوف خدا

اے عزیز و سوچ کر دیکھو ذرا  
یہ تو رہنے کا نہیں بیاں و مکان  
ہاں نہیں یا تا کوئی اس سے نجات  
کیوں بنایا ابن مریم کو خدا  
مر گئے سب بروہ مرنے سے بچا  
کیا بشر میں ہے خدائی کا نشان  
ہے تعجب آپ کے اس جوش پر  
کیوں نظر آتا نہیں راہ صواب  
کیا یہی تعلیم فرقان ہے بھلا

جب آدمی تعصب کے گرے میں نہیں گرتا ہے۔ و عقل سیدھی بنتی ہے۔ تو  
حق بات اس کے منہ سے آپ نکلتی ہے۔ آپ خیال فرمائیے۔ کہ ہندوستان  
کی اکثر مساجد میں یہ خطبہ پڑھا جاتا ہے جس کے اشعار یہ ہیں۔

آدم کہاں حوا کہاں مریم کہاں عیسیٰ کہاں

ہارون اور موسیٰ کہاں اس بات کا ہے سب کج غم

کجا شد آدم و حوا کجا شد یوسف موسیٰ

کجا ایوب و زکریا کجا شد نوح طوفانی

کجا نہ عیسیٰ مریم کہ مردہ زندہ مسکروے

سیمان خود کجا رفتہ کجا تخت سیمانی

خلیل اسد کجا رفت و بچ اسد کجا رفت

ہمہ در خاک نہ آخرت خاک پنهانی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم خاکی کے ساتھ زندہ ماننے میں چند طبع کی دقتیں ہیں

جن پر ہر عاقل کو غور کرنا ضرور ہے۔ (۱) اللہ فرماتا ہے جسم بغیر غذا کے رہ نہیں سکتا

ہے۔ تو اس کا منجہ بہ ہوا کہ آسمان پر کھانے پینے سونے اور انسانی جسم کے ساتھ

جو ضرورتیں ہیں۔ ان کا بھی بند و بست کیا گیا ہو لیکن آسمان پر یہ سب کہاں

(۲) قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم فرماتا ہے۔ کہ

جب تک زندہ رہنا نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا آسمان پر لو نماز پڑھ لیتے ہوں گے۔ لیکن

آسمان پر زکوٰۃ کس کو دیتے ہوں گے (۳) اللہ فرماتا ہے۔ کہ بعض تو عمر طبعی سے

پہلے مر جاتے ہیں اور بعض زندہ رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ارزل عمر کو پہنچ کر نادان

محض ہو جاتے ہیں۔ اس قانون خداوندی سے تو حضرت عیسیٰ انیس سو برس کی

عمر ہو نیکی و جبار رل عمر سے بھی زیادہ ناتوان اور بوڑھے ہو گئے ہوں گے۔ دوبارہ

اگر کیا کام کر سکتے گے۔ (۴) اللہ فرماتا ہے۔ کہ تم جہاں رہو اگر اونچے برجوں میں کیوں

نہ ہو۔ موت ضرور پکڑ لگی۔ پھر حضرت عیسیٰ آسمان پر ہی کیوں نہوں۔ اس پکڑ

سے کیوں کر بچ سکتے ہیں (۵) حضرت پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا۔ کوئی ایسا مخلوق زمین پر نہیں۔ کہ اس پر سو برس گزرے اور وہ زندہ رہے اور

مسلم نے ہابر سے یہ روایت کی ہے۔ کہ اس بیان پر حضرت صلح نے قسم بھی کھائی



پھر اس قاعدہ سے حضرت عیسیٰ کیوں کر بچ گئے۔

سندرجہ بالا بیان کو سنکر ایک بزرگ نے کہا کہ کیا اللہ جل شانہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ ایک لوال العزم نبی کو آسمان پر جگہ دے۔ اور اس کے جسم کو ایسا نورانی بنا دے کہ پھر اس کو کھانے پینے اور انسانی احتیاجوں کی محتاجی باقی نہ رہے۔ اور اس پر نہ زمانہ اثر ہو پوچھا اسکے۔ نہ اس پر موت کو دانت چل سکیں۔ تو اس کا جواب یہ دیا گیا کہ بیشک اللہ اس بات پر ضرور قادر ہے۔ اور ایسا ہی اُس نے کیا بھی ہے لیکن اسی کا نام وفات یافتہ ہوتا ہے۔ یہاں پر ایک حکایت یاد آنی ہے ایک نبی شریف خاندان کے لڑکے نے اس طور پر پرورش اور تعلیم پائی کہ زمانہ کے حالات سے واقف ہونیکا بہت ہی کم موقع ملا۔ صرف کتابوں میں بُری باتوں کا نام اس نے پڑھا لیکن خوش قسمتی سے اون برائیوں سے واقف نہ ہوا ایک بار اس کو ایک عزیز کے یہاں جانیکا اتفاق ہوا۔ وہاں اس کو ایک لڑکے نے ناش کھیلنا سکھایا اور شرط لگا کر کھیلا جس میں پہلے تو حضرت کچھ جیتے لیکن اخیر میں کئی روپے ہار گئے جب اپنے گھر واپس آئے۔ تو اپنے رفیق سے اس کھیل کا تذکرہ کیا۔ وہ کہنے لگا کہ تم نے جو اکھیلا۔ تو حضرت نہایت غصہ ہوئے۔ کہ لاول ولاقوہ میں کیوں ایسے گناہ کا مرتکب ہو گیا۔ جو اکیلے میرا دشمن خدا کی پناہ میں اور جو اکیلوں وہ رفیق برابر بھاتا رہا۔ کہ حضرت جو اسی کو کہتے ہیں لیکن اس بچا رسے کی سمجھ میں نہ آیا اسی طرح وہ حضرات جو کہتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ نورانی جسم کے ساتھ وفات یافتہ نبیوں میں جا لے۔ اور ضروریات جسم و تبدلات زمانہ سے آزاد ہو گئے۔ تو اصل میں وہ وفات یافتہ ہی حالت کا بیان کرتے ہیں لیکن اسی رئیس زادہ کی طرح جو جوے سے چڑتا تھا۔ لیکن

اصل میں جو اکھلا تھا۔ یہ حضرات سب کچھ وہی کہ جانے ہیں۔ جو وفات یافتہ انبیاء کو ساتھ بعد وفات پینس آتا ہے۔ لیکن صرف لفظ متوفی سے چڑتے ہیں۔ اور گھبراتے ہیں امدان بھولے بھالے آدمیوں پر رحم کرے۔ اور سمجھ عنایت فرماوے!

## حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ جس نے حقیقت میں ہندوستان میں اہل چل مچا دی ہے۔ اور کئی مولوی صاحبوں کو شدت غیض و غضب میں ڈال رکھا ہے وہ دعویٰ مثل عیسیٰ اور عیسیٰ موعود ہونیکا ہے۔ اور صاحب کشف والہام ہونے اور مہدی موعود ہونے کا ہے۔ لیکن اگر ذرا الہی انسان غور کرے۔ تو اس کو صاف معلوم ہوگا۔ کہ یہ دعویٰ ایسا نہ تھا۔ کہ حیرا سعد رشور غل مچا جاتا۔

جب بات ثابت ہوگئی۔ کہ حضرت عیسیٰ نے انفال فرمایا۔ تو پھر یہ بھی ضرور ماننا پڑیگا۔ کہ جو مرگیا وہ پھر اس عالم فانی میں نہیں آتا۔ انہم کا درحیون کہہ کر مالک نے اس دروازہ کو ہمیشہ کیلئے بند کر دیا لیکن احادیث نبوی میں حضرت عیسیٰ کے نازل ہونیکے بارہ میں ایسی صاف حدیثیں ہیں۔ کہ جس سے انکار کرنا محال ہے۔ تو پھر آخر اس اختلاف کو کیوں کر دور کیا جاوے۔ یہ دستور ہے۔ کہ جب کلام آسمیٰ اور حدیث نبوی میں اختلاف پڑتا ہے۔ تو پہلے علمائے حقانی کی ہی کوشش ہوتی ہے۔ کہ حدیث شریف کی کوئی معقول تاویل کریں۔ دہم آگے چلکر ایک حدیث کی نہایت ہی خوبصورت تاویل جو علمائے کی ہے بیان کرینگے) اور اگر کسی تاویل سے ممکن نہ ہو۔ کہ اس حدیث کو مطابق قرآن کریم کے کیا جاوے۔ تو پھر لاچار اوس کو ساقط الاعتبار قرار دیتے ہیں

حضرت مرزا صاحب کا یہ بیان ہے کہ عیسیٰ کا نزول اسی طرح کا نزول ہے جس کو خود حضرت عیسیٰ نے بیان فرمادیا ہے۔

بائبل میں لکھا ہوا ہے کہ ایلیا یا ادریس آسمان یا اٹھائے گئے اور وہ ایک وقت آسمان سے نازل ہونگے حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ حضرت ادریس کے آسمان سے نازل ہونیکے پر سنی میں کہ حضرت یحییٰ بن زکریا کے پیدا ہونے سے حضرت ادریس ہی نازل ہو گئے یعنی ان دونوں کی روحانی بناوٹ ایک ڈھنگ پر ہے پس ایک کا آنا گویا دوسرے کا آنا ہے اس فیصلہ کو یہودیوں نے نہ مانا اور وہ ابھی تک منتظر ہیں کہ حضرت ایلیا آسمان سے نازل ہوں گے اور چونکہ حضرت عیسیٰ کا آنا بعد نازل ہونے حضرت ایلیا نبی کے تھا اس لئے یہود کسی طرح حضرت عیسیٰ پر ایمان نہ لائے لفسوس یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کے فیصلہ کو نہ مانا اور ابھی تک آسمان ہی کو تک رہے ہیں۔ اور انیوالا آیا بھی اور گیا بھی!

جناب حضرت مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ کا انتقال فرمانا قطعی امر ہے تو نزول حضرت عیسیٰ سے مراد صرف یہ ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص ایسا پیدا ہوگا جو پیشل عیسیٰ ہو۔ اور یہ کچھ مشکل امر نہیں ہے اللہ جل شانہ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا ہی بلند درجہ عطا فرمایا ہے کہ ہزار عیسیٰ صفت آپ کی امت مرحومہ میں پیدا ہوئے اور ہونے والے ہیں۔ حدیث علماء راستی کا نبی انبی اسل سے ظاہر ہے اور ایک حدیث صحیح بخاری کی اس بیان کی تاکید میں بہت ذرا در ہے حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کیف انتم اذا نزل ابن مریم حکم وامامکم منکم

یعنی اس دن تھا کہ حال ہوگا۔ جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔ وہ کون ہے  
 تمہارا بہن اہل نام ہوگا۔ جو تم میں سے ہی ہوگا۔ ایک بات اور بھی قابل غور ہے۔  
 کہ جب جناب رسول کریم صلعم نے حضرت عیسیٰ کا حلیہ بیان فرمایا (جیسا کہ آپ نے  
 معجزے میں افکود بکھا تھا) تو ارشاد فرمایا۔ کہ اون کا رنگ سرخ تھا۔ اور سر کے بال گہونگر  
 والے تھے۔ اور ایک دوسری حدیث میں آنے والے عیسیٰ کا حلیہ آپ نے فرمایا۔ کہ  
 اُن کا رنگ گندمی اور سر کے بال سب سے ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے۔ کہ نبی اسرائیل  
 نہایت گورے اور سرخ رنگ کے ہونے ہیں۔ وہ گندمی رنگ کے کیونکر ہو سکتے ہیں  
 علاوہ اس کے حضرت عیسیٰ نبی نبی اسرائیل آسمان پر عرصہ دراز تک قیام کرنے کے  
 بعد اور بھی سرخ و سفید ہو جائیں گے۔ نہ کہ گندمی۔ آسمان کچھ مدراس کا سمہ تو  
 نہیں ہے۔ جہاں موسم سرما کا گذر ہی نہیں۔ اور آفتاب کی حرارت ایسی تیز  
 ہے۔ کہ گور بھی کالا ہو جاتا ہے۔ یہ خاکسار تھوڑے دنوں کے لئے منصوری پہاڑ پر جو سینہ  
 کی سطح سے آٹھ ہزار فیٹ بلند ہے۔ رہا تھا۔ نو کچھ رنگ صاف ہو گیا تھا۔ تو کیا چوچھ  
 آسمان کی آب و ہوا منصوری پہاڑ سے بھی گھٹ ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ کا رنگ سرخی  
 سے بدل کر گندمی ہو جائیگا۔ سوچنے والے اگر سوچیں۔ تو ضرور یہ بات سمجھ میں آجائگی  
 کہ دونوں صاحبان دو علیحدہ شخص ہیں گو صفات روحانی میں ایک ہیں۔ ایک  
 تو سے کی۔ وئی کیا چھوٹی کیا موٹی! حضرت مرزا صاحب نے عیسیٰ بن مریم کے معنی  
 جو بیان فرمائے ہیں۔ اور پر غور کرنے سے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ لسان تصوف میں  
 جس شخص کو باقی بالہ کہتے ہیں۔ وہی عیسیٰ ہے۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے  
 ہیں :-

دراں ابن مریم خدائی بنود زموت وز فوش رمانی بنود  
 رما کر خود راز شرک دوتی تو ہم کن چنیں ابن مریم توتی  
 پس جب یحییٰ بن مریم کے لئے جائیں تو اس پر شور و غل مچانے کی کیا وجہ ہے  
 حضرت اقدس مرزا صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ۵۔

کیا غدر ہے ماننے میں تمہیں اس سچ کے  
 جس کی ممانت کو خدا نے بتا دیا۔

حاذق طیب پاتے ہیں تم سے یہی لقب  
 خوبوں کو بھی تو تم نے سیجا بنا دیا۔

ذرا غور کرنے کی جگہ ہے۔ کہ کسی حکیم کو میجا کہا جائے۔ تو مضائقہ نہیں۔ کوئی اپنے  
 مشوق کو میجا کہے۔ تو مضائقہ نہیں لیکن حضرت مرزا صاحب مسیحائی کا دھوکہ  
 کریں تو دلوں میں آگ لگ جائے۔ خدا ہمارے علماء کی حالت پر رحم کرے۔ اور  
 انہیں حسد و عداوت کی آگ میں جلنے سے بچا دے۔ ہاں حضرت مرزا صاحب کو  
 جو یہ الہام ہوا۔ کہ وہ مسیح جس کے آئینے پیش گوئی کی گئی تھی۔ وہ تو ہے۔ اگر اس الہام  
 میں کسی کو شک تھا۔ تو لازم تھا۔ کہ انتظار کرتا اور دیکھتا کہ حضرت مرزا صاحب مسلمان  
 کی مردہ قوم کو زندہ کرنے میں کیا مسیحائی کرتے ہیں۔ اگر حضرت کا الہام خدا کی طرف سے  
 ہے۔ تو خدا کی تائید بھی ان کے شامل حال ہوگی۔ اور اگر محاذ اللہ یہ دعویٰ الہام جھوٹ  
 ہے۔ تو کیا اندھ جھوٹے دعویٰ الہام کو ایک زمانہ و راز یک مہلت دے سکتا ہے۔ اور  
 کیا قانونِ خدا یہی ہے۔ کہ نصرت و کامیابی مغتری و کذاب بھی کی ہو کرے۔ درخت اپنے  
 پہلوں سے پچا نا جاتا ہے۔ نیم کے درخت سے سیٹھے آم کی امید خیال باطل ہے۔

اے ناظرین میں اس کتاب میں ایک باب علیحدہ میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اس عرصہ قلیل میں حضرت مرزا صاحب کی ذات بابرکات سے کیا کیا نفعے مسلمانوں کو پہونچے۔ اے ناظرین ذرا انصاف سے اس کو پڑھنا اور دل پر ہاتھ رکھ کر کہنا کہ کیا بہہ کامیابیاں اسد پاک کی جانب سے منقہری اور کذاب کو عنایت ہوتی ہیں۔ اور ابھی ہوا کیا ہے حضرت اقدس کو وہ وہ کامیابیاں ہونیوالی ہیں کہ خلی مثال تاریخ اسلام میں دکھانی مشکل ہوگی۔

بعض صاحبوں کو اس کا تعجب ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو دو شخصوں کے ہونیکا دعوائے ہے مسیح موعود بھی وہی ہیں اور مہدی بھی وہی ہیں۔ یہ کہہ کر ہو سکتا ہے لیکن ذرا سا غور کر کے دیکھنے سے یہ بات صاف سمجھ میں آ جاسکتی ہے۔

اولاً تو جو حدیثیں امام مہدی کے بارہ میں آئی ہیں۔ اون پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت محمد اسماعیل بخاری علیہ الرحمۃ و حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیحوں میں ان حدیثوں کا کچھ بھی ذکر نہیں کیا۔

جن بزرگوں کی حدیثوں کی تلاش و تحقیق میں عمریں گزر گئیں ہوں۔ انکو امام مہدی کے بارہ میں کوئی حدیث نہ ملی۔ دل یہی گواہی دیتا ہے کہ ضرور ان صاحبوں نے ان حدیثوں کو کمزور یا کر متروک کیا ہوگا۔ ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ لا مہدی الا اھلنی۔

ایک بات اور بھی غور کے قابل ہے کہ جب امام بخاری نے جو حضرت عیسیٰ کے بارہ میں وہ حدیث ورج کی ہے جس میں صاف لفظوں میں ادنیٰ تعریف یہ ہے کہ اما مکمل منکم پس اگر حضرت عیسیٰ مسلمانوں کے امام ہونگے تو ایک ہی زمانہ میں

دو ماموں کا ہونا کیونکر ممکن ہے۔ نہ لفظ امام ہی صحیح بخاری میں پایا جاتا ہے۔ بلکہ حکم عدل۔ ثقہ بھی درج ہے۔ جنگے صاف سنی امام کے ہیں۔ پس ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جس بزرگ کو آخری زمانہ میں مردہ مسلمانوں میں روحانی زندگی کو چھونک کر سیجائی کا کام کرنا ہے، وہی شخص اپنے زمانہ کا مہدی بھی ہوگا۔

## ایک عجیب پیش گوئی

دہلی کے پاس کے رہنے والے ایک ولی اللہ صاحب گذرے ہیں۔ ان کا زمانہ سنہ ۱۰۰۰ ہجری ہے یعنی سات سو تیرپن برس کا عرصہ ہوتا ہے۔ کہ اس خدا کے پیار بندے نے ایک قصیدہ کہا تھا اس قصیدہ کو پورا پورا جناب مولوی محمد اسماعیل شہید صاحب نے اپنی کتاب البعین فی احوال المہدین میں درج کیا تھا۔ یہ رسالہ ۲۵ محرم ۱۰۰۰ ہجری میں چھپ بھی گیا تھا حقیقت میں یہ ایک نہایت ہی عجیب و غریب قصیدہ ہے۔ میں اس چھوٹی کتاب میں اس کے چند اشعار یہاں ناظرین کرتا ہوں۔

قدت کردگار می بینم	حالت روزگار می بینم
از بختم این سخن نمی گوئیم	بلکہ از کردگار می بینم
غین * درے سال چوں گذشت این سال	بوالعجب کار بار می بینم

\* یہاں پر خاب نعمت اللہ ولی صاحب اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ وہ اس قصیدہ کو مذریہ الہام کہتے ہیں۔

\* یعنی سنہ ۱۰۰۰ ہجری کے بعد عجیب کارروائی شروع ہو جائے گی۔

گرد و زنگ و غبار می بینم  
 بچہ و بے شمار می بینم  
 در ہمش کم عیار می بینم  
 بے بہار و شمار می بینم  
 خرمی وصل یار می بینم  
 شمس خوش بہار می بینم  
 پرشش یادگار می بینم  
 سربس تاج دار می بینم  
 گل دین را بہار می بینم  
 دور آں شہسوار می بینم  
 نخل دشر سار می بینم  
 علم و علمش شمار می بینم  
 محکم و استوار می بینم

گرد آئینہ ضمیر چہاں  
 غلمت ظلم و ظالمان دیار  
 شکہ تو دزد بر رخ زر  
 بعض اشجار بوستان چہاں  
 غم مخور زانکہ من دریں تشویش  
 چوں زمستان بے چمن بگذشت  
 دورا دچوں شود تمام بکام  
 بندگان جناب حضرت او  
 گلشن شرع را ہمیں بویم  
 تا چہل سال باکے برادر من  
 غامیاں از امام معصوم  
 صورت و سیرتش چون غیر  
 زینت شرع و رونق اسلام

شعر نمبر ۱۲ و نمبر میں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ متق و فخر کی گرم باراری ہوگی۔ شعر نمبر ۱۳ میں  
 نہایت ہی عجیب پیش گوئی وجہ ہے یعنی یا سکہ جاری ہوگا یعنی سلطنت اسلامیہ  
 جاتی رہے گی۔ اور سلطنت انگلستان قائم ہوگی۔ چنانچہ یہ پیش گوئی پوری بھی ہو گئی۔ شعر نمبر  
 میں اشارہ ہے کہ اوس زمانہ میں ایراندار اور لغوے کاہل آدمیوں میں ہوگا۔ سلطنت مغلہ کا  
 آخری زمانہ کئی اخلاقی اور ایسانی باہیوں کا دہا۔ بھا۔ مایخ نام ہے۔ لیکن شعر نمبر ۱۵ و نمبر ۱۶ میں  
 سہا جا رہا ہے۔ کہ گلشن ہونیکل مات نہیں۔ کہو کہ مہدی رہاں کا زمانہ قریب ہے۔ شعر نمبر ۱۷ اسات کا



<p>امام آل تمار می بینم خلق ذو بختیار می بینم شاہ عالی تبار می بینم ہر دو را شہسوار می بینم</p>	<p>اٹح۔ تم۔ دال می خواہم دین و دنیا از د شود محو بادشاہ تمام ہفت اسلم مہدی وقت و عیسیٰ دوراں</p>
---	--

اشارہ ہے۔ کہ اوس مہدی دف کے بعد اس کا لڑکا دساہی رہا اور پیشوا مسلمانوں کا ہوگا۔ ستر نمبر میں یہ ظاہر ہوا ہے۔ کہ اوس امام زماں کے معقد رکے رے شاہاں جاں ہو گئے۔ میری سمجھ میں اوس سے روحانی ماحدا۔ مراد ہیں۔ معنی اوس امام کے معین مددگار کا لیں اسخاص ہوں گے۔ ستر نمبر سے ایک بات یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ لوگ اس امام زماں کی تکفیر بھی کریں گے۔ اور آخر مشر مندہ و خجل ہوں گے۔

ستر نمبر میں رے نجب اور جبرت کی بات یہ ہے۔ کہ اوس امام کا نام تک کہ دباگبا۔

ستر نمبر میں حویہ کہا گیا ہے۔ کہ سارے جہان کی مادشاہی اوس امام الوقت کی ہوگی۔ اوس کے معنی مہری سمجھ میں روحانی بادشاہت ہے۔ اور حقیقت میں ہی بادشاہی ہے۔ کہ جس کو بادشاہی کہی جائے۔

ستر نمبر میں سب سے تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ وہ امام مہدی بھی کہلائے گا۔ اور عیسیٰ بھی کہلائے گا۔ اب ناظرین غور

جناب مولوی محمد اسماعیل شہید صاحب نے اس قصیدہ کو اس غرض سے  
 درج کیا تھا۔ کہ اس سے جناب سید احمد صاحب بریلوی کا جہد می ہونا ثبوت  
 کریں حقیقت میں اس قصیدہ میں احمد کا نام ہونا اس بات کی زور آور دلیل  
 ہے لیکن چند اعتراضات بھی پیدا ہوتے ہیں قصیدہ سے بہ معلوم ہوتا ہے کہ تیرہویں  
 صدی کا زمانہ نہایت خراب گزر چکا۔ اور وہ امام چودھویں صدی کے شروع میں  
 ظہور پذیر ہوگا۔ اور یہ بات سید احمد صاحب کو حاصل نہیں ہوئی۔ قصیدہ میں  
 یہ بھی لکھا ہے۔ کہ چالیس برس اسکا دور دورہ رہیگا۔ لیکن جناب سید احمد  
 صاحب جب امیر المؤمنین مقرر ہوئے۔ اور پنجاب میں سکھوں سے مقابلہ ہوا اس  
 کے بعد چالیس برس کہاں انکا دور دورہ رہا۔ پھر یہ بھی لکھا ہے۔ کہ بعد اس امام کے  
 اس کا لڑکا امام الوقت ہوگا۔ سید احمد صاحب کا کون لڑکا امام المسلمین ہوا  
 اور سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ اول تو سید صاحب نے کبھی جہد می ہونیکا  
 دعویٰ خود نہیں کیا۔ فرض کرو کہ اگر انہوں نے نہ کیا۔ ان کے مرید نے کیا۔ نو جہد می  
 کا ہی دعویٰ کیا۔ لیکن عیسیٰ کا دعویٰ کب ہوا۔

تیاخ اسلام میں جہاں تک ہم کو معلوم ہوا ہے۔ بہتک سولے حضرت اقدس  
 مرزا غلام احمد صاحب کے کسی نے عیسیٰ اور جہد می دونوں ہونیکا دعویٰ کیا ہی  
 نہیں۔ اگر کسی نے کیا ہے تو مخالفین کو مستند صحیح کے ساتھ حوالہ دینا چاہئے  
 حضرت اقدس مرزا صاحب کو الہام ہو چکا ہے۔ جو ان کی تصانیف میں ہوم  
 سے درج ہے۔ کہ امد پاک ان کو ایک ایسا لڑکا عنایت فرمایگا۔ جو امام زماں  
 ہوگا۔ اور یہی الہام ہو چکا ہے۔ کہ حضرت کے تابعداروں میں والیاں ملک ہو

گو میں اس کے روحانی معنی لیتا ہوں۔ خیر غور کرنے سے اس قصیدہ میں چند باتیں ایسی معلوم ہوتی ہیں۔ جن سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ قصیدہ حضرت اقدس جناب مرزا غلام احمد صاحب کے شان میں ہے۔ انگریزی سلطنت کا ہونا چودھویں صدی کے شروع میں آپ کا ظہور اہم مبارک آپ کا احمد ہونا۔ مرزا اور غلام یہ توصفات ہیں اصل نام تو آپ کا احمد ہی ہے۔ بات بھی یہی ہے احمد عربی صلح کے بعد جسکی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی ہے۔ اگر امت محمدی میں کوئی احمد ہوگا۔ تو وہ غلام احمد ہی ہوگا۔ اور مہدی وقت اور عیسیٰ دوران ہونا یعنی اپنے وقت کا مہدی ہونا اور عیسیٰ صفت ہونا۔ مسلمانوں غور کرو یوں پیش گوئی خدا رسیدہ لگوں کی پوری ہوتی ہے۔ اور سطح اسد پاک ایمانداروں کے ایمان کو بڑھاتا ہے۔ افسوس ہے ان پر اور نہایت افسوس ہے کہ جو ایسی کھلی نشانیوں کو بھی دیکھ کر انہیں بجاتے ہیں۔ خدا ہماری قوم سے ہٹ اور ضد و در کرے۔ اور حق کو ظاہر کرے۔ سنا افتخ بنا و بین قومنا الحق وانت خیر العالمین

## پیش گو یوں کا ایک عجیب دستور

اسد پاک کی طرف سے جو بذریعہ الہام یا وحی کے غیب کی خبریں بتائی جاتی ہیں وہ اکثر ایسے الفاظ میں ہوتی ہیں۔ کہ ان کو دفع ہو جاتے ہیں۔ اور غور کر نیوالے ایک سبتلا میں پڑ جاتے ہیں اور عقل سلیم دلے سچی باتوں کو مان لیتے ہیں۔ اور جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے۔ وہ حق کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ بلکہ حق سے اور دور جا پڑتے ہیں حضرت پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ میں جو پیش گوئیاں

بائبل میں درج ہیں۔ ہماری آنکھوں میں وہ کیسی کھلی ہوئی شہادتیں درج ہیں۔ ہم کو حیرت ہوتی ہے۔ کہ خداوند عیسائی کیوں ایسا نہ ہے ہیں۔ جو ایسی کھلی کھلی پیشگوئیوں پر غور کر کے حضرت پیغمبر خدا صلعم پر ایمان نہیں لاتے لیکن کیا عیسائیوں کو بھی وہ پیشگوئیاں صاف اور کھلی معلوم ہوتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اگر ان سے بحث بھی کرو اور صاف کہول کر دکھائی دو۔ تو وہ ہرگز قبول نہیں کرتے۔ دل کچھ حق کی طرف جھک بھی جاتا ہے۔ لیکن زبان حق کو قبول نہیں کرتی۔ کیا یہ ممکن نہ تھا۔ کہ اللہ جل شانہ اس طور سے بائبل میں بیان فرماتا ہے۔ کہ فلاں زمانہ میں ملک عرب کے ستہرہ مکہ میں ایک آدمی پیدا ہوگا۔ جس کے باپ کا نام عبداللہ والدہ کا نام آمنہ ہوگا۔ اور اس شخص کا حلیہ یہ ہوگا۔ پس جب پیدا ہو تو سمجھنا چاہئے۔ کہ وہ پیغمبر آخر الزماں (صلعم) ہے۔ اگر ایسا بیان ہوتا۔ تو کیا کسی منکر کو دم مارنے کی جگہ ہوتی لیکن ایسا نہیں کہا گیا۔ یہ دارالابتلا ہے۔ یہ دارالاستحسان ہے یہاں سب باتیں کھول کر دکھائی نہیں جاتی ہیں۔ خود جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو غیب کی خبریں بیان فرمائیں اکثر وہ ایسے الفاظ میں رہیں۔ کہ مطلب سمجھ میں نہ آیا۔ لیکن جب ایمانداروں نے اون کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔ تو سمجھ گئے کہ اس کا مطلب اصل میں یہ تھا۔ اکثر پیش گوئیاں ایسی پوری ہوتی ہیں جس طرح خواب کی تعبیریں پوری ہوتی ہیں۔ ہم چند روایات صحیحہ پیش کرتے ہیں ناظرین اس پر غور فرماویں۔ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرے بعد میری پیروی میں جسکے لائبے ہاتھ ہیں پہلے وہ انتقال کرینگے حضرت سے پہلے پیش گوئی سنکر پیچھا آئیں گے۔ ہاتھ ناپنے لگیں۔ حضرت صلعم نے کسی کو ہاتھ ناپنے

سے روکا بھی نہیں حضرت صلح کی رحلت کے بعد پہلے حضرت بی بی زینبؓ نے رحلت فرمائی لوگوں کو بہت تعجب ہوا کیونکہ حضرت بی بی زینبؓ کا ہاتھ سب سے لانا تھا۔ بی بی زینبؓ کا ہاتھ لانا نہ تھا۔ آخر ایک صاحب کو یہ بات سوجھی کہ یہ سیدیوں میں حضرت بی بی زینبؓ بڑی سخی تھیں۔ پس لاسبہؓ کے سنے سخت واثار کے ہوئے۔ سب نے اس تاویل کو مان لیا۔ اور سمجھ گئے۔ کہ حضرت کی پیش گوئی پوری ہو گئی حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حرم کعبہ میں ایک مینڈہ مانع کچ کیا جائیگا جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ شہید ہوئے۔ تو سب نے بھی سمجھا کہ مینڈہ سے مراد حضرت عبداللہ ہی تھے۔ گو پیش گوئی میں مینڈہ سے کا لفظ تھا۔ کسی انسان کا اشارہ تک نہ تھا اس زمانہ کے مسلمان، یہی خواہش رہتی تھی۔ کہ حضرت کی پیش گوئی کو آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھ کر ایمان کو تازہ کریں۔ اگر وہ حضرات مینڈہ سے کے منتظر رہتے۔ تو آج تک منتظر ہی رہتے۔ حضرت کو دکھایا گیا کہ آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو سونے کے گنگن ہیں اور آپ نے ان کو پہونک سے اڑا دیا۔ آخر اس کے سنے یہ ہوئے۔ کہ سید کذاب اور اسوئے خبی دو جھوٹے دعویدار نبوت کھڑے ہوئے۔ اور دونوں جیسا کہ کذاب اور مغتری کی سزا ہوتی ہے۔ اس کو پہونچے یعنی تباہ اور برباد ہو گئے۔ حضرت صلح نے دیکھا کہ ایک ہشتی انگو کا خوشہ آپ کو ابو جہل کے لئے دیا گیا ہے۔ آپ اسکی تعبیر سمجھے کہ شاید ابو جہل مشرف باسلام ہوگا۔ لیکن بات یہ ثابت ہوئی کہ ابو جہل کے بیٹے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو اللہ نے مشرف باسلام کیا۔ اور وہ ایک جلیل القدر صحابی ثابت ہوئے۔

حضرت ابو موسیٰ سے، وابستہ ہے۔ کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھایا گیا کہ آپ ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہے ہیں جہاں کھجور کے بہت درخت ہیں چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا خیال اس طرف گیا۔ کہ شاید وہ یامامہ یا ہجر ہوگا۔ لیکن آخر وہ مدینہ نکلا۔

حضرت نے دیکھا کہ گامیں بیج ہوئیں لیکن مراد اس سے صحابہ کی شہادت جنگ احد میں تھی۔

غرض زیادہ مثالیں لکھنے کی ضرورت نہیں صرف ایک اور مثال لکھی جاتی ہے اس پر غور کر نیوالے بہت نفع اٹھا سکتے ہیں۔

عبداللہ ابن عباسؓ روایت ہے۔ کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ آج رات کو میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ میں کعبہ کے پاس ہوں اور وہاں ایک شخص مجھے گدزمگوں نظر آ رہا ہے۔ میں سے اول درجہ کا معلوم ہوتا تھا اس کے بال ایسے صاف معلوم ہوتے تھے۔ کہ جیسے نلکھی کی ہوتی ہے۔ اور ان سے پانی ٹپکتا تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ وہ شخص دو آدمیوں کے مونڈھوں پر تکیہ کر کے خانہ کعبہ طواف کر رہا ہے پس میں نے پوچھا۔ کہ یہ کون ہے۔ تو مجھ سے کہا گیا۔ کہ یہ مسیح ابن مریم ہے۔ پھر اسی خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک شخص ہے۔ کہ جس کے بال مونڈھے ہوئے ہیں۔ اور داہنی آنکھ اس کی کافی ہے۔ گویا آنکھ اسکی انگوڑی ہے۔ یہ لایا ہوا ہے اور ہے اون لوگوں سے بہت ملتا ہوا جو میں نے ابن قطن کے ساتھ دیکھے تھے۔ وہ بھی دو شخصوں کے مونڈھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ کہ یہ کون ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ مسیح دجال ہے۔

اب یہاں پر غور کرنے کی بات ہے۔ کہ پیغمبروں کا خواب بھی ایک قسم کا الہام یا وحی ہے اُس میں غلطی کو دخل نہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب ہی دیکھا تھا جسکی صحت پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو یقین کرنے کو مستعد ہو گئے تھے اب یہاں پر عوطلب مضمون یہ ہے۔ کہ حضرت ابن مرثم اگر خانہ کعبہ کا طواف کریں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن دجال تو کا فر ہوگا اور حدیثوں سے ثابت ہے۔ کہ کعبہ تک اس کا گزر بھی نہ ہوگا۔ پھر وہ کیوں کعبہ کا طواف کرنے لگا۔ علما اس بات پر غور کرنے لگے۔ تو یہ بات طے ہوئی۔ کہ طواف کے معنی چکر دینے کے ہیں پس اس سے یہ مطلب ہوا۔ کہ جسطرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہایت کو چاروں طرف پھیلانے کے لیے اسی طرح دجال چاروں طرف کمر اہی کو پھیلانے لگا۔

غرض جب پیشنگویوں کا یہ دستور معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ضرور نہیں کہ ظاہری لفظوں کی پابندی کی جائے۔ بلکہ انکی عمدہ اور محقول تاویل کرنی چاہئے اب جناب حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب یہ فرماتے ہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے سے مراد یہ ہے۔ کہ امت محمدی میں کوئی عیسیٰ صفت پیدا ہوگا۔ اس پیش گوئی کی تاویل محقول یہ ہے۔ دجال ایک چشم سے مراد آج کل کے پادری ہیں جنکو ایک آنکھ ہے۔ جو دنیاوی نفع اور ترقی کو دیکھ سکتی ہے۔ اور دین و آخرت کے دیکھنے والی آنکھ ندارد ہے۔ دجال کے گدھے سے مراد ریل گاڑی ہے جسپر یہ قوم کمر اہی لیکر سارے جہاں میں گشت لگاتی پھرتی ہے سیاح و سیاح

لے چار سو موجودہ ملک کو اس تاویل پر اعتراض نہیں ہوتا۔ لیکن حضرت مرزا صاحب کی محقول تاویلوں پر یہ عرض قابل ہوتا ہے۔ کہ ان کو اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ آج کے مولوں پر رحم کرے!

سے مراد انگریز و روس ہیں۔ جو قدرت خدا سے رُکے ہوئے تھے لیکن اب وہ پھیل  
 بڑے ہیں۔ اور مسلمانوں کی سلطنتوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ غرض حضرت اقدس کی  
 خوبصورت تاویلوں کو کہاں تک بیان کریں۔ جس کو شوق ہو وہ حضرت کی تیل  
 تصنیفات ازالہ اوہام شہادت القرآن کو منگا کر دیکھے۔ اور لطف اٹھائے  
 خدا جانتا ہے عجب لطف لٹا ہے۔ بے اختیار دل کہنے لگتا ہے۔ کہ بیشک  
 یہی مطلب اللہ اور اللہ کے رسول صلعم کا تھا۔ اور بحمد اللہ ہم نے ایسی عظیم نشان  
 پیشگوئیوں کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔ بعض آدمیوں کے دل  
 میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اب تک بہ بات کسی دوسرے کو کبوں نہ سوجھی۔ کیا  
 اہل اسلام میں کوئی عالم نہیں ہوا۔ کیا جناب مرزا صاحب سب سے بڑے ہیں کہ  
 انہیں پر یہ مطالب کھولے گئے۔ نوا اسکا جواب بہ ہے۔ کہ ہر چیز کے لئے ایک وقت  
 ہے جب وہ وقت آتا ہے۔ تب وہ بات اللہ اپنے کسی بندے کو سوجھا دیتا ہے  
 بڑے بڑے حکما عقلا اور فلاسفر اس جہان میں گزرے ہیں لیکن جب اللہ کو  
 منظور ہوا۔ سو وقت اپنے ایک بندے کے دل میں نہ ڈال دیا۔ کہ ریل گاڑی یوں  
 چلائی جائے۔ اور تار برقی سے اس طرح کام لیا جائے۔ اس سے کچھ بہ ضرور نہیں  
 کہ ریل گاڑی اور تار برقی کا موجد سب عقلا سے زیادہ عقل والا تھا۔ یہ سب غلط  
 خدا کے ہیں جو چاہتا ہے۔ اپنے بھید دل میں سے ایک بھید سے واقف  
 کر دیتا ہے۔ اگلے مسلمان قیامت کے قریب جو باتیں پیش آئیں گی ہیں۔ ان کو  
 جس طرح سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا تھا۔ ویسا ہی  
 اجمالی طور پر مانتے آئے۔ اس کی تفصیل پر اور اس کی حقیقت پر غور نہیں کیا تو



اس میں اُن کا کوئی قصور نہیں۔ اللہ کو یہ منظور نہ تھا۔ کہ وہ باتیں ایسے وقت کے قبل کسی پر کھلیں۔ ہاں جب وہ زمانہ آگیا۔ اور جب اس مجدد زمانہ کو پیدا کیا۔ جس کا نام اُس نے وحانی عالم میں سیح ابن مریم رکھا تھا۔ تو اُس اپنے پیارے بندے پر بندہ الیہم کے اور ن جسدوں کو کھول دیا۔ مبارک ہیں۔ وہ جو اس نیک بندے پر نیک گماں ہیں۔ ان کو نیک گمانی کا بھی ثواب ملیگا۔ اہل اہم حق کے جھٹلانے کے گناہ سے بھی بچ جائیں گے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ ان مبارک بندوں نے نہ صرف مجدد بنائے۔ امام الوقت ہی کو سچا مانا۔ بلکہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو بھی سچا مانا نہ صرف سچا مانا بلکہ اپنی آنکھوں سے اُن کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ بھی لیا۔

تاج محمد لله علی ذالک

یہاں پر یہ سوال کیا جاسکتا ہے۔ کہ کیا حضرت کی پیش گوئیوں کی السبتی تاویل کسی نے کی بھی ہے۔ تو ہم نہاتے ہیں کہ اس سے بڑا کبر و شال ہم دے ہیں اس پر خوب غور کرو۔ اور انصاف کو ہاتھ سے نہ دو۔

## دجال کا عجیب قصہ

حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص تھا۔ جو ابن صیاد کے نام سے مشہور تھا۔ اس کو جنوں سے کچھ تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ غیب کی خبریں بتلاتا تھا۔ جس باتیں اُن کی بھی سمجھ جاتا تھا۔ غرض اس قسم کے عجیب کام اُس سے دیکھ کر صحابہ سمجھنے لگے۔ کہ ہونہو دجال یہودی ہی ہے۔ ایک بار تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں قسم کھا کر کہا کہ ضرور ابن صیاد ہی دجال ہے۔

ہے۔ صحیحین میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ کہ حضرت صلح نے یہ بیان سن کر سکوت کیا۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی کہ ابن صیاد کو قتل ہی کر ڈالیں کہ دجال مہود کا قصہ ہی تمام ہو جائے لیکن حضرت صلح نے یہ فرمایا کہ اگر ابن صیاد ہی دجال مہود ہے۔ تو اوس کے مارنے والے عیسیٰ ہیں اور اگر وہ دجال مہود نہیں ہے تو ناحق ایک بے گناہ کے قتل کا بوجھ سر پر کیوں لیا جائے اب اس ابن صیاد کا واقعہ سنئے۔ ابوسعید خدری سے روایت ہے۔ کہ وہ ایک بار ابن صیاد کے ساتھ کہ روانہ ہوئے۔ سارے سارے میں ابن صیاد نے شکایت کے طور پر ابوسعید خدری سے کہا۔ کہ لوگوں دینی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ان باتوں سے جھکے بہت دکھ ہوتا ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں کہ دجال مہود میں ہوں اور تم جانتے ہو۔ کہ اصل حال اسکے خلاف ہے۔ تم نے سنا ہوگا۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ کہ دجال اولاد ہوگا اور میں صاحب اولاد ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دجال مدینہ اور مکہ میں داخل نہیں ہوگا اور میں مدینہ سے تو آتا ہوں۔ اور کہہ کو جاتا ہوں۔ اب سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ ابن صیاد نے مدینہ میں انتقال فرمایا اور مسلمانوں نے اس کے جنازے کی نماز تک پڑھی۔

اسے ناظرین غور کرو۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کس پایہ اور رتبہ کے صحابی ہیں حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے بارہ میں فرمانے ہیں۔ کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا۔ تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہی ہوتے۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ خدا کو فرشتے حضرت عمرؓ کی زبان پر کلام کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عالی رتبہ ہونے کو سطح ظاہر کر رہا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیا ہو گیا تھا۔ کہ ایک مسلمان حساب

اولاد ساکن مدینہ کو دجال مہمود سمجھتے رہے۔ اور اس کے قتل کی اجازت مانگتے رہے اسے بھابھو ذرا انصاف کرو۔ خدا کو واسطے انصاف کرو کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ حدیثیں نہیں سنی تھیں کہ دجال کے ساتھ ساہو ہشت و پنج بلے گا۔ سارے جہان کے خزانے اس کے پیچھے پیچھے ہوں گے۔ وہ مردوں کو زندہ کرے گا جس کھیت کو بار آور ہوئے کہیں گے۔ وہ حورائیں لائیں گے اس کا گدھا ستراے مسابہ بنانا اور نمل بادل کے تیز جلجلا۔ بتلائے تو سہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ باوجود ان نشاندہوں سے تذکرہ بالا کے کوئی نشان نہیں دیکھنے تھے۔ اور پھر بھی ابن صیاد کو دجال جہود ہونی پال کرتے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو سب سے بڑا کہ یہ کمال کیا کہ ابن صیاد کے دجال مہمود ہونے پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قسم تک کھالی۔

آخر کوئی سبب تو بتاؤ اگر ذرہ برابر انصاف ہے۔ تو یہی کہو گے۔ کہ مصیابہ پیش گوئیوں کے لفظ لفظ کی پابندی اور ظاہری طور سے سب باتوں کے ہونے کو ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ ابن صیاد میں گمراہی کی باتیں دیکھی جن سے بندگان خدا میں بے ایمانی اور فساد کے پھیلنے کا خوف تھا۔ پس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی کے پورا ہوتے ہوئے دیکھنے کا ایسا شوق ان کے دلوں پر غالب تھا کہ فوراً یہی کہنے لگے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے اصحابی یا اجتہاد کریں۔ کہ ابن صیاد ہی دجال مہمود ہے۔ تو کوئی مضائقہ نہیں۔ گو زمانے ثابت بھی کر دیا۔ کہ ابن صیاد ایک بندہ مؤمن تھا۔ اور موسن مرا۔ ہرگز ہرگز اس کی پیشانی پر کتہہ نہ لکھا ہوا نہ تھا لیکن حضرت مرزا صاحب یوروپین پادریوں کو حسب کی پیشانی پر حقیقت

میں۔ ک۔ ق۔ ت۔ ز۔ لکھا ہوا ہے۔ (اگر روحانی آنکھیں میں تو پڑ ہو) جو حقیقت میں اس جہاں کے خزانے اپنے ساتھ لئے بھرتے ہیں۔ جو حقیقت میں ڈراتے دھمکتے لپچاتے ہیں جب تک کہ حقیقت میں تیراغ لیا اور بادل کی طرح تیز چلنے والا ہے۔ اور حقیقت میں کعبہ کے حادوں طرف جکر لگا کر یعنی سارے جہان میں گمراہی کے پھیلانے میں اپنی مثال نہیں کھئے۔ جو خدائی کاموں میں دخل اندازی کر کے گویا خدائی کا دعوے کرتے ہیں۔ اور خدائی کتاب میں تحریف و تبدیل کر کے گویا نبوت کا دعوے کرتے ہیں اور جو سچ میج ایک چشم ہیں۔ سواروٹی اور کھن کے اس عالم کی طرف دیکھ ہی نہیں سکتے۔ گویا وہ آنکھ جس سے خدا پرستی آتی ہے۔ کافی ہے۔ غرض اس قدر شاہدیت رکھتے ہوئے پادریوں کو دجال مہمود کہا۔ تو حضرت اقدس نے بڑا قصور کیا۔ اسے بھائیو۔ اگر تمہارے زعم میں حضرت مرزا صاحب کے اجتہاد میں غلطی ہے۔ تو تم خوشی سے اسی دجال کے منتظر رہو۔ جو کچھ عرصہ کے لئے خدائی کا ٹھیکہ لگا۔ اور حقیقت میں تیراغ لنبے گد ہے دن معلوم وہ گد ہا کس گد ہی کا بچہ ہو گا ابرجڑا کر عجیب و غریب کرشمے دکھاتا پھر لگا۔ لیکن حضرت اقدس کے بارے میں اوتنا ہی کہو جناب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہو۔ کہ اجتہاد ہی غلطی ہوئی حضرت

لہ ڈنہائیٹ کا گولہ اور ڈکرادل پیدا کر کے اپنی رسائے ہیں۔ مرغی کے اڈے کو ایک کل میں معسومی گری ہو جا کر وراٹھے نکالتے ہیں۔ سمندر کو صمگہ سے ہٹ مٹے گتے ہیں۔ ہٹ مٹا ہے۔ سد کو مدراس کا کاہرہ) لہ یہ کام نبی کا ہے۔ کہ مدبرِ مدعی کے کت سماوی کی ماؤں کو مسخ کرے۔ لیکن پادریوں نے یہ کام اپنے ہاتھ لے لیا۔ جہاں سے حویا کاٹنا اور حویا لار کہا۔ خدا کی کساؤں کو معمولی سودہ سا ڈالا۔ لہ دوس اس قسم کے سیکڑوں کام۔ جالاک و م کرتی ہے جس سے ظاہر ہوتا کہ گویا خدائی کا دعویٰ کر رہی ہے۔ مدراس میں

عمر رضی اللہ عنہ نے ابن صیاد کو دجال سچا اور وہ دجال ثابت نہ ہوا۔ فرض کر دو کہ مرزا صاحب نے پادریوں کو دجال سچا اور تمہارا وہ دراز قد پانچ سو فیٹ لائے گہری پر جو چڑھیں گے وہ بھی آخر پانچ چار سو فیٹ ضرور لائے ہوگا اور دجال کہیں سے نکل بھی آیا تو یہی ہوگا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا بہ اجتہاد غلط ثابت ہوگا۔ لیکن کیا اجتہاد کی غلطی موجب تکفیر ہوتی ہے۔ مدراس کی مسجد والا جاہلی میں حضرت مرزا صاحب سے بیعت کر لینے کے بعد جب میں نے درود شریف کا وعظ کتنا چاہا تو روک دیا گیا۔

جب میں وہاں سے چلا۔ تو ایک مسلمان بالبان نے مجھ کو کہنا شروع کیا۔ یہ کافر کا فر ہے یہ دجال ہے۔ یہ دجال ہے۔ میں نے دل میں سوچا کہ یہ شخص بھی ہمارے ہی دوسے کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ نہ میں ایک چشم تھا نہ شریاع کے گدے ہے پر سوار تھا نہ زندہ کو مردہ نہ مردہ کو زندہ کرتا تھا۔ پھر وہ بہلا آدمی مجھ کو دجال کیوں کہتا تھا۔ صرف اسی وجہ سے کہ اس نے اپنے خیال میں یہ سمجھ لیا تھا کہ میں حضرت اقدس مرزا صاحب کا متبع ہونے کی وجہ گمراہ ہو گیا یا اور مگر اسی پھیلانا چاہتا ہوں۔ پھر جب وہ ایک کلمہ گو کو اہل قبلہ کو جو فوراً نماز جمعہ پڑھ کر درود شریف کے فضائل بیان کرنا چاہتا

لاگھوٹے ملائیس کے صرف رقی قوت سے گاڑی جلتی دیکھ کر ہود کہے گئے ہیں کہ اگر یزید تو پرستیر ہیں۔ چاہے ہیں کر لیے ہیں۔ ملہ ہماری قوم پر آمد رحم کرے۔ یہ بھی غور نہیں کرتی کہ اگر غلطی سنی یہ چلا جائے تو دجال قورٹے وعدہ کے لئے مائی کا شرک ہو جائیگا۔ کیا مارنا ملاغذہ نکال پانی رسانا ماس خدا کا کام نہیں ہے اگر یہ سزاقت نہیں ہے تو یہ شرک کہتے کہو ہیں۔ کیا وہ کل فرشتے جو یادوں اور ہواؤں پر عین ہیں اسکے سب اس حال کے تاج کر بیٹے جائیگے۔ حداس معنہ دوسے مسلمانوں کو سیاسے۔ غلطی پادری میں کہاں سے کہاں چلے جاتے ہیں؟

تھا۔ دجال کہنا جائز سمجھنا تھا۔ تو پھر اگر تم عیسیٰ پرست قوم کو جو گمراہ کرنے میں اپنا  
 فیصلہ نہیں رکھتی۔ دجال کہا۔ نوکیلا سیجا گیا۔ اسے خدا ہماری قوم کو کچھ بھی سمجھ عطا  
 فرما۔ ان کے دماغ کو گودا عنایت فرما۔ کہ کچھ توحق و باطل میں نہیں کر سکیں!

## مثیل عیسیٰ نے کیا مسیحائی کی

معقول سوال جو معترض ہم سے کر سکتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ مانا کہ حضرت اقدس  
 مرزا غلام احمد صاحب مسیحائی وقت ہی تھے۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ ہمارے لئے کیا  
 مسیحائی کی۔ کیا ہمارے لئے کوئی عالیشان کالج کھڑا کر دیا۔ یا کوئی بے مثل بونگ  
 ہاؤس بنایا۔ کیا کیا۔ چند کتابیں چھاپیں اور بس۔ کس مردہ کو زندہ کیا۔ کس اندھے  
 کو آنکھ والا بنایا۔ اچی کیا کیا کہ ہم اون کو اپنے وقت کا عیسیٰ مان لیں۔ کتنے  
 ہزار عیسائی یہود مرزا صاحب کے ہاتھ سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ کہ ہم  
 شکر گزار ہوں۔ کہ ہاں صاحب اس گئے گزرے زمانہ میں ہماری کچھ عزت  
 تو رکھ لی۔ تو اس کا جواب ہم پر دنیا واجب ہے۔

حق بات یہ ہے۔ کہ پندرہ برس کے عرصہ میں حضرت اقدس مرزا صاحب نے  
 جو کچھ اسلام کے لئے کیا۔ اگر اس کو ہم پوری طور سے لکھیں تو ایک بہت  
 بڑی کتاب ہو جائیگی۔ بہت ہی مختصر طور پر حضرت اقدس کے چند خدمات  
 اسلامی کا یہاں پر ذکر کرتے ہیں۔ عقلمندوں کے لئے اگر سوچ اور فکر کو کام  
 میں لادیں۔ تو بہت کافی ہیں۔

## برائین احمدیہ

کتاب کو ادنیٰ چیز نہیں سمجھنا چاہئے قرآن محمد بھی کتاب ہی ہے لیکن اس کتاب سے اس جہان میں کیا کیا۔ قرآن مجب کے بارے میں امکا مبیان موج کا اقرار ہم یہاں بردج کرتے ہیں۔

قرآن کرم کتاب ہے کراسی کے ذریعہ سے اس عرب نے سکندراعظم کے مفتوحہ ملکوں سے اور سلطنت روم سے ہر ملکوں کو فتح کیا اور روم کو جہاں سو برس فتح کر۔ بس لگتے تھے اہل عرب کو اس برس لگے اسی قرآن کے ذریعہ سے اہل عرب یورپ میں بادشاہ بکرائے۔ جہاں شامی ماجر بنکر آئے تھے۔ اور یہودی ہیکوڑے فدیہوں کی طرح بناہ گزین ہوئے تھے۔ یورپ میں آکر نبی انسان جو ناری میں یڑے ہوئے تھے۔ ان کو روسی دکھائی اور یونان کے مردہ علوم کو زندہ کیا۔ فاسفہ طب سببیت کے ممالک مغربی و شمالی میں استاد بنے اور موجودہ علوم و فنون کی بنیاد ڈالی اور اب ہم۔ و تے ہیں کہ کیوں غناطہ سلماؤں کے ماتحت سے نکل گیا۔

یورپ کے ایک بادشاہ نے ایک کتاب کو دیکھ کر کہا کہ کاش میں اسکا مصنف ہوتا۔ تو مجھ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی۔ جو اس سلطنت کی حکومت سے حاصل

۴ ڈیوٹس کو ارٹری روم ۲۵ ص ۳۲

اس مصنف مزاح عیسائی کو اس کا راج ہے کہ مسلمان کو شکست کیوں ہوئی۔ یہ سمجھتا ہے۔ کہ اگر

مسلمان شکست۔ یاے لے لے لے اور بھی ترقی ہوئی۔ ۱۲

ہوئی ہے۔ حقیقت میں عمدہ کتاب بھی اس جہان میں عجب طاقت والی چیز ہے۔ سچی بات یہی ہے کہ براہین احمدیہ ایک ایسی کتاب بنی ہے کہ اس کو زمانہ مروجہ کے زہریلے طوفان کے لئے نریاق کہنا چاہئے۔ براہین احمدیہ کتاب نہیں۔ وہ ایک بزدل دست تلواریں جس سے اسلام کے کل بیرونی حملہ آوروں کا مقابلہ ہو سکتا۔ محمد حسین بٹالوی نے جو ابھل حضرت اقدس مرزا صاحب کا نہایت ہی اشد مخالف ہے۔ لکھا تھا۔ کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جسکی نظیر آج تک اسلام میں نالیف نہیں ہوئی۔ حقیقت میں بٹالوی صاحب نے سبالغہ نہیں کیا تھا۔ واقعی بات یہ ہے کہ یہ کتاب دیکھنے ہی کے لائق ہے۔ اسوقت یہ کتاب ہمارے سامنے رکھی ہوئی ہے۔ چار جلدیں جو چھپ چکی ہیں۔ وہ پیش نظر ہیں۔ ۶۲۰ صفحات تک کتاب چھپ چکی ہے۔ ورق بھی چھوٹے نہیں ہیں۔ حرف بھی باریک و گنجان ہیں۔ ۶۲۰ صفحات میں اسقدر مضامین آگئے ہیں۔ کہ پڑھنے والوں کو حیرت ہوتی ہے۔ کہ خداوند کیا یہ کسی آدمی کا کلام ہے۔ میرے اچھے اچھے ذی علم دوست اس بے مثل کتاب کو پڑھ کر کہنے لگے۔ کہ بے شک حضرت مرزا صاحب مجدد زمانہ ہیں۔ اور یہ کتاب بے انبیا الہی کے ممکن نہیں۔ کہ تصنیف ہو سکے۔ حضرت اقدس کے سويہ من امد ہونے کے لئے کوئی اور دلیل ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں۔ صرف آدمی اس بات پر خیال کرے کہ ایک شخص پنجاب کے دیہات میں بلا جس کی زبان مادری پنجابی ہو جس نے عربی و فارسی میں معمولی تعلیم پائی ہو۔ وہ صاحب اردو لکھے تو اہل نیاں اوس کو دیکھ کر ڈگ ہو جائیں۔ فارسی لکھے۔ تو ایرانی معش عرش کرنے لگیں۔ عربی لکھے۔ تو اہل عرب حیرت سے انگلی دانت میں ڈالیں۔



یہ زندہ کرامات نہیں تو اور کیا ہیں حضرت اقدس کی کتابوں میں جو ایک نور کا دریا  
جوش مارتا ہے یہی مجھ کو کافی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس کو دیکھ کر انسان بے ساختہ  
بول اُٹھے۔ کہ یہ سب انسانی کام نہیں۔ خدا جانتا ہے۔ جب اس مچھوٹی  
سی ہستی قادیاں پر خیال کرتا ہوں۔ اور حضرت کے کمالات پر نظر ڈالتا ہوں۔ تو  
بے ساختہ یہی کہنا پڑتا ہے۔ کہ اللہ اپنی قدرت کا تماشا دکھا رہا ہے۔

شکر ارنے میوہ از چوب آوری از منے مردہ بیت خوب آوری  
براہین احمدیہ میں برہو سماج و آریہ سماج و نیچری خیال والوں و دیگر فرقہ و صالح  
کے لئے جو کچھ ہدایتیں ہیں۔ افسوس یہ ہے۔ کہ وہ ابھی تک زبان اردو  
میں ہیں جب ان مضامین کا انگریزی ترجمہ ہو کر یورپین فلسفہ کے کپ میں  
یہ ہم کا گولہ گرے گا اس وقت معلوم ہوگا۔ کہ طلسم فرنگ کیا کیا پاش پاش ہو کر  
اڑ جاتا ہے۔ لیکن نہ معلوم یہ مبارک کام خدا نے کس مبارک بندے کے لئے اٹھا  
رکھا ہے۔ میری تو کمال آرزو ہے۔ اور خدا سے برابر دعا کر رہا ہوں۔ کہ خداوند مجھ کو  
کچھ بھی لیاقت نہیں۔ اور میں نہایت ہی ذلیل اور گنہگار ہوں۔ لیکن تو محض  
اپنے فضل سے مجھ سے یہ مبارک کام لے لے۔ رب توفیق عنایت فرما کہ میں  
حضرت اقدس کے نورانی کلام کا ترجمہ انگریزی میں کر کے یورپ اور امریکا  
کو منور کر سکوں! خداوند امیری اس آرزو کو پورا کر۔ آمین

۸۸۸  
شہ عزمیں جبکو عرصہ پندرہ برس کا ہوتا ہے۔ جناب حضرت اقدس  
مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کو چھپو کر شائع کیا۔ اور اس کے ساتھ ایک  
استہزا بھی شائع کیا گیا۔ جسکی ایک پشت پر اردو ہے۔ اور دوسری جانب

انگریزی میں اسکا ترجمہ ہے۔ یہ اشتہار یورپ و امریکا بھی روانہ کیا گیا تھا۔ جیسا کہ میں  
 اوپر لکھ آبا ہوں اس اشتہار کو دیکھ کر رب صاحب کی توجہ دین اسلام کی طرف  
 مائل ہوئی تھی۔ جس کا آج نتیجہ ہے کہ امریکا میں اسلام بھیل رہا ہے اور اسلامی  
 اخبارات وہاں سے شائع ہوتے ہیں۔ یہاں اس اشتہار کو درج کرنا مناسب  
 معلوم ہوتا ہے۔ وہوا ہذا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 اللہم صل علی محمد آل محمد فصل المرسل وخاتم النبیین

## اشتہار

کتاب براہین احمدیہ جسکو خدا تعالیٰ کی طرف سے موکف نے لہم وامور ہو کر بغرض  
 اصلاح و تجدید دین تالیف کیا ہے جس کے ساتھ دس ہزار روپیہ کا اشتہار ہے۔  
 جسکا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں نہجانب اسدا اور سچا مذہب جس کے ذریعہ  
 انسان خدا تعالیٰ کو ہر ایک عیب اور نقص سے بری سمجھ کر اسکی تمام پاک اور کامل  
 صفتوں پر دلی یقین سے ایمان لاتا ہے۔ فقط اسلام ہے جس میں سچائی کی  
 برکتیں آفتاب کی طرح چمک رہی ہیں اور صداقت کی روشنی دن کی طرح ظاہر  
 ہو رہی ہیں اور دوسرے تمام مذہب ایسے بڑی البطلان ہیں کہ عقلی تحقیقات  
 سے ان کے اصول صحیح اور درست ثابت ہوتے ہیں اور نہ ان پر چلنے سے  
 ایک ذرہ روحانی برکت و قبولیت الہی مل سکتی ہے۔ بلکہ ان کی پابندی سے  
 انسان نہایت درجہ کور یا ظن اور سیہ دل ہو جاتا ہے جسکی شقاوت پر کسی جہاں

میں نشانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اس کتاب میں دین اسلام کی سچائی کو دو طرح ثابت کیا گیا ہے۔ اول تیسرے مضبوط اور قوی دلائل عقلیہ سے جنکی شان و شوکت و منزلت اس سے ظاہر ہے۔ کہ اگر کوئی مخالف ان دلائل کو توڑ دیوے۔ تو اس کو دس ہزار روپیہ دینے کا اشتہار دیا ہوا ہے۔ اگر کوئی چاہے۔ تو اپنی تسلی کے لئے عدالت میں جبری کرے۔ دوم۔ اون آسمانی نشانیوں سے جو سچے دین کی کامل سچائی ہونے کے لئے از بس ضروری ہیں۔ اس امر دوم میں مولف نے اس غرض سے کہ سچائی دین اسلام کی آفتاب کی طرح روشن ہو جائے تین قسم کے نشان ثابت کر کے دکھائے ہیں۔ اول وہ نشان کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے زمانہ میں مخالفین نے خود حضرت ممدوح کے ہاتھ سے اور اس جناب کی دعا اور توجہ اور برکت سے ظاہر ہوتے دیکھے جنکو مولف یعنی اس خاکسار نے تاریخی طور پر ایک اعلیٰ درجہ کی ثبوت سے مخصوص و ممتاز کر کے درج کتاب کیا ہے دوم وہ نشان جو خود قرآن شریف کی ذات بابرکات میں دائمی اورابدی اور بے مثل طور پر پائی جاتی ہیں جسکو لاقم نے بیان شافی اور کافی سے ہر ایک عام و خاص پر کھول دیا ہے اور کسی نوع کا ذکر کسی کے لئے باقی نہیں رکھا ہے۔ سوم وہ نشان جو کتاب اللہ کی پیروی اور متابعت رسول برحق سے کسی شخص تابع کو بطور وراثت ملتی ہیں جن کے اثبات کیلئے اس بندہ دنگاہ نے بفضل خداوند حضرت فاد مطلق یہ بیہی ثبوت دکھلایا ہے۔ کہ بہت سے سچے الہامات اور خوارق اور کرامات اور اخبار غیبیہ و اسرار لدنیہ و

کثوف صادقہ و دعائیں قبول شدہ جو خود اس خادم دین سے صادر ہوئی ہیں اور جنکی صداقت پر بہت سے مخالفین مذہب (آریہ وغیرہ سے) بہتہاد و رویت گواہ ہیں۔ کتاب موصوف میں درج کئے گئے ہیں اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے۔ کہ وہ مجدد و وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات پیچ ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بشارت مناسبت و مشابہت ہے۔ اور اسکو خواص انبیاء و رسل کے نمونہ پر محض برکت متابعت حضرت خیر البشر و افضل الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان بہتوں پر اکابر اولیاء سے فضیلت دیکھی ہے۔ جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں اور اس کے قدم پر چلنا موجب سعادت و نجات و برکت ہے اور اس کے برخلاف چلنا موجب بعد و حرمان ہے۔ یہ ثبوت کتاب براہین احمدیہ کے پڑھنے سے جو بھلہ ترین سوچوں کے سہ جز و چھپ چکی ہے۔ ظاہر ہوتے ہیں اور طالب حق کے لئے خود مصنف پوری پوری تسلی و تشفی کرنے کو ہر وقت مستعد اور حاضر ہے۔

و ذلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء ولا تغز والسلام علی من اتبع الهدی اور اگر اس اشتہار کے بعد بھی کوئی شخص سچا طالب بنکر اپنی عقدہ کشائی نہ چاہے اور دلی صدق سے حاضر نہ ہو۔ تو ہماری طرف سے اس پر تمام محبت ہے جس کا خدا تعالیٰ کے روبرو اسکو جواب دینا پڑے گا۔ مالاخر اس دعا پر ختم کرتا ہوں۔ کہ اسے خداوند کریم تمام قوموں کے مستعد دلوں کو ہدایت بخش کہ تا تیرے رسول مقبول افضل الرسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور تیرے کامل و مقدس کلام قرآن شریف پر ایمان لادیں اور اس کے حکموں پر چلیں اور ان

تمام برکتوں اور جہمی سعادتوں اور خوش حالیوں سے متمتع ہوں۔ جو سچے مسلمان کو دونوں جہاں میں ملتی ہے۔ اور اس جاودانی نجات اور حیات سے بہرہ ور ہوں۔ کہ جو نہ صرف عقیقی میں حاصل ہو سکتی ہے۔ بلکہ سچے راستہ باز اسی دنیا میں اس کو پاتے ہیں۔ بالخصوص قوم انگریز جنہوں نے ابھی تک اس آفتاب صداقت سے کچھ روشنی حاصل نہیں کی۔ اور جنگی شایہ اور مہذب اور باجمہ گورنمنٹ نے ہم کو اپنے احسانات اور دوستانہ معاملات سے ممنون کر کے اس بات کے لئے دلی جوش بختا ہے۔ کہ ہم ان کے دنیا اور دین کے لئے دلی جوش سے بہبودی اور سلامتی چاہیں۔ تاہم ان کے گورے و سید و سونہ جطرح دنیا میں خوبصورت ہیں۔ آخرت میں بھی نورانی و سنورہوں فَنَسُئِلُ اللہ تعالیٰ خیر ہم فی الدنیا و الاخرۃ اللہم ایدہم بدوح منک واجعل لہم حظاً کثیراً فی دینک واحذبہم بحولک وقویک لیومنونک تا یک ورسولک ولید خلوفی دین اللہ افواحاً امن نم امن واجعل للہ رب العالمین۔

المشہور

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب اس کتاب کے پڑھنے سے ایمانداروں کو جو روحانی فائدہ ہوتا ہے اس کا اندازہ تو وہی مومن کر سکتا ہے جو شروع سے آخر تک اس لاجواب کتاب کو پڑھ جاوے۔ لیکن ایک بہت بڑی بات جسکی مسرت اور خوشی ہم مسلمانوں کو ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایسے زمانہ میں جب چاروں طرف سے دین اسلام پر حملے ہو رہے ہیں اللہ نے ہم ہی میں سے ایک ایسے شیر خدا کو کھڑا کیا۔ جس کی

کتاب کی ہیبت کل مخالفین کے دل میں سما گئی۔ اسلام کی بربادی کے لئے لاکھوں روپیہ کا صرف ہو رہا ہے۔ لیکن مخالفوں میں سے ایسا بہادر کھڑا نہ ہوا جو حضرت اقدس مرزا صاحب سے دس ہزار روپیہ وصول کرتا۔ سچی بات یہی ہے۔ کہ اہل شتم نے کل مخالفین کو ایک ایسا خدائی طمانچہ لگا یا جس کی چوٹ کو وہ نازیست پہن نہیں سکتے۔ کیا مخالفین میں سے کوئی بھی ایسا ہے۔ جو دس ہزار تو جانے دو ایک ہزار کے لئے اسی طرح کا شہار جاری کر سکے۔ وہ ہرگز کر نہیں سکتے۔ اون کو اپنے دین کے کامل اور مقبول فدا ہونے پر وہ طمانیت وہ دلی تسکین حاصل نہیں ہے۔ جو حضرت مرزا صاحب کو اسلام پر ہے۔ مخالفین اسلام میں مقبول ہونے کی وہ نشانیاں نہیں ہیں۔ جو جناب پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی بدولت امام زماں حضرت مرزا غلام احمد سلمہ الرحمن کو حاصل ہیں حضرت نے دعوت کے پرچے ہر طرف روانہ کئے۔ لیکن کوئی مائی کا پوت اس مقابلہ کے لئے ہرگز کھڑا نہ ہوا۔ اور میں نہایت دلی اطمینان کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔ کہ ہرگز ہرگز کھڑا نہیں ہوگا۔ اور جو کوئی کبخت جی کڑا کر کے کھڑا بھی ہوگا۔ تو ایسی منہ کی کھاسے گا۔ کہ سہیشہ کے لئے یا دگار ہو جائیگا۔ کیا کوئی خدا کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی آرزو وہی رہی۔ کہ کوئی مخالف اس آزمائش کے لئے مبدان بس آتا۔ آئینہ کمالات میں سے چند اشعار اسی کے متعلق ہم یہاں پر درج کرتے ہیں۔

کوئی دین دین محمد سانہ پایا ہمنے  
یہ خمر باغ محمد سے ہی کھایا ہمنے۔

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہمنے  
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشان دکھلاوے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا  
 اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا  
 تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہہ سکتے  
 آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند  
 یوں ہی غفلت کے لحافوں میں ٹھوس ٹھوس  
 جل رہے ہیں سب ہی بضوئیں کبوتریں  
 آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے  
 آج ان نوروں کا ایک زور ہو بس عجز  
 جب سے یہ نور ملا نور پیغمبر سے ہمیں  
 مصطفیٰ پر ترے بے حد ہو درد اور حرمت  
 ربط ہے جان محمد سے میرے جان کو ملام  
 اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں  
 سورد قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کی ہم  
 زعم میں اون کے سچائی کا دعویٰ ہوا  
 کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں  
 کالیاں سنکے دعا دیتا ہوں ان کو گو کو  
 تیرے منہ کی ہے قسم میرے پیارے احمد  
 تیری الفت سے ہے معمور میرا ہر ذرہ  
 صفت دشمن کو کیا ہم نے بہ حجت پامال

نور ہی نور ہے لو دیکھو سنایا ہم نے  
 کوئی دکھلا دے اگر حق کو چھپایا ہم نے  
 ہر طرف دعو توں کا تیر جہلایا ہم نے  
 ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے  
 وہ نہیں جا گتے سو بار جگایا ہم نے  
 باز آتے نہیں ہر چند مہٹایا ہم نے  
 لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے  
 دل کو اون نوروں کا ہر رنگ دلا دیا ہم نے  
 ذات سمجھتی کے وجود اپنا لایا ہم نے  
 اوس سے بہ نور لیا بار خدا با ہم نے  
 دل کو وہ جام لبالب پلایا ہم نے  
 لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے  
 جب سے عشق اوس کا تے دلیں بٹھایا ہم نے  
 افترا ہے جسے از خود ہے بنایا ہم نے  
 نام کیا کیا غم ملت میں کھایا ہم نے  
 رحم ہے جوش میں اور غیظ کھنٹایا ہم نے  
 تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے  
 اپنے سینہ میں یہ ایک فہرہ سایا ہم نے  
 سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

سب کا دل آتش سوزاں میں جلایا ہمنے  
 اپنا ہر ذرہ تیری رہ میں اوڑا یا ہمنے  
 خم کا خم منہ سے بصد حرص لگایا ہمنے  
 تیرے پائیسے ہی اوس ذات کو پایا ہمنے  
 لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہمنے  
 آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہمنے  
 جب کہ دل پر تر افشاں ہر جہاں لایا ہمنے  
 نور سے تیرے شیاطین کو جلا یا ہمنے  
 تیرے بڑھنے سے ہی قدم آگے چلایا ہمنے  
 مع میں تیری وہ گاتے ہیں حج گایا ہمنے  
 شور محشر تیرے کو جہ میں مچایا ہمنے

نور دکھلا کے ترا سب کو کیا مزم و خوار  
 نقشِ مستی تیری الفت میں مٹا یا ہمنے  
 تیرا سیخانہ جو ابک برج عالم دیکھا  
 شان حق تیری شمایل میں نظر آتی ہے  
 چھو کے دامن تیرا ہر دامن سے ملتی ہے نجات  
 دلبر امجد کو قسم ہے تیری یکمائی کی  
 بخدا دل سے سرے لگے سنبے و کو نقش  
 دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا  
 ہم ہوئے خیر احم تجھ سے ہی اے خیر رسل  
 آدمی زاد تو کیا چیز فرشتہ بھی مدام  
 قوم کے ظلم سے ننگ آ کے سر پہاڑے آج

یہ زمانہ ایک ایسی وجالیست کے زور شور کا زمانہ ہے۔ کہ جس کی نظیر اس جہان کی  
 تواریخ میں ملنی محال ہے عقل انسانی دنیاوی معاملات میں بہت کچھ کامیاب  
 ہونے کی وجہ ایسی مغرور ہو گئی ہے۔ کہ چاہتی ہے کہ دین کے کل اسرار کو سمجھ  
 جائے۔ ایک ایسا زور آور طوفان بے تمیزی پیدا ہو گیا ہے۔ کہ اس نے ہزاروں  
 لاکھوں کے پاؤں ا دکھا ڈیئے۔ یورپ میں غیب کی باتوں پر کچھ دھندلا سا  
 ایمان تھا۔ وہ بھی اس طوفان کے آگے رخصت ہو گیا جس کثرت سے منکر خدا  
 منکر جنّت و دوزخ منکر قیامت آج یورپ اور امریکا میں پائے جاتے ہیں  
 کسی ملک میں پائے نہیں جاتے۔ وہ طوفان ہندوستان میں بھی آگیا ہزاروں



اس سے برباد ہو گئے۔ ہمارے قوم کے بھی بڑے بڑے عقلا اس آفت سے محفوظ  
 نہ رہ سکے۔ سر سید احمد خاں صاحب کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ یا وس وحی کے قائل نہ رہے  
 جو آسمان سے اترتی ہے۔ اور اپنے اندر خدائی طاقت و جلال رکھتی ہے۔ وہ کہتے  
 ہیں۔ کہ وحی کو علوم غیبیہ سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ سر سید احمد خاں صاحب وحی  
 والہام کو ملکہ شاعری وغیرہ کی طرح ایک ملکہ سمجھتے ہیں۔ اون کے خیال میں پیغمبر  
 کو کچھ ایسی فطرتی مناسبت ہوتی ہے۔ کہ مذہبی خیالات اون کو سوچھتے ہیں۔

تہذیب الاخلاق کو جن لوگوں نے غور سے پڑھا ہوگا وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ  
 سر سید احمد خاں قرآن کو مثل تہذیب الاخلاق کے ایک تصنیف سمجھتے ہیں  
 جس کے مصنف (معاذ اللہ منہا) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ سر سید  
 صاحب کی تحریریں سے یہ باتیں نکلتی ہیں۔ گو کھلا اقرار نہیں ہے لیکن جسٹس  
 امیر علی اپنی کتاب لایف ادفٹ ٹھکے صفحہ ۹۵ کے نوٹ نمبر میں اس کا  
 کھلم کھلا اقرار کرتے ہیں۔ کہ قرآن مجید (معاذ اللہ منہا) حضرت کی تصنیف  
 ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ جیوں جیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیالات میں  
 ترقی ہوتی گئی۔ اسی طرح قرآن کے مضامین میں بھی وسعت و بلند نظری پائی جاتی ہے  
 جب ایسے ایسے جلیل القدر مسلمانوں کے عقاید کی یہ حالت ہے۔ تو اسی سے  
 سمجھنا چاہئے اور دوسرے صاحبان جو اسی رنگ میں رنگے گئے۔ ہوں گے ان  
 کے خیالات کیسے ہیں جو زانہ کہ رنگ کو کچھ بھی سمجھتے ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں  
 کہ یورپ سے جو طوفان آیا ہے۔ اوسکا روکنا صرف تھا ہونے اور طوطے کی طرح  
 لا حول بڑھنے سے نہیں ہو سکتا۔ یہ زمانہ عقلی دلائل فلسفی خیال کے ایسے زور کا

کہ صرف قصے کہانی کے کہنے والے ہرگز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے! اور اگر عقلی دلائل سے اس عقلی طوفان کا مقابلہ کرنا چاہو۔ تو بہت ہی کمزوری کے ساتھ مقابلہ ہوتا ہے۔ دلائل عقلی کسی ہی زور آور ہوں۔ صرف اسکان کے دروازہ تک پہنچا سکتے ہیں۔ یقین و تسفی نام نہیں دلا سکتے ہیں۔ تو کہا اس دجالیت و کراہی کے گھنا گھو طوفان کے مقابل میں کوئی حقانی کرنی روحانی طوفان کے پیدا ہونے کی ضرورت تھی مد نہیں ہوئی؟ کہا ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد کے پیدا ہونے کا وعدہ نہیں ہوا تھا؟ کہا اللہ پاک نے وعدہ نہیں فرمایا تھا۔ کہ ہم دین اسلام کی حفاظت کریں گے۔ دین عبسوی دین موسوی دین ہنودیدھ مذہب اس طوفان بے تیزی کے زور سے اوڑ جائے تو اوڑ جائے۔ لیکن دین اسلام اسد جلشانہ کے خاص فضل و عنایت کی آہنی دیواریں محفوظ ہے۔ وہ طوفان سے میٹکا نہیں۔ بلکہ طوفان ہی کو مٹا چھوڑ گا۔ احمد اللہ۔ اللہ پاک نے اس مجدد کو پیدا کیا جس کی ضرورت تھی پیدا ہو گئی تھی۔ اس دجالیت کے دور کرنے کے لئے ایک نور خدا کی ضرورت تھی۔ احمد اللہ۔ اس نور مجسم کو اسد جلشانہ نے محض اپنے فضل سے ظاہر کیا اس بادی و مہدی اس عیسیٰ دم نے ظاہر ہو کر لکار کر سارے جہان کو یہ دنا سنادی۔ کہ حضرت پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری پوری متابعت کی وجہ سے جہاں کو مرتبہ رکالہ الہی نصیب ہے۔ اور یہ ایک زندہ برکت اسلامی ہے جس کا جی چاہے آزمائے۔ بیشک الہام کا زندہ نبوت دین کی حقانیت کی یقینی و قطعی دلیل ہے اگر اسد پاک کسی بندے سے کلام کر سکتا ہے۔ اور اپنے کلام کو اپنا کلام ہونا دکھا بھی سکتا ہے۔ تو سچے حق کے تلاشی کے لئے اور کیا چاہئے۔ براہین احمدیہ میں ماشیہ

درحاشیہ نمبر ۳ از صفحہ ۲۰۲ لٹایت صفحہ ۱۵۴ اس قابل ہے کہ سچا محقق جس کے دل میں خلوص ہے اوسکو غور سے پڑھے اور دیکھے کہ اسد اپنے پاس سے بدوں سلسلے دین متین کی خونی ظاہر کرنے کے لئے کسی کسی غنائتیں کھلے طور پر ظاہر کرتا ہے۔ اور کھلی کھلی نشانیاں دکھاتا ہے۔ نشانیاں بھی کسی جنکے دیکھنے والے جنکے مشاہدہ صرف مسلمان بلکہ مسلمانوں کے سخت مخالف ممبران آریہ سماج! روح القدس۔ روح القدس جسکو عیسائی بہت چپا کرنے تھے۔ معلوم ہوا کہ وہ ان نام کے عیسائیوں کے پاس نہر ہے۔ سارے جہان کے پادریوں کو مقابلہ کے لئے حضرت اقدس مرزا صاحب بلا تے رہے۔ کوئی مقابلہ کو نہ آیا۔ اخبار نوافشاں در عکس نہند نام زنگی کا فور میں چند پادریوں نے چھیوایا۔ کہ ہم ایک جلسہ میں ایک لفافہ بند پیش کرینگے۔ اس کا مضمون الہام کے ذریعہ سے ہم کو بتلایا جائے حضرت اقدس کی طرف سے یہ درخواست اوئی اس شرط پر منظور ہوئی کہ ایسی کھلی نشانی دیکھنے کے بعد بلا توقف دین اسلام قبول کریں۔ پھر پادری صاحبوں نے اس طرف رخ بھی نکلیا۔ اور چپکی اختیار کر لی۔ اگر حق کے طالب ہوتے۔ تو خوف کس کا تھا۔ لیکن نہیں دین اسلام قبول کرنے میں وہ ترلقہ کہاں سے مانگے آتا۔

## وصد کی بلندی (ع۱)

جب کسی قوم کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں پھر اس قوم کا درست ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ تصور اور خیال کو کا رخاۃ انسانی میں بہت بڑا دخل ہے۔ جب کوئی مریض اس خیال کو بچتہ کرتا ہے۔ کہ اب وہ صحیح و تندرست نہیں ہوگا۔ پھر اوسکا تندرست ہونا

بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ بعض وقت انسان تاریکی میں لکڑی کو جن سمجھ لیتا ہے۔ پھر  
 تصور خیال کو یہاں تک دخل ہے کہ وہی لکڑی اوسکو جس حرکت کرتی ہوئی معلوم  
 ہوتی ہے۔ بلکہ کبھی کبھی وہ اوس حیاں لکڑی سے باتیں بھی سننے لگتا ہے۔ تصور کو  
 انسانی معاملات میں کہاں تک دخل ہے۔ اسکا پورا پورا اندازہ ابھی تک نہیں ملا۔ جرمی  
 میں ڈاکٹروں کے درمیان اس امر کا نزاع واقع ہوا کہ آیا انسان صرف خیال کے ذریعہ  
 سے مر سکتا ہے۔ یا نہیں۔ چنانچہ ڈاکٹروں کا وہ گردہ جو خیال سے موت کا قائل تھا  
 گورنٹ سے ایک قیدی کو درخواست دیکر لیک گیا جس کو دوسرے دن پچانسی کا حکم  
 ہو چکا تھا قیدی کو موت کی خبر سنائی گئی۔ اور کہا گیا کہ تم کو کل پچانسی سے ضرور مرنا ہے  
 لیکن ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ تمہارے دونوں ہاتھوں کا فصد کھول دیا جائے کہ آہستہ  
 آہستہ خون نکل جائیگا اور بہت ہی آرام و عافیت کے ساتھ تمہاری جان نکل جائیگی  
 کیا تم کو منظور ہے۔ قیدی نے اس کو منظور کیا۔ چنانچہ دوسرے دن ایک بڑے عالیشان  
 کمرے میں اوس قیدی کو سہرکاری نوکر بڑی حفاظت سے لیکے۔ یہاں دونوں  
 خیال کے ڈاکٹر جمع تھے۔ قیدی سے کہا گیا کہ فصد کھولتے ہوئے دیکھ کر تم کو ایذا ہوگی۔  
 اس لئے آنکھوں پر پٹی باندھنے کی تجویز ہوئی ہے۔ اوس نے اوس کو بھی منظور کیا۔ آنکھوں  
 پر پٹی باندھ کر اوسکو ایک منچ پر لٹایا گیا اور دو لوہے کے ٹکڑوں کو گرم کر کے دونوں ہاتھوں  
 کی رگوں کو چھلادیا گیا۔ قیدی کو معلوم ہوا کہ فصد کھل گیا۔ تھوڑا سا پانی جو اس قدر گرم تھا  
 کہ یہ تپنا ذندہ انسان کا خون گرم ہوتا ہے۔ داغی ہوئی جگہوں سے نکلا دیا گیا۔ تاکہ قیدی  
 کو معلوم ہو کہ خون ہاتھوں سے نکلتا ہے۔ اب اوس بڑے کمرے میں سب موش  
 تھے۔ تصور جمانے والے ڈاکٹر ان آہستہ آہستہ سرگوشیاں کرتے تھے کہ اب پاؤں سیر آ رہے

علی ہذا خون نکل چکا۔ اب چہرے کی رنگت زرد ہوتی جاتی ہے۔ اب سانس میں بھی تغیر واقع ہو گیا۔ اب کئی منٹ کی دہری ہے۔ اب مرجا بیگا۔ ان سب باتوں کا ادس مجرم پر ایک ایسا زور و اثر ہوا۔ کہ حقیقت میں اس میں تغیر ہونے لگا۔ اور کئی گھنٹوں کے بعد سچ صحیح وہ مرکز ٹھنڈا ہو گیا۔ گو نہ اس کے جسم میں ایک زخم ہوا اور نہ ایک قطرہ خون نکلا غرض خیال اور تصور کا بہت ہی زور و اثر ہے۔ پس جب کسی قوم کے افراد میں وجوہات اصلی یا وجوہات خیالی سے یہ خیال بندہ جاتا ہے۔ کہ وہ قوم اب ترقی نہیں کر سکتی۔ تو اس وقت اس قوم کی دینی و دنیاوی ترقی میں بڑی دقت پڑ جاتی ہے اگلے زمانہ میں مسلماناں ہند کے دلوں میں یہ حوصلے تھے۔ کہ وہ وزیر اعظم سپہ سالار اور درویش بڑے بڑے دنیاوی اغراض کے عہدوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ تو اس بلند حوصلگی کی وجہ انکی ہمتیں بلند اور کوششیں زبردست تھیں۔ زمانہ حال میں چونکہ انگریزی حلیم سے اکثر مسلمانوں کو نفرت ہے اس لئے اکثر عربی مدرسوں کے طلبہ کا یہی حوصلہ ہوتا ہے۔ کہ ضرور بالضرور پڑھ لکھ کر کسی مسجد کے پیش امام ہو جائیں گے۔ ورنہ موزن کا عہدہ تو ہاتھ سے نجا دیگا۔ اور اگر بغرض محال دونوں عہدے ہاتھ سے نکل گئے۔ تو بھیک کی ٹھکری تو کہیں نہیں گئی جس قوم کے افراد کے حوصلے ایسے بلند ہوں ان کی ہمتوں اور کوششوں کو کیا کہنا ہے۔ ملک امریکا میں ہر نوجوان بکے دل میں یہی حوصلہ ہوتا ہے۔ کہ ایک دن ضرور وہ سلطنت امریکا کا پریسڈنٹ ہوگا۔ پس وہاں نوجوان ایسی

۱۔ ملک امریکا میں جمہوری سلطنت ہے۔ لائین آدمیوں کو انتخاب کر کے ممبران جلسہ نظام سلطنت چلاتے ہیں۔ پھر دن ممبروں میں سے ایک جو سب سے زیادہ لائین ہوتا ہے۔ صدر جلسہ یا پریسڈنٹ قرار کیا جاتا ہے۔ پریسڈنٹ کا قہر شاہان یورپ کے برابر ہوتا ہے۔ یونائیٹڈ اسٹٹس امریکا

# رسالہ کیوں ناتمام رہا

اس رسالہ کی تعریف میں کچھ لکھے سے بہہ مات روکتی ہے اور روک جی بجا ہے کہ جو کہ بہت سالہ ایک عمر معمولی انسان کے قلم سے نکلا ہے یعنی صادق الامان خدا اعلیٰ کے محض شاہد مسلمانوں کے حیرت و حیرت مولوی جس علی مرحوم نے اسلام و مسلمان کی تمام حالت کے اظہار کے لئے یہ سنہ سنہ اساتذہ و ناس بیک کا عدی لباس میں لینے میں دکھا رہا ہے۔ اس لئے امید والی ہے کہ تا تیر آفریں اور حب قلوب کے لئے بہت حود اور اس کا مطالعہ کافی ہوگا۔

اسکے ماکمل رہے کا ٹراٹسوس ہے اور ہر ایک کو حود سے کلی ہوئی اور آب میں ماتی اور کہانی سے کاسوں رکھا ہے ضرور اسوس ہوگا۔ مرحوم مصنف اتنا بے فکر میں رہا ہو گئے۔ مگر دوری افاقوں اور دھوں میں اسکے پورا کرنے کی کوشش سے نہ تھکے احرار ایمان اور احلاس کی طاقت سے دامگیر ہماری کے ضعف و کسل و عالم آکر پوری سوید سے عہدہ راہبوی گئے۔ ان دنوں میں مجھ سے خط و کتاب کا سلسلہ رابر جاری تھا۔

ایک خط میں مجھ سے حاکم میں ان کے رسالہ کی زبان اور مضامین کی اصلاح کر کے اسے امام سے پنجاب پریس میں چھپواؤں۔ میں اس حدیث کو محروم سار سے منسلک کیا۔ مگر بعض تحریر کا موجب سے مرحوم کو مسودات اصلاح زبان کی عرض سے کسی اور جگہ بھجے پڑے۔ اس طرح کچھ سی کے روزناموں آستانہ نے آپ کو جمع مسودات کے لئے عہدہ بہت سے روک دیا دیکھ دوسروں نے لوگوں نے جوئے بوجھ کی اولد ملاحر موتے ان سب در اندازوں سے پوری سازش کر لی یہ مجھ بہت کہ رسالہ ماقص رہ گیا

اس رسالہ کا نام مرحوم محمد مصنف نے **تائید حق** رکھا ہے۔ میں نے اس کو ماقص اور ماکمل لوگوں کی عرفی زبان میں اور ان کی مین با سے تمام و زمرہ کر سکتے والی

لغز کے لحاظ سے کہا ہے۔ درہ سر سے نزدیک تا بید حق کے سارے پیمانے کا  
 ستونی اور اپنے مقصد و مراد میں کامل اور مصطفیٰ رسالہ ہے۔ اس لئے کہ بہ ایک  
 سلاح یافتہ انسان یا ناطق دیگر انسانی زندگی کی عایف رہنے ہوئے انسان کا  
 دل فرس جذبہ ہے۔ کہ کس طرح ایک مرد خدا فائدہ بوفیق کی دستگیری سے اٹھتا۔ عالم  
 کے ہر طرح کے کھردر و مرہ سے آسانی عین کے ساتھ کچ کر صاف نکل گیا۔ ہر گھاٹ  
 پر اترتا اور سرسبز سجید پھرا۔ جہاں بیٹھا احلاص سے بیٹھا۔ جب اٹھا سوچ اور عور کا  
 مواد سکرا اٹھا۔ آخر کار جب رحمن جسم بجائے سارے نے تلاش حق میں اس کے  
 صدق و فاکر کمال کے درجہ پر پاپا اسے فصل عظیم سے اسے اس کامل مکمل انسان  
 کا نشان دیا۔ جسے خود اس نے زمانہ کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ مرحوم مولوی  
 حسن علی نے اس مرسل اللہ مسیح موعود علیہ السلام کا داس صادق احلاص اور غیر سر نزل  
 ایمان سے پکڑا۔ اور اربا پکڑا کہ ان کا حاسہ بھی نفساً اسی اعتقاد و ایمان پر ہوا۔ مصرت  
 کی دوری میں کئی خط حضرت امام صادق علیہ السلام کی نسبت اسے خلوص و عقیدت کے  
 بارہ میں مرحوم نے میری طرف لکھے۔ جو افسوس مجھ سے تلف ہو گئے۔

خداوند کریم جیسے تو نے مرحوم حسن علی کو مسلمان پیدا کیا اور مسلمان زندہ رکھا۔ اور  
 بالآخر سخاوت یافتہ مسلمان کر کے یعنی اپنے مرسل مبعوث محدود مہدی مسیح کی شناخت  
 و ایمان سے بہرہ مند کر کے اسے دنیا سے اٹھایا۔ مجھ سے اور میرے ساتھ

مخلص دوستوں سے بھی ویسے ہی معاملہ کیجیو۔ آمین

۴۶۲۳  
 ۲۸

